مقدمہ درسِ ترمذی

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث وصدر جامعہ دار العلوم کراچی

ترتیب و تحقیق
مولانا رشید اشرف سیفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
استاد حدیث جامعہ دار العلوم کراچی

مراجعت ثانیہ
ابوبکر احسان کاکاخیل صاحب
متخصص جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ دار العلوم کراچی

حق پاسبان
pasbanehaq

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

مقدمہ درسِ ترمذی

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث وصدر جامعہ دارالعلوم کراچی

ترتیب وتحقیق

مولانا رشید اشرف سیفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
استاد حدیث جامعہ دارالعلوم کراچی

مراجعت ثانیہ

ابوبکر احسان کاکاخیل صاحب
متخصص جامعہ دارالعلوم کراچی

ناشر
مکتبہ دارالعلوم کراچی

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

جملہ حقوق بحق مکتبۂ دارالعلوم کراچی محفوظ ہیں

باہتمام : مولانا جنید اشفاق اٹکی

معاون : شرافت علی

طبع : رجب ۱۴۴۵ھ مطابق جنوری ۲۰۲۴ء

مکتبۂ دارالعلوم کراچی
(احاطہ جامعہ دارالعلوم کراچی)
فون نمبر : 021-35042280
استقبالیہ : 021-35049774-6
ای میل :
mdukhi@gmail.com

ملنے کے پتے

- ادارۃ المعارف احاطہ جامعہ دارالعلوم کراچی
- مکتبہ معارف القرآن احاطہ جامعہ دارالعلوم کراچی
- ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور
- ادارہ اسلامیات اردو بازار کراچی
- دارالاشاعت اردو بازار کراچی
- مکتبہ عائشہ اردو بازار لاہور
- مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
- بیت المعارف بنوری ٹاؤن کراچی
- ادارۃ المحمود مانسہرہ
- مکتبہ اصلاح وتبلیغ، حیدرآباد
- مکتبہ سید احمد شہید لاہور
- مکتبہ عثمانیہ راولپنڈی
- مکتبہ جامعہ فریدیہ اسلام آباد
- دارالاخلاص پشاور
- مکتبہ بیت العلم پشاور
- مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک
- مکتبہ امدادیہ ملتان
- مکتبہ امدادالعلوم ملتان

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

فہرست مضامین

مضمون — صفحہ

عرضِ ناشر ۱۷
پیشِ لفظ (جدید ایڈیشن) ۱۹
پیشِ لفظ (قدیم ایڈیشن) ۲۱
مقدمۂ تحقیق ۲۷
داعیۂ تحقیق: ۲۷
درس ترمذی وتقریر ترمذی پر تحقیقی کام: ۲۸
درسِ ترمذی کے مرتب اور محققِ اول: ۲۸
منہجِ تخریج: ۲۹
اضافی کام: ۳۰
حضرتِ والا کا مشفقانہ رویہ: ۳۱
فی الحال نئی تحقیق شدہ جلدیں: ۳۲
اظہارِ تشکر: ۳۲
درس ترمذی کی چند خصوصیات: ۳۴
کچھ صاحبِ ''درسِ ترمذی'' کے بارے میں: ۳۵
نام اور ولادت: ۳۵
تعلیم: ۳۵
تدریس: ۳۵
اجازتِ حدیث: ۳۶

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

مضمون		صفحہ

تصوف وسلوک: ۳۶
مناصب: ۳۶
مختلف خدمات: ۳۶
اہل علم کی نظر میں آپ کا مقام: ۳۷
شیخ الاسلام کا لقب: ۳۸
مشہور تصانیف: ۳۹
عرضِ مرتب: ۴۰
مُقَدِّمَة: ۴۳
مبادیات علم حدیث: ۴۳
حدیث کے لغوی اور اصطلاحی معنی: ۴۳
حدیث کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مختلف توجیہات: ۴۵
علامہ ابن حجرؒ کی توجیہ: ۴۶
علامہ عثمانی رحمہ اللہ کی ایک لطیف توجیہ: ۴۶
میری رائے: ۴۷
حدیث کے بعض متقارب المعنی الفاظ: ۵۰
(۱) روایت: ۵۰
(۲) خبر: ۵۰
(۳) اثر: ۵۱
(۴) سنت: ۵۲
خلاصۂ کلام: ۵۳
علم الحدیث کی مختلف تعریفات: ۵۳
علامہ عینی کی تعریف: ۵۴
علامہ سخاوی کی تعریف: ۵۴

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

صفحہ	مضمون

شارح "ألفية العراقي" کی تعریف: ۵۴
محمد بن علی تھانویؒ کی تعریف: ۵۵
میری رائے: ۵۵
علم حدیث کی قسمیں: ۵۶
موضوع علم حدیث: ۵۸
علمِ حدیث کی غرض وغایت: ۵۹
علمِ حدیث کی فضلیت وشرافت: ۶۰
علوم میں علمِ حدیث کا مرتبہ: ۶۰
حجیتِ حدیث: ۶۲
اہل تجدد: ۶۲
چند مشہور شخصیات کا انکارِ حدیث: ۶۲
منکرینِ حدیث کے تین طرح کے نظریات: ۶۴
نظریۂ اُولیٰ کی تردید دلائل نقلیہ سے: ۶۴
نظریۂ اُولیٰ کی تردید دلائل عقلیہ سے: ۶۸
منکرین حدیث کے دلائل اوران کے جوابات: ۶۹
دلیل اول اوراس کا جواب: ۶۹
دلیل دوم اوراس کا جواب: ۷۰
دلیل سوم اوراس کا جواب: ۷۱
دلیل چہارم اوراس کا جواب: ۷۱
دلیل پنجم اوراس کا جواب: ۷۲
نظریۂ ثانیہ کی تردید: ۷۳
نظریۂ ثالثہ کی تردید: ۷۴
انکارِ حدیث کی ایک اور وجہ اوراس کی تردید: ۷۵

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

صفحہ	مضمون

خلاصہ کلام: ۷۶

تدوین حدیث کے ذریعے منکرین حدیث کے مغالطے کا ازالہ: ۷۷

حفاظت حدیث کے تین طریقے: ۷۷

(۱) حفظِ روایت: ۷۷

(۲) تعامل: ۷۹

(۳) کتابت: ۷۹

ابتداءً ممانعتِ کتابتِ حدیث کی بنیادی وجہ: ۸۰

عہد صحابہ میں تیار کئے گئے احادیث مجموعے: ۸۳

(۱) الصحيفة الصادقة: ۸۳

اشکال: ۸۴

جواب: ۸۴

(۲) صحيفة علي بن أبي طالب رضي الله عنه: ۸۶

(۳) كتاب الصدقة: ۸۶

(۴) صحف أنس بن مالك رضي عنه: ۸۷

(۵) صحيفة عمرو بن حزم رضي الله عنه: ۸۷

(۶) صحيفة ابن عباس رضي الله عنهما: ۸۷

(۷) صحيفة ابن مسعود رضي الله عنه: ۸۸

(۸) صحيفة جابر بن عبد الله رضي الله عنهما: ۸۸

(۹) صحيفة سمرة بن جندب رضي الله عنه: ۸۸

(۱۰) صحيفة سعد بن عبادة رضي الله عنه: ۸۹

(۱۱) صحف أبي هريرة رضي الله عنه: ۸۹

اشکال: ۹۰

جواب: ۹۰

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

مضمون | صفحہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب صحیفے: ۹۰
(الف) مسند أبي هريرة: ۹۰
(ب) مؤلف بشير بن نهيك: ۹۰
(ج) صحيفه مروان بن الحكم: ۹۱
(د) صحيفه همام بن منبه: ۹۱
منکرین حدیث کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک فیصلے سے استدلال کی تردید: ۹۳
اکثار روایت کے ذریعے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فتنۂ سبائیہ کا سد باب: ۹۴
حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے زمانہ میں تدوین حدیث: ۹۵
پہلی صدی ہجری میں مدون شدہ کتب حدیث: ۹۷
كتب أبي بكر: ۹۷
رسالة سالم بن عبد الله في الصدقات: ۹۷
دفاتر الزهري: ۹۷
كتاب السنن لمكحول رحمه الله: ۹۸
أبواب الشعبي: ۹۸
دوسری صدی ہجری میں لکھی گئیں کتب حدیث: ۹۹
كتاب الآثار لأبي حنيفة: ۹۹
الموطأ للإمام مالك: ۱۰۱
جامع معمر بن راشد: ۱۰۱
جامع سفیان ثوری: ۱۰۱
السنن لابن جريج: ۱۰۱
السنن لوكيع بن الجراح. ۱۰۱
كتاب الزهد لعبد الله بن المبارك. ۱۰۱
دوسری صدی کے بعد تدوینِ حدیث: ۱۰۱

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

مضمون صفحہ

مسندِ أبي داود طيالسي: ۱۰۲
مسند أحمد: ۱۰۳
مصنَّف عبد الرزاق: ۱۰۳
مصنَّف أبي بكر بن أبي شيبة: ۱۰۴
المستدرك للحاكم: ۱۰۵
المعاجم للطبراني: ۱۰۵
مسند البزّار: ۱۰۶
مسند الدارمي: ۱۰۶
السنن الكبرى للبيهقي: ۱۰۷
سنن الدارقطني: ۱۰۷
أنواع المصنّفات في الحديث: ۱۰۸
الجوامع: ۱۰۸
كتب جوامع: ۱۰۹
السّنن: ۱۱۰
المسَانيد: ۱۱۱
المعجَم: ۱۱۲
المستدرك: ۱۱۳
المستخرج: ۱۱۵
الجزء: ۱۱۵
المشيخة: ۱۱۶
الأفراد والغرائب: ۱۱۶
التجريد: ۱۱۶
التخريج: ۱۱۷

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

مضمون	صفحہ

كتب الجمع: ۱۱۸
الفَهارس: ۱۲۲
الأطراف: ۱۲۳
الأربعينات: ۱۲۴
الموضوعات: ۱۲۵
كتب الأحاديث المشتهرة: ۱۲۸
غريب الحديث: ۱۲۸
مشكل الحديث: ۱۳۰
أسباب الحديث: ۱۳۰
الترتيب: ۱۳۱
الزوائد: ۱۳۲
العِلَل: ۱۳۲
الأمالي: ۱۳۳
التراجم: ۱۳۴
الثلاثيات: ۱۳۴
الوحدان: ۱۳۴
شروح الحديث: ۱۳۵
الأذكار: ۱۳۵
الترغيب والترهيب: ۱۳۵
كتب المصاحف: ۱۳۶
المسَلسَلات: ۱۳۶

طبقات كتب الحديث باعتبار الصحة: ۱۳۷

پہلا طبقہ: صحاح مجردہ: ۱۳۷

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

مضمون | صفحہ

"مستدرک حاکم": ۱۳۸
امامِ حاکم کے تساہل کے اسباب: ۱۳۹
"صحیح ابن حبان": ۱۴۲
"صحیح ابن خزیمة": ۱۴۴
"المنتقٰی": ۱۴۵
"المختارة": ۱۴۵
"صحیح ابن سکن": ۱۴۵
دوسرا طبقہ: درجہ حسن کا التزام: ۱۴۶
"سنن النسائي": ۱۴۶
"سنن أبي داود": ۱۴۶
"جامع الترمذی": ۱۴۷
"سنن الدارمي اور مسند أحمد": ۱۴۸
تیسرا طبقہ: ہر قسم کی روایات پر مشتمل کتب: ۱۴۸
"سنن ابن ماجه": ۱۴۹
"سننِ الدارقطني": ۱۴۹
"السّنن الکبری للبیهقي": ۱۵۰
"مصَنَّف عبد الرّزاق": ۱۵۰
"مصنَّف ابن أبي شيبة": ۱۵۱
"مسنَد أبي داود الطيالسي": ۱۵۱
"سنن سعيد بن منصور": ۱۵۲
"مسند الحميدي": ۱۵۲
"مَعاجم الطبراني": ۱۵۲
چوتھا طبقہ: کثرت ضعف والی روایات کا مجموعہ: ۱۵۳

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

صفحہ	مضمون
۱۵۴	پانچواں طبقہ: موضوعی روایات کا مجموعہ:
۱۵۵	علمِ حدیث کے کثیر التالیف مصنّفین:
۱۵۵	امام غزالی رحمہ اللہ:
۱۵۶	علامہ ابن الجوزیؒ:
۱۵۶	حافظ منذریؒ:
۱۵۷	حافظ ابن حجر العسقلانیؒ:
۱۵۷	علامہ ذہبیؒ:
۱۵۸	علامہ سیوطیؒ:
۱۵۹	علامہ ابن تیمیہؒ:
۱۵۹	علامہ ابن القیمؒ:
۱۵۹	علامہ قرطبیؒ:
۱۶۰	علامہ نوویؒ:
۱۶۱	**طبقات الرُّواۃ:**
۱۶۱	قوتِ حفظ اور صحبتِ شیخ کے اعتبار سے رواۃ کے پانچ طبقات:
۱۶۳	تاریخی اعتبار سے رواۃ کے بارہ طبقات:
۱۶۶	**اقسام تحمّلِ حدیث:**
۱۶۶	السماع:
۱۶۶	القراءۃ علی الشیخ:
۱۶۷	المراسلۃ یا المکاتبۃ:
۱۶۸	المناولۃ:
۱۶۸	الوِجادۃ:
۱۶۹	احادیث کی تصحیح وتضعیف کے اُصول وقواعد:
۱۶۹	(۱) احادیث صحیحہ صرف صحیحین میں منحصر نہیں:

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

مضمون	صفحہ

(۲) منصبِ تصحیح وتضعیف کے لیے مجتہدانہ صلاحیت: ۱۷۰
(۳) مختلف فیہ راوی کے بارے میں ترجیح کا طریقۂ کار: ۱۷۱
(۴) ایک مجتہد کا قول دوسرے مجتہد کے خلاف حجت نہیں: ۱۷۳
(۵) بعد کے زمانہ کا ضعف پہلی تصحیح پر اثر انداز نہ ہوگا: ۱۷۳
(۶) تصحیح یا تضعیفِ حدیث کا نفس الامر کے مطابق ہونا ضروری نہیں: ۱۷۴
حدیثِ صحیح پر عمل نہ کرنے کی مثال: ۱۷۵
حدیثِ ضعیف پر عمل کرنے کی مثال: ۱۷۶
(۷) تعامل کی وجہ سے حدیثِ ضعیف کی حجیت: ۱۷۷
(۸) تعارضِ روایات کے وقت ترجیح کا طریقۂ کار: ۱۷۸

أصحاب الحديث وأصحاب الرّأي: ۱۸۰

مستشرقین کے ایک اعتراض کا جواب: ۱۸۰
"أصحاب الحديث وأصحاب الرأي" کی وجۂ تسمیہ: ۱۸۰
أصحاب الرائے کا مصداق: ۱۸۱
احناف کو "أصحاب الرأي" کہنے کی اصل حقیقت: ۱۸۳
کوفہ اور علمِ حدیث: ۱۸۴

امامِ اعظمؒ اور علمِ حدیث: ۱۸۸

امام صاحب کی تابعیت کا ثبوت: ۱۹۰
امامِ اعظم کے کبار اساتذہ: ۱۹۲
عامر بن شراحیلؒ: ۱۹۲
حماد بن ابی سلیمانؒ: ۱۹۴
ابو اسحاق سبیعیؒ: ۱۹۴
دیگر اساتذہ: ۱۹۵
امام صاحب کے جلیل القدر تلامذہ: ۱۹۵

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

مضمون	صفحہ
عبداللہ بن مبارکؒ:	۱۹۵
یحییٰ بن سعید القطانؒ:	۱۹۶
وکیع بن الجراح:	۱۹۶
دیگر شاگرد:	۱۹۷
امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محدثانہ شان کا واقعہ:	۱۹۸
امام صاحب کی مایہ ناز تالیف: "کتاب الآثار":	۱۹۹
"کتاب الآثار" کے رواۃ:	۲۰۰
"کتاب الآثار" کا مرتبہ ومقام:	۲۰۱
مسانیدِ امام اعظمؒ:	۲۰۳
امام صاحبؒ پر قلیل الحدیث ہونے کا الزام اور اس کا جواب:	۲۰۴
امام صاحب کا نقل احادیث میں غایتِ احتیاط:	۲۰۵
امام ابوحنیفہؒ پر کیے جانے والے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ:	۲۰۷
پہلا اعتراض وجواب:	۲۰۷
جرح وتعدیل کے اقوال میں ترجیح کا طریقۂ کار:	۲۰۹
"پہلا طریقہ":	۲۰۹
"دوسرا طریقہ":	۲۱۲
دوسرا اعتراض وجواب:	۲۱۲
تیسرا اعتراض وجواب:	۲۱۵
چوتھا اعتراض وجواب:	۲۱۸
پانچواں اعتراض وجواب:	۲۲۰
چھٹا اعتراض وجواب:	۲۲۰
ساتواں اعتراض وجواب:	۲۲۱
آٹھواں اعتراض وجواب:	۲۲۳

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

مضمون	صفحہ
امام صاحب کے حالات وغیرہ سے متعلق چند مشہور کتب:	۲۲۴
تقلید کی شرعی حیثیت:	۲۲۵
تقلید کی ضرورت وافادیت:	۲۲۵
تقلید کی تعریف:	۲۲۷
تقلید کی قسمیں:	۲۲۸
قرآن کریم اور تقلید:	۲۲۹
"أولي الأمر" کی تفسیر پر اعتراض وجواب:	۲۳۰
تقلید اور حدیث:	۲۳۲
عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقلیدِ مطلق:	۲۳۴
عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقلیدِ شخصی:	۲۳۵
تقلیدِ شخصی کے وجوب پر اعتراض اور اس کا جواب:	۲۴۰
تقلید کے مختلف درجات:	۲۴۲
(۱) عوام کی تقلید:	۲۴۲
(۲) متبحر عالم کی تقلید:	۲۴۳
(۳) مجتہد فی المذہب کی تقلید:	۲۴۴
(۴) مجتہدِ مطلق کی تقلید:	۲۴۵
تقلید پر کیے جانے والے اعتراضات وجوابات:	۲۴۶
پہلا اعتراض وجواب:	۲۴۶
دوسرا اعتراض وجواب:	۲۴۶
تیسرا اعتراض وجواب:	۲۴۷
مسئلہ تقلید سے متعلق مفید کتابیں:	۲۴۷
صحاح ستہ کے مناہج اور شروط:	۲۴۹
مناہج صحاح ستہ:	۲۵۰

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

مضمون	صفحہ
امام بخاریؒ:	۲۵۰
امام مسلمؒ:	۲۵۱
امام نسائیؒ:	۲۵۱
امام ابوداؤدؒ:	۲۵۱
امام ترمذیؒ:	۲۵۲
امام ابن ماجہؒ:	۲۵۲
شروط صحاح ستہ:	۲۵۲
امام بخاریؒ کے شرائط:	۲۵۳
امام مسلمؒ کے شرائط:	۲۵۵
بقیہ صحاح کے شرائط:	۲۵۷
امام ترمذیؒ:	۲۵۸
لفظ "ترمذ" کے ضبط میں مختلف اقوال:	۲۵۸
تاریخ پیدائش ووفات:	۲۵۹
علمی اسفار، مشائخ:	۲۵۹
قوتِ حافظہ:	۲۶۱
ابوعیسیٰ کنیت پر اشکال وجواب:	۲۶۳
تصنیفات:	۲۶۴
"ترمذی" کے نام سے تین معروف شخصیات:	۲۶۵
جامع الترمذی کی خصوصیات	۲۶۵
امام ترمذیؒ کی تصحیح وتحسین محدثین کی نظر میں:	۲۶۸
جامع ترمذی اور موضوع احادیث:	۲۶۹
شروحِ جامع الترمذی:	۲۷۰
(۱) "عارضة الأحوذي بشرح جامع الترمذي":	۲۷۰

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

مضمون	صفحہ
(۲)"شرح ابن سيّد النّاس":	۲۷۰
(۳)"شرح ابن الملقن":	۲۷۱
(۴)"شرح الحافظ ابن حجر":	۲۷۱
(۵)"شرح البلقيني":	۲۷۲
(۶)"شرح الحافظ ابن رجب البغدادي الحنبلي":	۲۷۲
(۷)"قوت المغتذي":	۲۷۲
(۸)"شرح العلامه محمد بن طاهر فتني الكجراتي":	۲۷۲
(۹)"شرح السندي":	۲۷۳
(۱۰)"شرح العلامة سراج الدين السرهندي":	۲۷۳
(۱۱)"تحفة الأحوذي":	۲۷۳
(۱۲)"الكوكب الدّرّي على جامع الترمذي":	۲۷۳
(۱۳)"الورد الشّذي":	۲۷۴
(۱۴)"اللباب في شرح قول الترمذي وفي الباب":	۲۷۴
(۱۵)"العرف الشذي تقرير جامع الترمذي":	۲۷۴
(۱۶)"معارف السنن":	۲۷۵
عہدِ حاضر میں اسنادِ حدیث:	۲۷۶
میری اسانید:	۲۷۷
حدیثِ مسلسل بالأوّلية:	۲۷۹

عرضِ ناشر

جدید درسِ ترمذی، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب برکاتہم کی درسی تقاریر (درسِ ترمذی، تقریر ترمذی) کا مجموعہ ہے، جس پر مولانا ابوبکر احسان صاحب نے مزید تحقیقی کام فرمایا ہے۔

چونکہ مولانا ابوبکر احسان صاحب کا تحقیقی کام (مقدمہ، جلد اوّل، جلد چہارم اور جلد پنجم) پر ہوا تھا، اس لئے جدید درسِ ترمذی میں لفظ ''جدید'' صرف مقدمہ، پہلی، چوتھی، اور پانچویں جلد پر لکھا گیا ہے، دوسری اور تیسری جلد پر حسب سابق ''درسِ ترمذی'' نام ہی کو برقرار رکھا گیا ہے۔ دوسری اور تیسری جلد پر کام جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ جلد اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ آمین

الحمدللہ مکتبہ دارالعلوم کراچی سے ''جدید درسِ ترمذی'' خوبصورت پیرہن میں طبع ہو رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرتِ والا کے علوم و معارف میں مزید برکت نصیب فرمائے اور حضرتِ والا کو صحت و عافیت کے ساتھ لمبی زندگی عطا فرمائے۔ آمین

بندہ جنید اشفاق اٹکی

٢٤/ جمادی الاولیٰ ١٤٤٥ھ

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

بسم اللہ الرحمن الرحیم

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

پیشِ لفظ (جدید ایڈیشن)

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى، أما بعد:

بندہ کو جامعہ دارالعلوم کراچی میں اپنے والدِ ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کے زیرِ سایہ اور آپ ہی کے حکم پر سالہا سال "جامع ترمذي" کی تدریس کی سعادت حاصل ہوئی، اس دوران بہت سے طلبہ نے اس کی تقریر قلمبند کی، بالآخر میرے خواہرزادۂ عزیز مولانا رشید اشرف سیفی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر کا ایک بڑا حصہ "درسِ ترمذی" کے نام سے مرتب کیا اور نہایت جانفشانی سے اس کی تحقیق وتخریج کا کام کیا، الحمد للہ تعالیٰ اس کو شرفِ قبول عطا ہوا اور برصغیر کے مدارس میں طلبہ کے لیے اسے ایک اہم مرجع کی حیثیت حاصل ہوگئی۔

ابھی مولانا رشید اشرف سیفی رحمۃ اللہ علیہ اس تقریر پر کام مکمل نہیں کر پائے تھے کہ ان کی وفات ہوگئی۔ -إنّا لله وإنّا إليه راجعون-

ہمارے جامعہ کے ایک اور استاذ جناب مولانا عبداللہ میمن صاحب نے "ترمذی جلد اول" کے باقی حصے کی تقریر مرتب کر کے شائع کی، چونکہ اس پر اس طرز پر کام کی ضرورت تھی جیسا کام مولانا رشید اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا، اس لیے اس کا نام "درسِ ترمذی" کے بجائے "تقریرِ ترمذی" رکھ دیا گیا، وہ بھی بفضلہٖ تعالیٰ شائع اور مقبول ہوئی۔

دارالعلوم کراچی کے قابل متخصص جناب مولانا ابوبکر احسان صاحب نے ماشاء اللہ مردان میں ایک علمی وتحقیقی ادارہ قائم کیا ہوا ہے، انہوں نے "تقریرِ ترمذی" پر جو کام مطلوب تھا، وہ نہایت سلیقۂ تحقیق کے ساتھ انجام دے کر اسے "درسِ ترمذی" کی طرح مکمل تحقیق وتخریج کا حامل بنادیا۔

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

"درسِ ترمذی جلد اول" کے شروع میں حضرت مولانا رشید اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس معیار کا کام نہیں کر پائے تھے، جس معیار کا انہوں نے ماشاء اللہ باقی دو جلدوں میں کیا تھا۔ میں نے مولانا ابوبکر احسان کے "تقریرِ ترمذی" پر وقیع کام کو دیکھ کر ان سے درخواست کی کہ وہ "درسِ ترمذی جلد اول" پر بھی اسی طرز سے کام کرلیں کہ حضرت مولانا رشید اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے حواشی اُن کے حواشی سے ممتاز ہو جائیں۔

الحمدللہ تعالیٰ مولانا ابوبکر احسان سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے چند رفقاء کے ساتھ مل کر "درسِ ترمذی جلد اول" پر بھی اسی طرح تحقیقی کام کرلیا۔ اب "درسِ ترمذی" اور "تقریرِ ترمذی" دونوں کو "درسِ ترمذی" ہی کے نام سے مکمل یکجا شائع کیا جارہا ہے۔

مولانا ابوبکر احسان صاحب سلمہٗ نے متعدد مقامات پر غلطیوں کی بھی نشاندہی فرمائی اور بندہ نے اس کی روشنی میں عبارتوں وغیرہ میں تبدیلی بھی کردی ہے، ان کا دوسرا کام تخریج کے سلسلے میں تھا، جس کی تفصیل خود انہوں نے اپنے مقدمے میں بیان فرمائی ہے۔

میں مولانا ابوبکر احسان صاحب اور ان کے رفقاء کی اس عظیم خدمت پر انہیں مبارکباد بھی دیتا ہوں اور شکریہ بھی ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت دونوں میں اس کی بہترین جزاء عطا فرمائیں۔ آمین۔

اب "درسِ ترمذی" کا یہ نیا ایڈیشن بفضلہٖ تعالیٰ زیادہ صحیح اور مکمل ہے، باری تعالیٰ اِسے اپنی بارگاہ میں قبولیت سے نوازیں۔ آمین۔

وما توفيقي إلا بالله عليه توكلت وإليه أنيب.

بندہ

محمد تقی عثمانی عفی عنہ

۱۰ شعبان ۱۴۴۳ ہجری

دارالعلوم کراچی ۱۴

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ (قدیم ایڈیشن)

الحمد للہ وکفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی

پچھلے تقریباً دس سال سے دارالعلوم کراچی میں جامع ترمذیؒ کا درس احقر کے سپرد ہے، احقر کو ہمیشہ یہ احساس رہا ہے کہ درس حدیث کیلئے جو علمی وعملی صلاحیتیں درکار ہیں، احقر ان سے تہی دامن ہے اور کسی بھی اعتبار سے اس لائق نہیں ہے کہ درس حدیث کی ذمہ داری قبول کرے، لیکن چونکہ اس درس کی مسند پر احقر کو بزرگوں کی طرف سے بٹھایا گیا تھا، اس لئے تعمیلِ حکم کو آئندہ کیلئے فالِ نیک سمجھ کر یہ خدمت قبول کی جو اَب تک جاری ہے۔

ابتداء میں جب میں نے اپنی نااہلی کے شدید احساس سے لرزتے ہوئے ترمذی شریف کا درس شروع کیا تو مجھے دور دور یہ تصور بھی نہ تھا کہ میں کبھی اپنے درس کی تقریر کو مرتب اور شائع کرنے پر آمادہ ہوسکوں گا، کیونکہ درس کی تقاریر کی اشاعت انہی حضرات کو سجتی ہے جو اس کے واقعی اہل ہوں۔ میں کیا؟ اور میری تقریر کیا؟ جو اسے شائع کرنے کی کوشش کی جائے۔ لیکن چند سال کے بعد مشکلات کی وجہ سے میں اس کتاب کی ترتیب واشاعت پر راضی ہوگیا جو آج آپ کے سامنے ہے۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ درس حدیث، اور بالخصوص صحیح بخاریؒ اور جامع ترمذیؒ کے درس میں جو تقریر ہوتی ہے اور جو مباحث بیان کئے جاتے ہیں، طلباء کے پاس ان کا محفوظ رہنا بوجوہ ضروری ہے۔ یہ مباحث لکھے ہوئے محفوظ ہوں، تو صرف امتحانات کے موقع پر ہی کام نہیں آتے، بلکہ آئندہ کاموں میں بھی ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ چنانچہ ان اسباق کی تقریر ضبط کرنے کا معمول شروع سے چلا آتا ہے۔ شروع میں طلباء کے اندر علمی استعداد اور لکھنے کی مشق اس درجہ ہوتی تھی کہ استاذ خود خواہ کتنی روانی سے تقریر کر رہا ہو وہ اس کی تقریر کا کم از کم

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

خلاصہ اسی وقت اپنے پاس لکھ لیتے تھے، بلکہ ایسا بکثرت ہوتا تھا کہ استاذ کی تقریر اُردو میں ہوتی، اور طلباء اسی وقت اسے عربی زبان میں منتقل کر کے لکھتے تھے، خود ہم نے بھی اپنے اساتذہ کی تقریریں عربی ہی میں قلم بند کی تھیں۔

لیکن کچھ عرصہ سے استعداد کے انحطاط اور قوتِ تحریر کی کمی عام ہو چکی ہے۔ اور اس کی بناء پر طلباء درس میں بیٹھ کر تقریر لکھنے سے عاجز ہوتے جارہے ہیں۔ اس مشکل کے حل کیلئے اور طلباء کے اصرار پر بعض مدارس میں یہ طریقہ چل نکلا ہے کہ استاذ اپنی تقریر طلباء کو باقاعدہ املاء کراتا ہے۔ احقر نے جب درس ترمذی کا آغاز کیا، تو یہی طریقہ جاری تھا جس کی مجھے بھی پیروی کرنی پڑی۔ لیکن احقر نے یہ محسوس کیا کہ اس طریقہ سے ایک طرف درس کی تاثیر، اس کی رونق، روانی اور مضامین کی آمد کا خون ہو کر رہ جاتا ہے، اور دوسری طرف درس کی رفتار اتنی سست ہو جاتی ہے کہ آخر سال میں ناقابل برداشت بوجھ پڑ جاتا ہے۔ اور متعلقہ مباحث کا کوئی حق ادا نہیں ہو پاتا۔

احقر اس املاء کے طریقہ کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ لیکن طلباء بیک زبان یہ کہتے تھے کہ اگر یہ طریقہ نہ رکھا گیا تو درس کی ساری تقریر ہوا میں اڑ جائے گی، ہمارے پاس کچھ محفوظ نہ رہے گا۔ اس مشکل کے حل کیلئے احقر نے چاہا کہ پچھلے سالوں میں جو تقریریں ہوئی ہیں، طلباء انہیں فوٹو کرا کر اپنے پاس رکھ لیں۔ لیکن عملاً اس میں بھی سخت دشواریاں پیش آئیں۔ بالآخر عاجز آ کر اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ سالہائے گزشتہ کی کسی تقریر کو ایک مرتبہ شائع کر دیا جائے تاکہ طلباء کی یہ شکایت بھی دور ہو سکے اور درس اپنی رفتار سے بھی محروم نہ ہو۔ چنانچہ مجھے اس تجویز پر راضی ہونا پڑا۔

میرے خواہرزادہ عزیزم مولوی رشید اشرف صاحب سلمہٗ نے بھی اپنے پڑھنے کے دوران احقر کی تقریر کو ضبط کیا تھا۔ جب تقریر کی اشاعت کا ارادہ ہوا تو انہوں نے یہ ذمہ داری قبول کی کہ وہ گزشتہ مختلف سالوں کی تقریریں طلباء سے حاصل کر کے ان کے مباحث کو یکجا کریں۔ اور انہیں ایک مربوط کتابی شکل دیدیں۔ احقر نے بھی مطالعہ کے دوران بہت سی یادداشتیں جمع کی ہوئی تھیں، وہ بھی احقر نے ان کو دیدیں۔ تاکہ وہ ان سب کو ملا کر ایک جامع صورت دے سکیں۔

عزیز موصوف سلمہ نے یہ کام ماشاءاللہ جس محنت، لگن، عرق ریزی اور قابلیت کے ساتھ انجام دیا، وہ احقر

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

کیلئے باعثِ صد اطمینان و مسرت ہے۔ اور اس پر ان کیلئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ انہوں نے چار پانچ سالوں کی تقریریں سامنے رکھ کر پہلے انہیں یکجا کیا، پھر تقریر میں احادیث کے جتنے حوالے آئے تھے ان سب کو اصل مآخذ میں نکال کر ان کی تخریج بھی درج کی اور ان کا اصل متن بھی نقل کیا۔ جو حوالے نامکمل تھے انہیں مکمل کیا۔ احقر نے مطالعہ کے دوران جو یادداشتیں لکھی تھیں، انہیں بعض جگہ تقریر کے اصل متن میں سمودیا۔ اور بعض جگہ انہیں حواشی کی صورت میں درج کردیا۔ اور پھر بعض مقامات پر اپنی طرف سے بھی کچھ مفید حواشی لکھے ہیں (اور یہ وہ حواشی ہیں جن کے آخر میں "از مرتب عفی عنہ" لکھا ہوا ہے) غرض اس تقریر کو اپنی طرف سے مکمل، مفید اور جامع بنانے میں انھوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس خدمت کا بہترین صلہ دنیا و آخرت میں عطا فرمائیں۔ ان کے علم و عمل میں مزید ترقیات عطا فرمائیں۔ اور انہیں مزید علمی خدمات کی توفیق بخشیں۔ آمین۔

احقر کو اگرچہ اپنی مصروفیات کے سبب اس تقریر پر نظر ثانی کا موقع نہیں مل سکا، اور نہ میں ترتیب جدید کے بعد اسے باستیعاب دیکھ سکا ہوں۔ لیکن عزیز موصوف سلمہ دورانِ ترتیب احقر سے مشورے کرتے رہے ہیں اور انہوں نے جس محنت کے ساتھ یہ کام کیا ہے اس کے پیشِ نظر احقر کو اطمینان ہے کہ یہ کتاب اپنی موجودہ شکل میں قابلِ اشاعت ہے۔ البتہ احقر کو اپنی علمی بے مائیگی کا پورا اعتراف ہے جس کی وجہ سے اس میں غلطیاں رہ جانے کا بھی امکان ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی جگہ ضبط و ترتیب میں کوئی خلل رہ گیا ہو، لیکن میں اس امید پر اسے شائع کررہا ہوں کہ ان شاء اللہ اہل علم کی نظر سے گزرنے کے بعد اس کی غلطیوں کی اصلاح ہوسکے گی۔ جو حضرات اس کی کسی غلطی کی نشاندہی فرمائیں گے وہ براہ راست احقر پر احسان کریں گے۔ جس کیلئے میں شکر گذار رہوں گا۔

جہاں تک طلباء کا تعلق ہے امید ہے کہ ان شاء اللہ یہ کتاب ان کی درسی ضروریات میں مدد و معاون ہوگی، اور اس میں حدیث و فقہ کے فنی مباحث مفصل شروح کے مقابلہ میں شاید زیادہ انضباط کے ساتھ ان کے سامنے آجائیں گے، نیز بعض جدید مسائل جو سابقہ شروح میں دستیاب نہیں ہوسکتے، ان کا کم از کم تعارف ان کے سامنے ہوجائے گا، خاص طور سے کتاب النکاح سے کتاب اللباس تک کے مباحث ایسے ہیں جو شروح کے ناتمام رہ جانے کی بناء پر عموماً طلباء کے سامنے نہیں آتے۔ امید ہے کہ یہ کتاب انشاء اللہ ان مباحث میں بھی

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

طلباء کی مفید خدمت کر سکے گی۔

آخر میں طلباء سے چند گزارشات کرنا چاہتا ہوں:

پہلی بات تو یہ ہے کہ دورۂ حدیث کے اسباق میں جو طویل فنی مباحث بیان ہوتے ہیں ان کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ انہیں لفظ بہ لفظ یاد کیا جائے، اور نہ یہ توقع رکھی جاسکتی ہے کہ یہ مباحث اپنی تمام تر تفصیلات کے ساتھ ہمیشہ یاد رہیں گے۔ لیکن ان مباحث کا مقصد دراصل یہ ہے کہ ان کے ذریعہ طلباء علمِ حدیث کے مباحث کی نوعیت سمجھ سکیں، اور انہیں اس علم وفن سے ایک مناسبت پیدا ہوجائے جو ان کے آئندہ مطالعہ کی راہ ہموار کرسکے، نیز ان مباحث کا اصل مقصد طلباء میں جذبۂ تحقیق پیدا کرنا ہے۔ لہٰذا طلباء کو صرف تقریر رٹنے پر ہرگز اکتفاء نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ تقریر میں جو باتیں بیان کی جارہی ہیں ان کو اچھی طرح سمجھ کر اپنی بساط کی حد تک ان کا تنقیدی جائزہ لینا چاہئے، ان مباحث میں کھود کرید کر اپنے ذہن میں سوالات تیار کرنے چاہئیں، ان سوالات کو اوّلاً استاذ سے حل کیا جائے، اور ثانیاً ضرورت ہو تو متعلقہ غیر نصابی کتابوں میں ان کا حل تلاش کیا جائے۔ ایک اچھے طالب علم کی پہچان یہی ہے کہ اس کے دل میں اگر کوئی سوال پیدا ہو تو جب تک اس کا تشفی بخش جواب معلوم نہ ہوجائے اسے چین نہ آئے۔ استاذ اپنے درس کے دوران اپنے مطالعہ اور تحقیق کے نتائج بیان کرتا ہے، لیکن کوئی بھی استاذ یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اس نے اپنی تقریر میں تمام ممکنہ پہلوؤں کا احاطہ کرلیا ہے اور اس کے بعد کوئی سوال یا اشکال باقی نہیں رہا۔

طلباء کو چاہئے کہ وہ استاذ کی تقریر کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد علم کی صرف چند کلیوں پر قناعت نہ کریں۔ بلکہ علم کی نہ مٹنے والی طلب اور نہ بجھنے والی پیاس پیدا کریں۔ دورۂ حدیث کے ان مباحث کا مقصد یہی پیاس پیدا کرنا ہے۔ اور اگر یہ پیاس پیدا نہ ہوئی تو صرف تقریر رَٹ لینے سے امتحان میں رسمی کامیابی تو شاید ہوجائے، لیکن ان تقریروں کا اصل مقصد حاصل نہیں ہوگا۔

دوسری گذارش یہ ہے کہ آج کل اکثر طلباء اپنی ساری توجہ تقریر میں بیان کئے جانے والے فنی مباحث پر مرکوز رکھتے ہیں۔ لیکن متنِ حدیث کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتے، حالانکہ یہ فنی مباحث تو زوائد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ علم حدیث کا اصل مغز تو احادیث کا متن ہی ہے۔ اس لئے طلباء سے احقر کا التماس ہے کہ وہ تقریر کی موشگافیوں میں الجھ کر متن حدیث سے غافل نہ ہوں بلکہ حدیث کے متن کو جتنا

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ہو سکے یاد کرنے اور اس کا مفہوم اچھی طرح سمجھنے پر پوری توجہ دیں۔ تقریر کا اصل فائدہ اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب اصل حدیث اچھی طرح ذہن نشین ہو چکی ہو۔ ورنہ حدیث کو لفظاً و معنیً سمجھے بغیر ان فنی بحثوں کو یاد کر لینے کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنے جسم پر لباس پہنے بغیر زیب و زینت کا اہتمام شروع کردے۔ طلباء کو اس طرز عمل سے مکمل پرہیز کرنا چاہئے۔

اور آخر میں سب سے اہم گزارش یہ ہے کہ انسان عملی طور پر کتنا اعلیٰ مقام حاصل کر لے، حدیث کے متن، اس کی اسناد اور متعلقہ مباحث پر اسے کتنا ہی عبور حاصل ہو جائے۔ لیکن یہ کتابی علم صرف ایک ظاہری خول ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ عمل کی روح نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پر کاہ کے برابر وقعت نہیں رکھتا۔ حدیث پڑھنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ اس سے اتباع سنت کا اہتمام پیدا ہو۔ فضائلِ اعمال کا شوق بیدار ہو۔ خوفِ خدا، آخرت کی فکر، تعلق مع اللہ اور معاصی سے اجتناب میں ترقی ہو، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت میں اضافہ ہو۔ اگر حدیث پڑھنے کے دوران یہ چیزیں پیدا نہ ہوئیں تو خواہ کسی نے علمی طور پر کتنے مباحث یاد کر رکھے ہوں اس نے حدیث کا کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا۔

لہٰذا دورۂ حدیث کے سال میں پہنچنے کے بعد اپنی زندگی میں ایک نمایاں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔ اس زمانہ میں لایعنی مشاغل سے مکمل اجتناب کر کے دن رات یہ فکر رہنی چاہئے کہ ہمارے اعمال و اخلاق ہماری سیرت و کردار، ہمارے اقوال و افعال اُس سیرت طیبہ کے کتنے موافق ہیں، جو ہم صبح و شام پڑھ رہے ہیں۔ فضائل کی احادیث صرف تلاوت کی چیز نہیں ہیں۔ اور نہ صرف اس کام کیلئے ہیں کہ انہیں وعظ و تقریر میں بیان کیا جائے۔ وہ دراصل ہمارے لئے ہیں، ہماری زندگی سنوارنے کیلئے ہیں۔ اور اگر ہم ان پر عمل نہ کریں تو اُن پر عمل کیلئے کوئی دوسری مخلوق پیدا نہیں ہوگی۔

لہٰذا حدیث پڑھنے کے دوران اعمال و اخلاق کی اصلاح کی بطور خاص فکر کرنی چاہئے۔ اور فضائل و مستحبات کا اہتمام کرنا چاہئے۔ اگر حدیث کے علمی مباحث یاد کرنے میں کوئی کمی کوتاہی رہ جائے تو وہ اتنی خطرناک نہیں جتنی خطرناک بات یہ ہے کہ حدیث میں علمی مہارت پیدا کرنے کے باوجود اعمال و اخلاق اور سیرت و کردار میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہو۔ اور اگر خدانخواستہ اس علمی مہارت سے دل میں خود پسندی، تکبر اور اپنی ذات کا پندار پیدا ہو جائے تو اس سے زیادہ مہلک چیز کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان بلاؤں سے محفوظ

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

رکھے۔ آمین۔

آخر میں طلباء سے ملتجیانہ درخواست ہے کہ وہ اس ناچیز کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اور اس کتاب سے جب انہیں کوئی فائدہ پہنچے تو حیاً ومیتاً احقر اور مرتّب سلّمہٗ کیلئے دعا فرما دیا کریں۔

وَمَاتَوْفِيْقِي إِلاَّ بِاللهِ الْعَظِيْمِ

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

خادم طلبہ دار العلوم کراچی

۱۵ شوال المکرم ۱۴۰۰ھ

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

مقدمۂ تحقیق

حامدا ومصليا:

داعیۂ تحقیق:

شیخ عبد الفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام سے علمی اور تحقیقی دنیا میں کون شخص ناواقف ہوگا، ان کا ایک قول بندے کی نظر سے گزرا، فرماتے ہیں:

وقد اقترح علي بعض العلماء المحبين أن أجعل هذه التعليقات التي تضاعف بطولها وسَعتِها أضعافا كثيرة عن حجم الأصل المعلق عليه كتابا جديدا مستقلا يندرج الأصل فيه، وأنسبه لنفسي، وأتصرف فيه بحسب تخطيطي ودرسي، فأجبت بأن إتمام بناء الآباء خير مئة مرة من إنشاء البناء من الأبناء، فضلا عن أنه جزء من الحق الذي لهم علينا والوفاء، فهم الأصل الأصيل، والنور الدليل، والفهم المستقيم، والعلم القويم، وما تركوا في آثارهم من بقايا فجوات طفيفة، لا يقتضي منا تخطيهم والإعراض عن آثارهم النفيسة. (۱)

اس عبارت میں مقصودی بات یہ ہے کہ:

”بڑوں کی کتابوں کی تکمیل چھوٹوں کی نئی کتابیں لکھنے سے سو (۱۰۰) دفعہ بہتر ہے۔“

اس سے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ ہمیں بھی اپنے اکابر کی گراں قدر تصانیف پر کام کر کے ان سے استفادہ کو سہل بنانا چاہیے، چنانچہ اس نوعیت کا پہلا کام ہم نے حج وعمرہ کے مسائل پر عربی زبان میں لکھی ہوئی مایہ ناز

---

(۱) تقدمة الطبعة الثالثة علي الرفع والتكميل للشيخ عبد الفتاح أبي غدة رحمه الله تعالى، ص:٦. (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

کتاب "غنية الناسك في بغية المناسك" پر کیا، جس کی تحقیق وتخریج کے دوران حضرت والا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم سے مشاورت جاری رہی، یہ کام مکمل ہونے کے بعد آپ نے ہماری توقعات سے بڑھ کر اُس کو پسند فرمایا اور ہماری حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے اس پر ایک جامع تقریظ بھی رقم فرمادی۔

اس کے بعد ہم نے حضرت والا کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی کہ ہمیں اپنی کتابوں میں سے کسی کتاب پر تحقیق وتخریج کا کام کرنے کی اجازت دی جائے، تاکہ آنجناب کی علمی خدمات میں ہمارا بھی کچھ نہ کچھ حصہ ہوجائے، آپ نے یہ درخواست قبول فرماکر ہمیں پہلے "تقریرِ ترمذی" پر اور بعدازاں "درسِ ترمذی" پر کام کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

درس ترمذی وتقریر ترمذی پر تحقیقی کام:

الحمدللہ تقریباً ڈھائی سال کے عرصہ میں "تقریرِ ترمذی" کا کام حضرت والا کی نگرانی اور مسلسل مشاورت سے مکمل ہوا جس پر آپ نے اطمینان کا اظہار فرمایا، چونکہ شروع میں ہمیں صرف "تقریر ترمذی" پر کام کی اجازت ملی تھی اس لیے حضرت والا نے اس پر باقاعدہ تقریظ لکھی اور ہم نے مقدمۂ تحقیق لکھا، لیکن بعد میں یہ طے ہوا کہ "تقریر ترمذی" کو "درسِ ترمذی" کا حصہ بناکر جلد چہارم اور پنجم کے نام سے شائع کیا جائے گا، چنانچہ اس تقریظ اور مقدمہ کو "درسِ ترمذی جلد چہارم" کے شروع میں برقرار رکھا گیا تاکہ "تقریرِ ترمذی" کا مختصر تعارف اور اس پر ہونے والے کام کی تفصیل بھی مدنظر رہے۔

"تقریرِ ترمذی" کے کام سے فراغت کے بعد حضرت والا نے "درسِ ترمذی" (جلد اول) پر بھی اسی انداز سے کام کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی، جو یقیناً ہمارے لیے بڑا اعزاز تھا۔

حضرت والا کی دعاؤں سے "درسِ ترمذی" پر کام شروع کرنے کے بعد جہاں جہاں مشاورت کی ضرورت پیش آتی رہی، حضرت والا اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود نہایت فراخ دلی کے ساتھ ہماری رہنمائی فرماتے رہے، یہاں تک کہ تین سال کے عرصہ میں یہ کام بھی اختتام پذیر ہوا۔

درسِ ترمذی کے مرتب اور محققِ اوّل:

"درس ترمذی": اس سے پہلے حضرتِ والا کے خواہرزادہ حضرت مولانا رشید اشرف سیفی صاحب رحمۃ اللہ

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

علیہ بڑے وقیع انداز میں تخریج کا کام کر چکے تھے، جو یقیناً اس وقت کے لحاظ سے ان کی قابلِ ستائش محنت اور بہترین کاوش تھی، لیکن مرورِ زمانہ کے ساتھ اس پر مزید گہرائی و گیرائی سے کام کرنے کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی، جو کہ ان کی زندگی میں تو پوری نہ ہوسکی، لیکن ان کے انتقال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس ضرورت کو زیرِ نظر تحقیق و مراجعت کے ذریعے سے پورا فرمادیا۔ کاش! آج وہ حیات ہوتے اور یہ سارا کام ان کی سرپرستی میں ہوجاتا تو وہ بہت خوش ہوتے اور ہمیں خوب دعاؤں سے نوازتے، بہرحال اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ اس کام سے ان کی روح کو تسکین ضرور ملے گی اور یہ اُن کے لئے تاقیامت صدقۂ جاریہ ہوگا؛ کیونکہ اس کام کا اول و آخر انہی کی محنتوں کا نتیجہ ہے۔ فرحمه الله رحمة واسعة.

منہجِ تخریج:

"درسِ ترمذی" کے موجودہ کام میں یہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے کہ نئے کام کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا رشید اشرف سیفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کام کو برقرار رکھا گیا ہے اور دونوں کاموں میں فرق ظاہر کرنے کے لئے درج ذیل اصول کو مدنظر رکھا گیا ہے:

۱) جو حوالے پہلے سے موجود تھے اور ان میں کوئی کمی بیشی نہیں کی گئی، ان کے آخر میں حرف "ر" لکھ دیا گیا، یعنی مولانا رشید اشرف صاحب رحمہ اللہ۔ ایسے مواضع تقریباً چار سو سات (۴۰۷) ہیں۔

۲) جو حوالے پہلے سے موجود تھے، لیکن ان میں کسی اضافے کی ضرورت تھی، ان کے آخر میں حرف "ر،ز" لکھ دیا گیا، یعنی مولانا رشید اشرف صاحب رحمہ اللہ کے حوالے میں زیادت، ایسے مواقع تقریباً ایک سو پچپن (۱۵۵) ہیں۔

۳) جو حوالے پہلے سے موجود تھے، لیکن متن سے پوری طرح مطابقت نہیں رکھتے تھے، ان کی جگہ دوسرے حوالے لگائے گئے، ان کے آخر میں "ر، ت" لکھ دیا گیا، یعنی مولانا رشید اشرف صاحب رحمہ اللہ کے حوالے میں تبدیلی، ایسے مواقع تقریباً ستاسٹھ (۶۷) ہیں۔

۴) جہاں پہلے سے کوئی حوالہ موجود نہیں تھا اور ہم نے وہاں حوالہ لگایا، اس کے آخر میں حرف "ج" لکھ دیا گیا یعنی جدید حوالہ، ایسے مواقع تقریباً تین ہزار چار سو ستاسی (۳۴۸۷) ہیں۔

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

اضافی کام:

۱۔ جہاں جہاں عنوان کی ضرورت تھی، وہاں مناسب عنوانات لگائے گئے ہیں۔

۲۔ جن مقامات پر حضرت والا نے اپنی مجتہدانہ بصیرت سے کوئی رائے قائم فرمائی ہے وہاں "میری رائے" کا عنوان دیا گیا ہے۔

۳۔ جو حوالے متن میں لکھے گئے تھے ان کو نیچے حاشیہ میں منتقل کیا گیا۔

۴۔ متن میں جہاں حذف وترمیم یا تبدیلی کی ضرورت تھی، وہاں حضرت والا کے فرمان کے مطابق تبدیلی کی گئی جبکہ بعض اُمور سے متعلق وضاحت کو حضرت والا کی اجازت سے حاشیہ میں ملاحظہ کی شکل میں درج کیا گیا۔

۵۔ بعض معمولی نوعیت کے قابل اصلاح مقامات کو حضرت والا کی اجازت سے اپنے کام کرنے والے ساتھیوں کی باہمی مشاورت سے درست کیا گیا۔

۶۔ اردو وعربی عبارات میں املاء وترقیم کی کمی کو حتی الوسع پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۷۔ اعلام اور بعض کتب کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔

۸۔ تمام ابواب کے شروع میں حدیثِ باب کی عبارت نقل کی گئی ہے۔

۹۔ ائمۂ اربعہ کے اقوال اور مذاہب پر ان ہی کے مذہب کی کتابوں سے حوالہ دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

۱۰۔ حدیث کا حوالہ کتبِ حدیث سے، فقہی مسائل کا کتب فقہیہ سے، لغوی تحقیقات کا کتب لغت سے اور اعلام وغیرہ کے تعارف کا حوالہ کتبِ تراجم سے دیا گیا ہے۔

۱۱۔ حدیثِ باب کی حتی الامکان صحاحِ ستہ سے اور بوقتِ ضرورت دیگر کتبِ حدیث سے تخریج کی گئی ہے۔

۱۲۔ اگر حضرتِ والا نے حدیث کے کسی جزء سے استدلال کر کے باقی حدیث ذکر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی تو حوالہ میں "جزء من حديث أخرجه" کہہ کر حدیث کے بقیہ حصہ کو بھی ذکر کیا گیا ہے تاکہ پوری حدیث قاری کے سامنے آسکے۔

۱۳۔ جس جگہ متن میں حدیث کی عبارت مذکور تھی، وہاں حوالہ میں "أخرجه" کا لفظ استعمال کیا گیا اور جہاں حدیث کی عبارت مذکور نہ تھی تو وہاں صرف کتاب کا نام لکھ کر حوالہ دیا گیا ہے۔

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

۱۴۔ تمام حوالہ جات میں کتاب، باب، فصل اور جلد وصفحہ نمبر لکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے؛ البتہ متون الحدیث میں جلد اور صفحہ کے بجائے رقم الحدیث لکھنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

۱۵۔ دورانِ تخریج جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہے ان سب کی مکمل فہرست جلد پنجم کے آخر میں ذکر کی گئی ہے تاکہ تکرار سے بچا جا سکے۔

حضرتِ والا کا مشفقانہ رویہ:

مجھے اس بات کی بھی بڑی خوشی ہے کہ یہ سارا کام حضرت والا کی سرپرستی میں ہوا، جس سے کام کرنے میں کافی آسانی پیدا ہوئی اور اس کام کی برکت سے مختلف موقعوں پر حضرت والا سے براہِ راست فیض یابی کی سعادت حاصل ہوئی اور ایک موقع پر تو پورا ہفتہ بعد نماز مغرب تا عشاء حضرت والا کے دار المطالعہ میں ان سے ملاقات اور قابل غور مقامات پر مشاورت کا سلسلہ جاری رہا، جس میں حضرت والا اپنے عاجزانہ مزاج کے مطابق ہماری ہر طالب علمانہ رائے پر خوشی کا اظہار فرماتے رہے اور ہم زبان حال سے یہ کہتے رہے:

اے کاش کہ تھم جائے ذرا گردشِ دوراں
کچھ دیر ٹھہر جائیں یہ شام وسحر اور

ان یادگار ملاقاتوں کے حسین سلسلہ میں آخری موقع پر فرمایا کہ تمام ساتھیوں کو آیندہ ماہ ملتان (دفتر وفاق المدارس) لے آئیں، تاکہ میں انہیں انعامات دوں، چنانچہ حسبِ ارشاد بندہ اپنے تمام ساتھیوں کو لے کر حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت والا نے تمام ساتھیوں کو غیر معمولی انعامات سے نوازا اور ساتھ فرمایا:

"ارے بھائی! اصل انعام تو آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملے گا"

اس کے بعد چند قیمتی نصائح ارشاد فرما کر آخر میں فرمایا:

''ان شاء اللہ آپ لوگوں کے اس کام کا نفع عام بھی ہوگا اور تام بھی''

یہ بات سن کر دل کو بڑا اطمینان ہوا کہ اگرچہ ہمارا یہ کام ہر اعتبار سے ناقص سہی، لیکن حضرت والا کی زبان سے نکلی ہوئی بات ان شاء اللہ رائیگاں نہیں جائے گی؛ کیونکہ ''قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید''۔

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کام کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں، اخلاص وللّٰہیت سے نوازیں اور اس کو میرے اور میرے تمام رفقائے کار کے لیے دنیا وآخرت میں سرخ روئی کا ذریعہ بنائیں۔

فی الحال نئی تحقیق شدہ جلدیں:

فی الحال ہمارا کام "تقریرِ ترمذی" کی دونوں جلدوں اور "درسِ ترمذی" کی صرف جلد اول پر مکمل ہو چکا ہے، اب یہ نیا کام قدیم "درسِ ترمذی" کی "جلد ثانی وثالث" کو ساتھ ملا کر یکجا پانچ جلدوں میں "درسِ ترمذی" کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے اور باقی دو جلدوں پر ابھی کام جاری ہے، ان شاء اللہ ان پر کام مکمل ہونے کے بعد تمام جلدیں نئی تحقیق وتخریج کے ساتھ شائع ہو جائیں گی۔ وما ذلك على الله بعزيز.

اظہارِ تشکر:

سب سے پہلے میں ربِ ذوالجلال کا بے حد شکر گزار ہوں، جس نے اس گراں قدر خدمت کی مجھ جیسے نا اہل اور کمزور طالب علم کو توفیق بخشی، ورنہ:

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل

نسیم صبح تیری مہربانی

اس کے بعد میں اپنے ان تمام ساتھیوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے دامے، درمے، سخنے اس کام میں میری معاونت فرمائی ہے، بالخصوص مفتی نور بادشاہ صاحب، مفتی مسعود الرحمن صاحب، مفتی بصر محمد صاحب صوابوی، مفتی اویس احمد صاحب، مولانا ڈاکٹر محمد عادل صاحب، مولوی اختر عالم صاحب، مولوی محمد عثمان صاحب، مولوی صہیب احمد صاحب اور بنتِ معراج الرحمٰن صاحبہ، جن کی انتھک محنتوں سے یہ کام کامیابی سے تکمیل پذیر ہوا۔

نیز میں مولانا محمد وقار اعظم صاحب اور مولانا عبد الرقیب صاحب بنگلہ دیشی ۔ زید مجدھما ۔ کا بھی احسان مند ہوں، جنہوں نے مقدمۂ درس ترمذی کا نہایت باریک بینی سے جائزہ لیتے ہوئے بعض قابل غور مقامات کی نشاندہی فرمائی۔

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ان کے علاوہ حضرتِ والا کے معاون خصوصی مولانا محمد شاکر جکھوراصاحب ۔ زادت فیوضھم ۔ کا بھی میں دل سے شکرگزار ہوں، جو اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود اس کام میں وقتاً فوقتاً ہماری خبرگیری کرتے رہے اور قابلِ غور مقامات پر نظرثانی کرکے پوری تندہی کے ساتھ حضرت والا کی خدمت میں پیش فرماتے رہے۔ فجزاھم اللہ عني جمیعا أحسن الجزاء.

آخر میں قارئین سے التماس ہے کہ موجودہ کام میں کسی بھی غلطی یا فروگزاشت پر مطلع ہونے کی صورت میں راقم کو ضرور مطلع فرمائیں، تاکہ نئے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جاسکے۔ وأجرکم علی اللہ.

ابوبکر احسان کاکاخیل

دار الإفتاء و التحقیق مدرسۃ انوار الحرمین، مردان

muftisaniihsan@gmail.com

۱۲/ربیع الاول ۱۴۴۴ھ = ۲۰۲۲/۱۰/۰۸ م

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

درس ترمذی کی چند خصوصیات:

اردو زبان میں جامع ترمذی کی مختلف شروحات لکھی گئی ہیں جن میں سے ہر ایک اس کے مؤلف کے مزاج اور ذوق کے لحاظ سے مختلف خصوصیات کا حامل ہے، تاہم حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے اپنے مخصوص لب ولہجہ میں جس طریقہ سے سنن ترمذی کی مختلف احادیث پر روشنی ڈالی ہے، اس میں وہ یکتا اور یگانۂ روزگار نظر آتے ہیں، ان خصوصیات میں سے چند درج ذیل ہیں:

○ باوجودیکہ درس ترمذی حضرت کی تحریر کردہ باقاعدہ تصنیف یا تالیف نہیں بلکہ ان کی درسی تقاریر کا مجموعہ ہے، لیکن الفاظ ایسے جچے تلے، بامعنی اور برمحل کہ قاری یوں محسوس کرتا ہے جیسے ہر لفظ کو خوب سوچ سمجھ کر لکھا گیا ہو اور مناسب نہ ہونے کی صورت میں مٹا کر دوبارہ لکھا گیا ہو۔

○ اندازِ بیان نہایت عام فہم، مختصر، جامع اور دل نشین ہے جو کہ دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے۔

○ ان ابحاث پر زیادہ تر کلام کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن پر عام طور سے کلام نہیں کیا جاتا۔

○ دورِ حاضر کے جدید مسائل کا جگہ جگہ احادیث سے استنباط کر کے فقہائے احناف کی آراء کی روشنی میں ان کا حکم بیان فرمایا ہے۔

○ کسی مخالف مسلک والے کا نام لیتے ہوئے یا کوئی اختلافی مسئلہ بیان کرتے ہوئے مدمقابل کے ادب واحترام کا پورا لحاظ رکھا ہے اور اپنا مدعا پیش کرنے میں اعتدال پسندی سے کام لیا ہے۔

○ اگر کسی مسئلہ میں احناف کا مستدل حضرت مدظلہم کے فقہی ذوق کے اعتبار سے کمزور تھا تو محتاط انداز میں اس کی بھی نشاندہی فرمائی ہے۔

○ کسی جدید مسئلہ میں ذاتی توجیہ کو حرفِ آخر نہیں سمجھا بلکہ دیگر علمائے وقت کو بھی اس پر غور وفکر کی دعوت دی ہے۔

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

کچھ صاحبِ "درس ترمذی" کے بارے میں:

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اگر ان کے تعارف اور سوانح پر پوری کتاب لکھی جائے تو بھی شاید ناکافی ہو؛ کیونکہ آپ بیک وقت محدث، فقیہ، شیخ طریقت، قانون دان، مصنف، ماہر معاشیات، ادیب اور کئی زبانوں کے ماہر ہیں، تاہم "ما لا یدرك كله لا يترك كله" پر عمل کرتے ہوئے ان کا مختصر تعارف، علمی خدمات اور اہل علم کا ان پر اعتماد سے متعلق چند باتیں پیشِ خدمت ہیں:

نام اور ولادت:

آپ مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے سب سے چھوٹے فرزند ارجمند اور مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کے چھوٹے بھائی ہیں، آپ کی پیدائش ۵ رشوال ۱۳۶۲ھ بمطابق اکتوبر ۱۹۴۳ء ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کے ضلع سہارنپور کے مشہور قصبہ دیوبند میں ہوئی۔

تعلیم:

آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم مرکزی جامع مسجد تھانوی جیکب لائن کراچی میں حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی صاحب کے قائم کردہ مدرسہ اشرفیہ سے حاصل کی اور پھر آپ نے اپنے والد ماجد کی نگرانی میں دار العلوم کراچی سے ۱۳۷۹ھ، ۱۹۶۰ء میں درس نظامی کی تکمیل کی اور ۱۹۶۱ء میں اسی ادارہ سے تخصص فی الافتاء کیا۔

۱۹۶۴ء میں کراچی یونیورسٹی سے بی اے، ۱۹۶۷ء میں کراچی یونیورسٹی سے ایل ایل بی اور ۱۹۷۰ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے عربی کا امتحان امتیازی درجے کے ساتھ پاس کیا۔

تدریس:

آپ دار العلوم کراچی میں ۱۹۶۴ء سے لے کر تا حال تدریس کے شعبہ سے وابستہ ہیں اور حدیث، فقہ

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

کے علاوہ مختلف اسلامی علوم کی تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں اور کئی سالوں سے جامعہ دار العلوم کراچی میں شیخ الحدیث کے اعلیٰ منصب پر فائز ہیں۔

اجازتِ حدیث:

آپ کو عصر حاضر کے نامی گرامی مشائخ کی طرف سے اجازت حدیث سے نوازا گیا، جن میں ان کے والد محترم مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب، شیخ الحدیث مولانا ادریس کاندھلوی صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلوی صاحب، قاری محمد طیب صاحب اور شیخ محمد یاسین الفادانی المکی رحمہم اللہ شامل ہیں۔ شیخ محمد یاسین الفادانی نے آپ کو اپنے مسلسلات کی اجازت دینے کے ساتھ ساتھ ان کا مجموعہ "الفيض الرحماني بإجازة الشيخ محمد تقي العثماني" کے نام سے شائع کیا ہے۔

تصوف وسلوک:

تصوف وسلوک کے حوالے سے آپ نے والد ماجد کے حکم پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفۂ اجل عارف باللہ "ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی" قدس اللہ سرہ کی صحبت اختیار کی اور خلعتِ خلافت سے نوازے گئے۔

مناصب:

- جامعہ دار العلوم کراچی کے نائب صدر ہونے کے ساتھ ساتھ شعبہ تصنیف وتالیف وافتاء کی نگرانی اور ماہنامہ البلاغ کے مدیر اعلیٰ۔
- جدہ کے مجمع الفقہ الاسلامی کے نائب صدر۔
- مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کے مجمع الفقہ الاسلامی کے ممبر۔
- ڈبلن میں لجنۃ الفتوی والبحوث الاروبیہ کے ممبر۔

مختلف خدمات:

- ۱۹۷۳ء کے آئین کو قرآن وسنت کے مطابق ڈھالنے کے لیے حدود آرڈیننس کی تیاری میں

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

اہم کردار ادا کیا۔

- ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۲ء تک وفاقی شرعی عدالت اور ۱۹۸۲ء سے ۲۰۰۲ء تک سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت اپیلٹ بنچ (Appellate Bench) کے جج رہے۔
- آپ نے بحیثیتِ جج کئی اہم فیصلے کئے جن میں سے بعض "عدالتی فیصلے" کے نام سے چھپ چکے ہیں، ان میں سود کو غیر اسلامی قرار دے کر اس پر پابندی کا فیصلہ تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ ۲۰۰۲ء میں اسی فیصلہ کی پاداش میں آپ اس عہدے سے برطرف کر دیئے گئے۔
- چونکہ جدید معاشی نظام کی اساس اور بنیاد بینکنگ ہے، جس کا پورا ڈھانچہ سود کی بنیادوں پر استوار ہے، جس کی وجہ سے پوری دنیا کو سود نے اپنی لپیٹ میں لیا ہے، اس لعنت سے نکلنے کے لیے آپ نے شریعت کی حدود میں رہ کر اسلامی بینکاری کا ایسا نظام وضع کیا، جو عصر حاضر کے تمام معاشی تقاضوں سے ہم آہنگ ہے اور ساری دنیا میں نہایت تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے۔
- حضرت بنوری رحمہ اللہ کی ہدایت پر ۱۹۷۴ء کی قادیانی مخالف تحریک میں اہم کردار ادا کیا، قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی اس تحریک میں آپ نے "حضرت مولانا سمیع الحق صاحب" رحمہ اللہ کے ساتھ مل کر ایک دستاویز تیار کی جو قادیانیوں کے خلاف پارلیمنٹ میں پیش کی گئی۔

اہل علم کی نظر میں آپ کا مقام:

- شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ نے آپ کی علمی اور تحقیقی شان سے متاثر ہوکر فرمایا: "لو كنت تفاحة لأكلتك" یعنی اگر آپ سیب ہوتے تو میں آپ کو کھا لیتا اور کبھی آپ کے بارے میں فرمایا: "تفاحة الهند وباكستان" یعنی آپ پاک و ہند کے سیب ہیں۔ (۱)
- ڈاکٹر علامہ یوسف القرضاوی ایک جگہ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقد لمست فيه عقلية الفقيه، المطلع على المصادر، المتمكن من النظر والاستنباط، القادر على الاختيار والترجيح.

یعنی میں نے آپ کے اندر فقہی سمجھ، مصادر و ماخذ پر عبور، فقہ میں نظر و فکر، استنباط کا ملکہ اور ترجیح

---

(۱) نقوش رفتگاں، مفتی تقی عثمانی، عنوان: شیخ عبدالفتاح أبو غدہ، ص: ۸۸. (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

واختیار پر خوب قدرت محسوس کی۔(۱)

○ آپ کے والد محترم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے ایک موقع پر فرمایا کہ: تم محمد تقی کو کیا سمجھتے ہو، یہ مجھ سے بہت اوپر ہیں اور یہ حقیقت ہے۔(۲)

شیخ الاسلام کا لقب:

ایک مجلس جس میں مختلف مکاتب فکر کے جید علماء موجود تھے، کسی نے علامہ عطاء اللہ شاہ بخاری کے سامنے کسی کے لیے شیخ الاسلام کا لقب استعمال کیا تو شاہ صاحب نے اس کی بات کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ شیخ الاسلام کے لقب کا وہی شخص زیادہ مستحق ہوگا، جو علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی صحیح مسلم کی شرح "فتح الملہم" کی تکمیل کرے، چنانچہ حضرت مفتی صاحب زیدہ مجدہم نے اس شرح کی نہ صرف تکمیل فرمائی بلکہ اس کی تکمیل کا حق ادا کر دیا اور بڑے علماء کی ایک مجلس میں آپ کو شیخ الاسلام کے لقب سے نوازا گیا۔(۳)

اسی طرح مجمع الفقہ الاسلامی جدہ کے مدیر اعلی شیخ حبیب الخوجہ نے پاکستان میں مختلف مجالس میں آپ کا ذکر شیخ الاسلام کے لقب سے کیا اور فرمایا: "قال شیخنا شیخ الإسلام "(۴)

نیز مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب نے فرمایا کہ: شیخ الحدیث مولانا سحبان محمود صاحب (مفتی محمد تقی صاحب کے استاذ) نے مجھ سے فرمایا کہ: میرا دل چاہتا ہے کہ میں ان (مفتی محمد تقی عثمانی) کو شیخ الاسلام کا لقب دوں۔(۵)

ان سب کے باوجود آپ کی تواضع کا یہ عالم ہے کہ جب بھی کسی مجلس میں آپ کو شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کیا گیا تو آپ نے ناراضگی کا اظہار فرما کر اس سے منع فرمایا۔

---

(۱) تكملة فتح الملهم بشرح صحيح الإمام مسلم، التصدير للعلامة يوسف القرضاوي ١/١٠.(ج)

(۲) إنعام الباري دروس صحيح البخاري، مفتي محمد تقي عثماني، عنوان: عرض مرتب ١/٢٨.(ج)

(۳) الفتح الرباني في التعليقات على أصول الإفتاء وآدابه لمحمد هارون بن محب الرحمان: مقدمة في بعض أحوال شيخ الإسلام محمد تقي العثماني، ص: ٢١.(ج)

(۴) الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية للجوهري، باب الثاء، فصل الحاء، مادة: حدث ١/٢٧٨.(ج)

(۵) نفس المصدر.(ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

مشہور تصانیف:

علوم القرآن۔

تفسیر معارف القرآن کا انگریزی ترجمہ۔

آسان ترجمہ قرآن۔

بائبل سے قرآن تک۔

تکملہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم۔

بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرۃ۔

اصول الافتاء۔

فقہ البیوع۔

توثیق الدیون۔

فتاوی عثمانی۔

انعام الباری شرح صحیح البخاری۔

درس ترمذی شرح جامع الترمذی۔

عیسائیت کیا ہے؟

حضرت امیر معاویہ اور تاریخی حقائق۔

حجیتِ حدیث۔

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مرتب

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده

صد شکر کہ درسِ ترمذی جلدِ ثالث تکمیل کے بعد آپ کے سامنے ہے، عزیز طلبہ اور مشتاقانِ علومِ حدیث نے اس کے انتظار میں ایک عرصہ تک جو زحمت اٹھائی وہ مخفی نہیں، احقر کو بھی اس کا بخوبی اندازہ ہے، اسبابِ تاخیر اور اعذار کی تفصیل میں جائے بغیر اتنا عرض ہے کہ دار العلوم میں اپنے تعلیمی فرائض کی انجام دہی کے بعد اس ناکارہ کے بیشتر اوقات بالخصوص چھٹی کے ایام "درسِ ترمذی" ہی کے لئے وقف رہے، بلا شبہ یہی بندہ کی زندگی کے بہترین لمحات تھے۔

اس علمی و تحقیقی کام کی مشکلات کم نہ تھیں، اپنی بے مائیگی اور کم علمی کی بناء پر اس میں کہیں زیادہ اضافہ ہوا اور اس کے لئے جس قدر دماغ سوزی اور عرق ریزی ہوئی اور جو محنت و کاوش کرنا پڑی، اس کا تصور بھی مشکل ہے۔

جلدِ ثالث میں بھی تحقیقی حواشی کے علاوہ بہت سے ایسے ابواب جن پر حضرت استاذ محترم - أدام اللہ بقائہ - نے کوئی کلام نہ فرمایا تھا، ضرورت محسوس ہونے پر ان میں سے متعدد ابواب کی مختصر شرح احقر نے کتب شروحِ حدیث کی طرف مراجعت کر کے لکھ دی ہے، اس جلد میں ایسے ابواب کی مجموعی تعداد تیس ہے، متعدد ابواب میں متعدد اضافے اس کے علاوہ ہیں، دونوں طرح کے ابواب کی اپنے اپنے مقام پر نشاندہی بھی کردی گئی ہے۔

الحمد للہ حاشیہ میں بھی بہت سی کار آمد و مفید باتیں اور اہم مباحث آگئی ہیں، اس جلد میں سہولت کے لئے حاشیہ سے بھی اہم فوائد و مباحث کی فہرست بنادی ہے۔

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

راقم الحروف کی تمام تر کوشش و کاوش کے باوجود عین ممکن ہے کہ ضبط و ترتیب یا تحقیق و تعلیق میں غلطیاں رہ گئی ہوں، اس لئے اہلِ علم حضرات سے درخواست ہے کہ ایسی کسی بھی غلطی کا علم ہونے پر حوالہ کے ساتھ مطلع فرما کر احسان فرمائیں۔

آخر میں ان سب حضرات کا ممنون ہوں جنہوں نے اس کام میں کسی بھی درجہ میں مدد کرائی یا مفید مشوروں سے نوازا بالخصوص عزیزم مولانا نور البشر صاحب حفظہ اللہ جو اس کے ایک بڑے حصے کے معین رہے اور عزیزان مولوی عبد القادر، مولوی عصمت اللہ اور مولوی حفیظ اللہ سلمہم جو ترتیب یا تصحیح کے مختلف مراحل میں مددگار رہے، اللہ تعالیٰ ان سب کو دنیا و آخرت میں اس کا بہتر سے بہتر اجر عطا فرمائے، آمین۔

جہاں تک صاحبِ امالی استاذِ محترم حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب -زید مجدہم- کی شفقتوں اور علمی و فکری رہنمائی کا تعلق ہے سو احقر تشکر کے رسمی الفاظ سے احسان مندی کے ان جذبات کی توہین کرنا پسند نہیں کرتا جو بندہ کے دل میں ہیں:

توقع سے تیرے لطف و کرم کو بیشتر پایا
میں خود شرما گیا جب اپنا دامن مختصر پایا

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو زیادہ سے زیادہ نافع بنا کر شرفِ قبول فرمائے اور "حضرت استاذِ محترم دام اقبالہم" اور اس "ناکارہ مرتب" کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز

بندہ رشید اشرف سیفی عفا اللہ عنہ

دار العلوم کراچی پاکستان

۲۸/ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

انتساب

اس جلیل القدر ہستی کے نام جسے دنیا شیخِ طریقت، مفسّرِ قرآن، فقیہ النفس مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) جیسے گراں قدر القاب و نام سے یاد کرتی ہے۔

وہ عظمتِ اسلام کا تابندہ ستارہ
توصیف سے جس کی مری عاجز ہے زباں آج
وہ گنجِ گراں مایہ علومِ نبوی کا
عالم میں اسی فیض کے دریا ہیں رواں آج
وہ مفتی اعظم وہ معارف کا خزینہ
وہ جس کے فتاویٰ سے منور ہے جہاں آج

شفقت و رحمت کا یہ ہر دلعزیز پیکر تمام تر عظمتوں کے ساتھ "نانا محترم" ہونے کی نسبت سے بھی ہمیشہ اس ناکارہ (جسے ان کے سایۂ عاطفت میں پروان چڑھنے کی سعادت حاصل رہی) کی عقیدت و محبت کا محور رہا۔

قربِ قرابت کی سعادت کے ساتھ اگر ان کے اسوہ کی اتباع بھی نصیب ہو جائے تو زہے نصیب۔

أعلى الله درجاته في أعلى عليين

رشید اشرف سیفی عفا اللہ عنہ

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی
أَمَّا بَعْدُ

مُقَدِّمَة:

مبادیاتِ علم حدیث:

اہلِ علم کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہر علم کے شروع میں خاص طور پر علمِ حدیث کی ابتداء میں اس علم کے مبادی سے متعلق کچھ مباحث بیان کرتے ہیں، ان مباحث کو "رؤوس ثمانیة" کہتے ہیں، جو آٹھ باتوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔

(۱) علم کی تعریف (۲) موضوع (۳) غرض وغایت (۴) وجۂ تسمیہ (۵) علم کی فضیلت (۶) اس علم کی مصنفات کی اقسام (۷) علم کی تدوین کی تاریخ (۸) اجناس العلوم میں اس کا مقام۔[۱]

ہم اس علم کے مقدمہ میں جو باتیں بیان کرنا چاہتے ہیں ان میں یہ آٹھوں چیزیں بھی شامل ہوں گی اور ان کے علاوہ کچھ اور ضروری مباحث بھی ہیں، اس لیے اس مقدمہ کے مباحث "رؤوس ثمانیة" کی ترتیب سے قدرے مختلف ہوں گے۔

حدیث کے لغوی اور اصطلاحی معنی:

لغتِ عرب کے امام علامہ جوہری[۲] نے صحاح میں حدیث کے معنی اس طرح بیان کیے ہیں کہ:

---

(۱) كشّاف اصطلاحات الفنون والعلوم لمحمد بن علي التهانوي، المقدمة، الرؤوس الثمانية ۱/۱۴، ونصه: «قالوا: الواجب على من شرع في شرح كتاب ما أن يتعرّض في صدره لأشياء قبل الشروع في المقصود، يسميها قدماء الحكماء: الرؤوس الثمانية إلخ». (ج)

(۲) آپ کا پورا نام أبو نصر إسماعيل بن حماد الجوهری الفارابي ہے، (۰۰۰-۳۹۳ھ = ۰۰۰-۱۰۰۳م) آپ =

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

"والحديث: الخبرُ، يأتي على القليل والكثير، ويُجمَعُ على أحاديثَ على غير قياس"[۱] یہ حدیث کے لغوی معنی ہیں۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ حدیث لغت کے اعتبار سے ہر قسم کے کلام کو کہا جاتا ہے اور حدیث کے اصطلاحی معنی میں علماء کی مختلف عبارتیں ہیں، لیکن یہ اختلافِ اقوال یا تو لفظی ہے یا اعتباری، اس موضوع پر سب سے بہترین بحث علامہ طاہر بن صالح الجزائری[۲] نے اپنی کتاب "توجيه النظر إلى أصول الأثر" میں کی ہے، (یہ چودھویں صدی کی ابتداء کے مشہور عالم ہیں اور ان کی کتاب "توجيه النظر" علمِ اصولِ حدیث میں بڑی جامع کتاب ہے اور حال ہی میں مدینہ طیبہ سے شائع ہوئی ہے) وہ فرماتے ہیں کہ دراصل حدیث علماء اصولِ فقہ کی اصطلاح میں کچھ اور ہے اور محدثین کی اصطلاح میں کچھ اور، اس لیے دونوں کی بیان کردہ تعریفوں میں فرق ہوگیا ہے، اصولیین کے نزدیک حدیث کی تعریف یہ ہے:

"الحديث أقوال النبي ﷺ وأفعاله"[۳]

اس تعریف میں تقریر بھی داخل ہے، اس لیے کہ افعال کا لفظ اس کو بھی شامل ہے، اسی طرح آپ ﷺ کے احوال اختیاریہ بھی افعال کے لفظ میں داخل ہوجاتے ہیں، البتہ اس تعریف کی رو سے وہ روایات حدیث کی تعریف میں نہیں آتیں جن میں آنحضرت ﷺ کے احوال غیر اختیاریہ کو بیان کیا گیا ہے، مثلاً: آپ ﷺ کا حلیۂ مبارک، آپ ﷺ کی ولادت یا وفات کے واقعات کا بیان۔

لیکن علماء اصولِ فقہ کے نقطۂ نظر سے ایسی روایات کا حدیث کی تعریف سے خارج ہوجانا کچھ مضر نہیں؛ کیونکہ علماء اصولِ فقہ کا مقصد حدیث سے استنباطِ احکام ہے اور ان کے نقطۂ نظر سے حدیث صرف وہ ہے جس

= عربی لغت وادب کے امام تھے، ابوعلی الفارسی اور ابوسعید سیرافی رحمہما اللہ کے شاگرد تھے، آپ کے علمی ورثہ میں "الصحاح تاج اللغة"، "عروض الورقة" اور "المقدمة في النحو" شامل ہیں۔ (الدر الثمين في أسماء المصنفين لابن الساعي، ص: ۳۰۶، والأعلام للزركلي ۱/۳۱۳). (ج)

(۱) الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية للجوهري، باب الثاء، فصل الحاء، مادة: حدث ۱/۲۷۸. (ج)

(۲) آپ کا پورا نام طاہر بن صالح الجزائري ہے، (۱۲۶۸-۱۳۳۸ھ = ۱۸۵۲-۱۹۲۰م) آپ اپنے والد محترم شیخ صالح الجزائری، شیخ عبدالرحمن البوسنوی اور علامہ عبدالغنی المیدانی رحمہم اللہ کے شاگرد اور شیخ سعید الباني، ابن الزملکانی اور جمال الفلانسی رحمہم اللہ کے استاد ہیں، آپ کی تصنیفات میں "توجيه النظر إلى أصول الأثر"، "التبيان لبعض المباحث المتعلقة بالقرآن إلخ" وغیرہ شامل ہیں۔ (الأعلام للزركلي ۳/۲۲۱). (ج)

(۳) توجيه النظر إلى أصول الأثر للشيخ طاهر الجزائري، الفصل الأول في بيان معنى الحديث ۱/۱. (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

سے کوئی حکم مستنبط ہوتا ہو اور جن روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوالِ غیر اختیاریہ بیان کیے گئے ہیں ان سے چونکہ کوئی حکم مستنبط نہیں ہوتا اس لیے ان کا حدیث کی تعریف سے خارج ہو جانا علماءِ اصولِ فقہ کے نزدیک مضر نہیں۔

اس کے برخلاف حضراتِ محدثین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال اختیاریہ وغیر اختیاریہ میں کوئی فرق نہیں کرتے اور ان کا مقصود استنباطِ احکام نہیں، بلکہ ہر اس روایت کو جمع کر دینا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی بھی حیثیت سے منسوب ہو، اس لیے ان کے نزدیک حدیث کی تعریف یہ ہے:

"أقوال رسول الله ﷺ وأفعاله وأحواله".[۱]

اب یہ تعریف احوالِ غیر اختیاریہ کو بھی شامل ہوگئی۔

اسی تعریف کو حافظ سخاویؒ[۲] نے "فتح المغيث"[۳] میں اس طرح پھیلایا ہے کہ:

"و(الحديث) لغة: ضد القديم، واصطلاحًا: ما أضيف إلى النبي ﷺ قولًا له أو فعلًا أو تقريرًا أو صفةً، حتى الحركات والسكنات في اليقظة والمنام".[۴]

حدیث کی وجہِ تسمیہ کے بارے میں مختلف توجیہات:

حدیث کی وجہِ تسمیہ یعنی اس کے لغوی اور اصطلاحی معنی میں مناسبت کے بارے میں بھی کئی اقوال ہیں:

---

(۱) المصدر السابق، ونصه: «ذهب بعض العلماء ... فقال في تعريفه: علم الحديث أقوال النبي ﷺ وأفعاله وأحواله ... كوقت ميلاده صلى الله عليه وسلم ومكانه ونحو ذلك»، وكذا في مقدمة فتح الملهم للعلامة شبير أحمد العثماني ۱/۶. (ج)

(۲) آپ کا پورا نام شمس الدین محمد بن عبد الرحمان السخاوي ہے، (۸۳۱-۹۰۲ھ=۱۴۲۷-۱۴۹۷م) آپ محقق ابن الہمام اور حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہما اللہ کے شاگرد اور حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کے استاد ہیں، آپ کو علوم حدیث اور تاریخ میں کافی مہارت حاصل تھی، آپ کی تصنیفات میں "المقاصد الحسنة" اور "الضوء اللامع" وغیرہ شامل ہیں۔ (نظم العقيان للسيوطي، ص: ۱۵۲). (ج)

(۳) یہ کتاب حافظ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، جو کہ حافظ زین الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ کی اصولِ حدیث کے موضوع پر لکھی ہوئی ایک ہزار (۱۰۰۰) اشعار پر مشتمل کتاب کی شرح ہے، علی حسین علی کی تحقیق کے ساتھ مکتبۃ السنہ سے (۲۰۰۳م) میں چھپ چکی ہے۔ (مقدمة فتح المغيث ۱/۱۵). (ج)

(۴) فتح المغيث للسخاوي، مقدمة المؤلف ۱/۲۲. (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

علامہ ابن حجرؒ کی توجیہ:

حافظ ابن حجرؒ[۱] نے "فتح الباري "[۲] میں فرمایا کہ حدیث قدیم کی ضد ہے، کلام اللہ قدیم ہے، اس کے مقابلہ میں کلام الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیث کہہ دیا گیا۔[۳] حافظ سخاویؒ نے بھی "فتح المغيث " میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے،[۴] لیکن یہ وجہ تسمیہ بہت بعید معلوم ہوتی ہے۔

علامہ عثمانی رحمہ اللہ کی ایک لطیف توجیہ:

علامہ عثمانیؒ[۵] نے "مقدمة فتح الملهم "[۶] میں ایک لطیف توجیہ ذکر کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ لفظ حدیث "وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ" سے ماخوذ ہے، دراصل باری تعالیٰ نے اس سورت میں

---

(۱) آپ کا پورا نام أحمد بن علي بن محمد ابن حجر العسقلاني ہے، (۷۷۳-۸۵۲ھ=۱۳۷۲-۱۴۴۹م) آپ کو علوم الحدیث میں کمال ملکہ حاصل تھا اور اسی وجہ سے آپ کو "أمير المؤمنين في الحديث" کہا جاتا ہے، آپ سراج الدین بلقینی اور زین الدین عراقی رحمہما اللہ کے شاگرد اور علامہ سخاوی اور محقق ابن الہمام رحمہما اللہ کے استاد ہیں، آپ کی تصنیفات میں "فتح الباري"، "الإصابة في تمييز الصحابة"، "تهذيب التهذيب" وغیرہ شامل ہیں۔ (الجواهر والدرر للسخاوي ۱/۱۲۸). (ج)

(۲) یہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی صحیح بخاری پر شرح ہے، اس شرح کے شروع میں ایک وقیع مقدمہ ہے، جس میں صحیح بخاری پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات موجود ہیں، اسی طرح اس شرح میں لغوی تحقیق اور متن حدیث کی تشریح کی گئی ہے اور احناف کے خلاف قدرے تعصب بھی اس میں موجود ہے، لیکن علامہ عینی اور علامہ کشمیری رحمہما اللہ نے مدلل انداز میں احناف کا دفاع کیا ہے۔ (كشف الظنون لحاجي خليفة ۱/۵۴۱). (ج)

(۳) فتح الباري لابن حجر العسقلاني، كتاب العلم، باب الحرص على الحديث إلخ، تحت الرقم: ۹۸، ونصه: «المراد بالحديث في عرف الشرع ما يضاف إلى النبي ﷺ وكأنه أريد به مقابلة القرآن؛ لأنه قديم». (ج)

(۴) فتح المغيث للسخاوي، مقدمة المؤلف ۱/۲۲، ونصه: «و(الحديث) لغة: ضد القديم إلخ». (ج)

(۵) آپ کا پورا نام شیخ الإسلام علامة شبير أحمد العثماني ہے، (۱۳۰۵-۱۳۶۹ھ=۱۸۸۷-۱۹۴۹م) آپ بانیانِ پاکستان میں سے ہیں، قیامِ پاکستان کے سلسلہ میں ملک گیر جدوجہد کی، آپ شیخ الہند مولانا محمود حسن گنگوہی اور مولانا غلام رسول سرحدی رحمہما اللہ کے شاگرد اور مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع اور علامہ یوسف بنوری رحمہما اللہ کے استاد ہیں، آپ کی تصنیفات میں "تفسير عثماني" اور "فتح الملهم شرح صحيح مسلم" وغیرہ شامل ہیں۔ (کمالاتِ عثمانی از انوار الحسن شیرکوٹی، ص: ۳۵). (ج)

(۶) یہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی "صحیح مسلم" پر شرح ہے، آپ "كتاب الرضاع" تک شرح لکھنے کے بعد اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے، آپ کے بعد کئی اکابر نے خواہش کی کہ اس کا تکملہ لکھیں، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی تکملہ کے لیے ایک اور شیخ الاسلام کا انتخاب فرمایا تھا، لہٰذا شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم نے اس شرح کا تکملہ لکھا، یہ شرح مع تکملہ مکتبہ دار العلوم کراچی سے طبع ہو چکی ہے۔ (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اپنے تین انعامات کا ذکر فرمایا ہے اور ہر انعام پر شکر کرنے کا ایک طریقہ بتلایا ہے:

(۱) "أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَى" اس انعام کے شکر میں آپ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا کہ: "فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ"۔

(۲) "وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَى" اس کے مقابلے میں یہ حکم ہے کہ: "وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ"۔

(۳) "وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى" اس میں "ضال" سے مراد احکام وشرائع سے بے خبر ہونا ہے اور "ہدایت" سے مراد شرائع کی تعلیم ہے، اس نعمت کے شکر کے بارے میں فرمایا گیا: "وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ"(۱) یہاں "نعمة" سے مراد شرائع کی تعلیم ہے۔(۲)

اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جن شرائع کی تعلیم فرمائی ہے، ان کو آپ ﷺ دوسروں تک پہنچائیں، آپ ﷺ نے اپنے قول وفعل کے ذریعہ اس حکم قرآنی کی تعمیل فرمائی، لہٰذا آپ ﷺ کے اقوال وافعال کا نام "حدیث" رکھا گیا۔(۳)

علامہ عثمانیؒ کی یہ توجیہ اگرچہ ایک لطیف توجیہ ہے لیکن نکتہ بعد الوقوع کی حیثیت رکھتی ہے۔

میری رائے:

احقر کے نزدیک صاف اور بے غبار بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اقوال وافعال کے لیے لفظِ "حدیث" کو مخصوص کرلینا "استعارة العام للخاص" کی قبیل سے ہے اور اس استعارہ کے مأخذ خود رسول اللہ ﷺ کے بعض ارشادات ہیں، جن میں خود آپ ﷺ نے اپنے اقوال وافعال کے لیے لفظِ

---

(۱) الضحى - ۹۳/۶ - ۱۱. (ج)

(۲) مدارك التنزيل وحقائق التأويل للنسفي، سورة الضحى - ۲۷۹/۴، ونصه: «{وَوَجَدَكَ ضَالًّا} أي: غير عالم ولا واقف على معالم النبوة وأحكام الشريعة وما طريقه السمع، {فهدى} فعرفك الشرائع والقرآن... {وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ} أي: حدث بالنبوة التي آتاك الله، وهي أجل النعم، والصحيح أنها تعم جميع نعم الله عليه، ويدخل تحته تعليم القرآن والشرائع، والله أعلم». (ج)

(۳) مقدمة فتح الملهم للعلامة شبير أحمد العثماني ۵/۱، ونصه: «والذي يظهر للعبد الضعيف والله تعالى أعلم: أن إطلاق الحديث على ما يضاف إليه ﷺ مقتبس من قوله تعالى: وأما بنعمة ربك فحدث». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

"حديث" استعمال فرمایا، چنانچہ ارشاد ہے: "حَدِّثُوْا عَنِّي وَلَا حَرَجَ"۔(۱)

اسی طرح حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اَللّٰهُمَّ ارحم خلفائي، قلنا: يا رسول الله، ومن هم خلفاؤك؟ قال: الذين يأتون من بعدي، يروون أحاديثي، ويعلمونها الناس"۔(۲)

اس حدیث کو بعض محدثین نے ضعیف بلکہ موضوع قرار دیا ہے،(۳) لیکن قاضی عیاض(۴) نے "الإلماع إلى معرفة أصول الرواية وتقييد السماع"(۵) میں "باب شرف علم الحديث وشرف أهله صلى الله عليه وسلم" کے تحت اس حدیث کو دو سندوں سے روایت کیا ہے،(۶)

---

(۱) صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب التثبت في الحديث وحكم كتابة العلم، رقم: ۳۰۰۴، ونصه: «عن أبي سعيد الخدري، أن رسول الله ﷺ قال: لا تكتبوا عني، ومن كتب عني غير القرآن فليمحه، وحدثوا عني، ولا حرج، ومن كذب علي- قال همام: أحسبه قال- متعمدا فليتبوأ مقعده من النار». (ر، ز)

(۲) أخرجه أبو نعيم أحمد بن عبد الله الحافظ من طريق الطلحي (هذا في أخبار أصبهان، باب الألف، أحمد بن عيسى ۱/ ۸۱) وفيه: "أحاديثي وسنتي" والهيثمي في مجمع الزوائد، كتاب العلم، باب في فضل العلماء ومجالستهم ۱/ ۱۲۶ عن الطبراني في الأوسط، والغزالي في الإحياء ۱/ ۱۱، والسيوطي في مفتاح الجنة. (تعليقات الإلماع إلى معرفة أصول الرواية وتقييد السماع، ص: ۱۷). (ر)

(۳) مجمع الزوائد للهيثمي، رقم: ۵۲۸، ونصه: «عن ابن عباس (عن علي)... رواه الطبراني في الأوسط، وفيه أحمد بن عيسى الهاشمي، قال الدارقطني: كذاب». (ج)

(۴) آپ کا پورا نام قاضی عیاض بن موسى اليحصبي البستي ہے، (۴۷۶- ۵۴۴ھ= ۱۰۸۳- ۱۱۴۹م) آپ محمد بن حمدین اور ابو علی بن سکرہ رحمہما اللہ کے شاگرد اور ابو القاسم خلف بن بشکوال اور ابو محمد بن عبید اللہ حجری رحمہما اللہ کے استاد ہیں، آپ کی تصنیفات میں "الشفا بتعريف حقوق المصطفى" اور "مشارق الأنوار" وغیرہ شامل ہیں۔ (تاريخ الإسلام للذهبي، عياض بن موسى إلخ ۱۱/ ۸۶۰). (ج)

(۵) یہ قاضی عیاض رحمہ اللہ کی کتاب ہے جو کہ اصول حدیث کے موضوع پر ہے، پہلی مرتبہ سید احمد صقر رحمہ اللہ کی تحقیق کے ساتھ دار التراث القاہرہ سے (۱۳۸۹ھ) میں اور دوسری مرتبہ احمد فرید المزیدی رحمہ اللہ کی تحقیق کے ساتھ دار الکتب العلمیہ بیروت سے (۱۴۲۵ھ) میں چھپ چکی ہے۔ (لمحات في المكتبة والبحث والمصادر، ص: ۲۲۳). (ج)

(۶) الإلماع إلى معرفة أصول الرواية وتقييد السماع للقاضي عياض، باب في شرف علم الحديث إلخ، ص: ۱۷، ونصه: «عن عبد الله بن عباس قال سمعت علي بن أبي طالب يقول خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: «اللهم ارحم خلفائي، قلنا: يا رسول الله! ومن هم خلفاؤك؟ قال: الذين يأتون من بعدي يروون أحاديثي ويعلمونها الناس»... عن عبد الله بن عمرو بن عوف، عن أبيه، عن جده قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «إن هذا الدين بدأ غريبا وسيعود غريبا كما بدأ، فطوبى للغرباء، قيل: يا رسول الله! فمن الغرباء، قال: الذين يحيون سنتي من بعدي ويعلمونها الناس». (ر، ز)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث بے اصل نہیں ہے۔

نیز ایک اور روایت تعددِ طرق سے اس مفہوم کی منقول ہے کہ:

"من حفظ على أمتي أربعين حديثا في أمر دينها بعثه الله فقيهًا وكنت له يوم القيامة شافعًا وشهيدًا". (۱)

یہ حدیث بھی اگرچہ سنداً ضعیف ہے اور حافظ سخاویؒ نے "المقاصد الحسنة" (۲) میں اس کی تحقیق کی ہے۔ (۳) لیکن تعددِ طرق کی بناء پر اسے حسن لغیرہ کہا جا سکتا ہے۔ (۴)

نیز "مشكاة المصابيح" میں "كتاب العلم" کی فصل اول کے تحت حضرت سمرہ بن جندبؓ اور مغیرہ بن شعبہؓ کی حدیث مروی ہے:

"قالا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من حدث عني بحديث يرى أنه كذب فهو أحد الكاذبين. رواه مسلم". (۵)

"وعن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول اللهُ صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اتقوا الحديث عني إلا ما علمتم، فمن كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار" رواه الترمذي. (۶)(۷)

---

(۱) مشكاة المصابيح للخطيب التبريزي، كتاب العلم، الفصل الثالث، رقم: ۲۵۸. (ر)

(۲) یہ کتاب حافظ سخاوی رحمہ اللہ کی ہے، جس کا پورا نام ہے: "المقاصد الحسنة في كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة" اس کتاب میں حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے زبان زد عام غیر معتبر روایات کی تحقیق کی ہے اور ان پر حکم بھی لگایا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے یا موضوع ہے وغیرہ، شیخ محمد عثمان الخشت رحمہ اللہ کی تحقیق کے ساتھ دار الکتاب العربی سے (۱۹۸۵م) میں چھپ چکی ہے۔ (كشف الظنون لحاجي خليفة ۱۷۷۹/۲). (ج)

(۳) المقاصد الحسنة للسخاوي، الباب الأول، حرف الميم، رقم: ۱۱۱۵، ونصه: «من حفظ على أمتي أربعين حديثا... أخرجها ابن الجوزي في العلل المتناهية، قال النووي: طرقه كلها ضعيفة، وليس بثابت، وكذا قال شيخنا: جمعت طرقه في جزء ليس فيها طريق تسلم من علة قادحة». (ج)

(۴) تدريب الراوي للسيوطي، النوع الثاني ۱/۱۷۷، ونصه: «(وأما الضعيف لفسق الراوي) أو كذبه... بل ربما كثرت الطرق حتى أوصلته إلى درجة المستور السيء الحفظ بحيث إذا وجد له طريق آخر، فيه ضعف قريب محتمل، ارتقى بمجموع ذلك إلى درجة الحسن». (ج)

(۵) اضافہ از مرتب عفی عنہ۔ (ر)

(۶) أخرجه الترمذي، أبواب العلم، باب ما جاء في تعظيم الكذب على رسول الله ﷺ، رقم: ۲۹۵۱. (ر، ز)

(۷) اضافہ از مرتب عفی عنہ۔ (ر)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

بہر حال ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وافعال کے لیے لفظِ "حدیث" کا استعمال زمانۂ مابعد کی اصطلاح نہیں ہے، بلکہ خود رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے، لہٰذا اس سلسلہ میں دور ازکار توجیہات کی کوئی حاجت نہیں۔

حدیث کے بعض متقارب المعنی الفاظ:

حدیث کے معنی میں چند الفاظ اور مستعمل ہوتے ہیں، یعنی روایت، اثر، خبر اور سنت۔

صحیح یہ ہے کہ یہ تمام الفاظ علمائے حدیث کی اصطلاح میں مرادف ہیں اور انہیں ایک دوسرے کے معنی میں بکثرت استعمال کیا جاتا ہے، البتہ بعض حضرات نے ان اصطلاحات میں فرق کیا ہے۔

(۱) روایت:

جہاں تک روایت کا تعلق ہے، اس کا اطلاق بالاتفاق حدیث کے لغوی مفہوم پر ہوتا ہے، یعنی کوئی بھی واقعہ یا کوئی بھی قول خواہ وہ کسی کا ہو "روایت" کہلاتا ہے،[۱] باقی چار الفاظ کے بارے میں اختلاف ہے۔

(۲) خبر:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وافعال اور احوال کو کہتے ہیں، بعض حضرات "خبر" کو بھی اسی معنی میں استعمال کرتے ہیں، لیکن بعض کے نزدیک دونوں میں تباین کی نسبت ہے کہ "حدیث" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وافعال کا نام ہے اور "خبر" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا دوسرے لوگوں کے اقوال وافعال کا اور بعض کے نزدیک دونوں کے درمیان عموم وخصوص کی نسبت ہے، "خبر" عام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے حضرات کے اقوال وافعال کو بھی شامل ہے اور "حدیث" صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔[۲]

---

(۱) كتاب العين للفراهيدي، باب الراء، باب الثلاثي المعتل من الراء، باب اللفيف إلخ ۸/ ۲۱۳، ونصه: «والرواية: [رواية] الشعر والحديث». (ج)

(۲) نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر لابن حجر العسقلاني، ص: ۳۵، ونصه: «الخبر: عند علماء هذا الفن مرادف للحديث، وقيل: الحديث: ما جاء عن النبي ﷺ، والخبر: ما جاء عن غيره، ومن ثمة قيل لمن يشتغل بالتواريخ وما شاكلها: الإخباري، ولمن يشتغل بالسنة النبوية: المحدث، وقيل: بينهما عموم وخصوص مطلق، فكل حديث خبر، من غير عكس». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

(۳) اثر:

فقہائے خراسان[1] کی اصطلاح یہ ہے: "إنّ الحديث اسم للمرفوع، والأثر اسم للموقوف على الصحابة والتابعين" اسی مناسبت سے امام محمد بن الحسن[2] نے اپنی اس کتاب کا نام جس میں انہوں نے آثارِ موقوفہ ذکر کیے ہیں "كتاب الآثار" رکھا ہے، امام غزالیؒ[3] نے بھی "إحياء علوم الدين" میں فقہائے خراسان ہی کی اصطلاح کو اختیار کیا ہے،[4] لیکن امام نوویؒ[5] نے شرح "صحيح مسلم" میں لکھا ہے کہ جمہور خلف وسلف کے نزدیک حدیث واثر میں کوئی فرق نہیں ہے، دونوں

---

(۱) خراسان: ایران کا ایک اہم اور قدیم صوبہ ہے اس کی اصل خور آسان ہے آج کل اس کا صدر مقام مشہد ہے۔ (آزاد دائرۃ المعارف)۔ (ج)

(۲) آپ کا پورا نام محمد بن حسن بن فرقد الشيباني ہے، (۱۳۲-۱۸۹ھ=۷۵۸-۸۰۵م) امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ سے علوم حاصل کئے، آپ کے شاگردوں میں امام شافعی رحمہ اللہ بھی شامل ہیں، آپ کی تصانیف میں "الجامع الكبير" اور "الجامع الصغير" اور دیگر فقہ حنفی کی مشہور کتابیں شامل ہیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۷/۵۵۵). (ج)

(۳) آپ کا پورا نام أبو حامد محمد بن محمد الغزالي ہے، (۴۵۰-۵۰۵ھ=۱۰۵۸-۱۱۱۱م) آپ کو علم کلام، فلسفہ، تصوف اور منطق میں امامت کا درجہ حاصل تھا، آپ کے اساتذہ میں امام الحرمین رحمہ اللہ، تلامذہ میں امام ابن العربی رحمہ اللہ شامل ہیں، آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں، جن میں "إحياء علوم الدين"، "المستصفى" اور "الاقتصاد" شامل ہیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۱۹/۳۲۲). (ج)

(۴) ظفر الأماني لعبد الحي اللكنوي، ص: ۲۶ ونصه: «واصطلح الفقهاء الخراسانيون ومن تبعهم على أنّ الحديث اسم للمرفوع، والأثر اسم للموقوف على الصحابة والتابعين، ومنه تسمية محمد بن الحسن الشيباني كتابه الذي ذكر فيه الآثار الموقوفة بكتاب "الآثار". وعلى هذا الاصطلاح مشى حجّة الإسلام الغزالي في "إحياء علوم الدين" ولا مناقشة في الاصطلاح». (ج)

(۵) آپ کا پورا نام محيي الدين أبو زكريا يحيى بن شرف النووي ہے، (۶۳۱-۶۷۶ھ=۱۲۳۳-۱۲۷۷م) آپ کو حدیث اور علوم حدیث کے ساتھ ساتھ علم فقہ میں بھی کافی مہارت حاصل تھی اور علم حدیث وعلم فقہ کی آپ نے بڑی خدمت بھی کی ہے، آپ کے اساتذہ میں ابو اسحاق ابراہیم بن عیسیٰ المرادی اور ابو الفرج عبد الرحمٰن المقدسی رحمہما اللہ شامل ہیں اور آپ کے تلامذہ میں حافظ شمس الدین سخاوی اور جمال الدین مزی رحمہما اللہ شامل ہے، آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں، جن میں "المنهاج شرح صحيح مسلم" اور "المجموع شرح المهذب" شامل ہیں۔ (المنهل العذب الروي للسخاوي، شيوخه، ص: ۴). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

کا اطلاق احادیث مرفوعہ وموقوفہ ومقطوعہ سب پر ہوتا ہے،(۱) علامہ لکھنویؒ نے بھی "ظفر الأماني" میں اسی کو اختیار فرمایا ہے۔(۲)

(۴) سنت:

سنت کے بارے میں بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ کے صرف عمل کا نام ہے اور یہ احادیث ان میں شامل نہیں۔

لیکن جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ استعمال عام میں حدیث، خبر، اثر اور سنت میں کوئی فرق نہیں، چنانچہ حدیث کی مشہور کتاب "المنتقى من الأخبار في الأحكام الشرعية"(۳) میں لفظِ "خبر" کو حدیث کا مرادف قرار دیا گیا ہے۔(۴)

اسی طرح امام طحاویؒ(۵) نے اپنی کتاب کا نام "شرح معاني الآثار" رکھا ہے، حالانکہ اس میں احادیثِ مرفوعہ بہت زیادہ ہیں، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک لفظ "اثر" حدیثِ مرفوع کو بھی

---

(۱) المنهاج (شرح صحيح مسلم) للنووي، مقدمة ۱ /۲۳، ونصه: «الأثر المشهور عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فهو جار على المذهب المختار الذي قاله المحدثون وغيرهم واصطلح عليه السلف وجماهير الخلف، وهو أن الأثر يطلق على المروي مطلقا سواء كان عن رسول الله ﷺ أو عن صحابي». (ج)

(۲) ظفر الأماني لعبد الحي اللكنوي، ص: ۵۸، ونصه: «وأما الأثر ... هو المروي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أو عن صحابي أو عن تابعي مطلقا وبالجملة مرفوعا كان أو موقوفا وعليه جمهور المحدثين من السلف والخلف وهو المختار عند الجمهور كما ذكره النووي في شرح صحيح مسلم». (ج)

(۳) یہ کتاب حافظ ابن تیمیہؒ کے جد امجد مجد الدین عبد السلام ابن تیمیہؒ کی ہے، جس میں "مسند امام احمد" اور کتب "صحاح ستہ" سے احکامات کے متعلق احادیث کو یکجا کیا گیا ہے، اسی طرح صحابۂ کرامؓ کے بعض اقوال بھی اس میں شامل کیے ہیں، اور کتاب کو فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا گیا ہے، شیخ طارق بن عوض اللہ رحمہ اللہ کی تحقیق کے ساتھ دار ابن الجوزی سے (۱۴۲۹ھ) میں چھپ چکی ہے۔ (ج)

(۴) **ملاحظہ:** خبر کا حدیث کے مرادف ہونے کی بات اگرچہ "المنتقى من الأخبار" میں موجود نہیں، لیکن بظاہر حضرت استاد محترم کا استدلال اس کتاب کے نام سے ہے؛ کیونکہ اس کتاب میں انہوں نے مختلف احادیث ذکر کی ہیں، لیکن کتاب کا نام "المنتقى من الأخبار" رکھا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خبر اور حدیث ایک دوسرے کے مرادف ہیں۔ (ج)

(۵) آپ کا پورا نام إمام أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامه بن عبد الملك الأزدي الطحاوي الحنفي ہے، (۲۳۸-۳۲۱ھ = ۸۵۲-۹۳۳م) شروع میں شافعی تھے، پھر حنفی مذہب اختیار کیا، آپ علامہ مزنی الشافعی اور احمد بن ابی عمران حنفی رحمہما اللہ کے شاگرد اور ابو الحسن علی، امام طبرانی، ابن یونس اور غندر رحمہم اللہ کے استاد ہیں، آپ کی تصانیف میں "شرح معاني الآثار" اور "العقيدة الطحاوية" مشہور ہیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۱۵/ ۲۹). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

شامل ہے، نیز حافظ ابن جریر طبریؒ[1] نے اپنی ایک کتاب کا نام "تهذيب الآثار"[2] رکھا ہے جس میں مرفوع، موقوف ہر طرح کی احادیث ہیں۔

اسی طرح امام ترمذی، امام ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی، دارقطنی اور دارمیؒ[3] وغیرہ نے اپنی کتب کو "السنن" کے نام سے یاد کیا ہے، حالانکہ ان میں قولی احادیث بکثرت موجود ہیں۔

خلاصۂ کلام:

محدثین کا یہ طرز عمل بتلاتا ہے کہ محقق بات یہ ہے کہ عام استعمال میں یہ تمام الفاظ مرادف ہیں اور ایک کو دوسرے کی جگہ بکثرت استعمال کیا جاتا ہے۔

(یہ بحث حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی "إنهاء السكن"[4]، میں حضرت شیخ عبدالفتاح ابوغدہ الحلبی کی تحقیق اور حاشیہ کے ساتھ موجود ہے)۔[5]

علم الحدیث کی مختلف تعریفات:

یہاں تک صرف حدیث کی تعریف بیان ہوئی ہے، اب علم حدیث کی تعریف بھی سمجھنے کی ضرورت ہے، علم

---

(۱) آپ کا پورا نام محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب أبو جعفر الطبري ہے، (۲۲۴ - ۳۱۰ھ = ۸۳۹ - ۹۲۳م) تاریخ اور تفسیر میں امامت کا درجہ رکھتے ہیں، آپ نے بہت سی تصانیف لکھیں، جن میں "تاريخ الرسل والملوك" (تاريخ الطبري) اور "جامع البيان" (تفسير الطبري) وغیرہ شامل ہیں۔ (تاريخ مدينة السلام للخطيب البغدادي ۲/۵۴۸، والأعلام للزركلي ۶/۶۹). (ج)

(۲) یہ ابن جریر طبریؒ کی کتاب ہے، جس میں انہوں نے اپنی سند سے صحیح احادیث مسانید کی ترتیب پر جمع کرنے کی کوشش کی ہے اور صرف عشرہ مبشرہ کی احادیث جمع کی تھیں کہ اس دارِفانی سے رخصت ہوگئے۔ (الرسالة المستطرفة للكتاني، ص: ۴۳). (ج)

(۳) آپ کا پورا نام عبدالله بن عبد الرحمن بن الفضل بن بهرام الدارمي ہے، (۱۸۱ - ۲۵۵ھ = ۷۹۷ - ۸۶۹م) آپ نے ابراہیم بن المنذر الحزامی، احمد بن اسحاق الحضرمی، احمد بن الحجاج المروزی رحمہم اللہ وغیرہ سے روایات لی ہیں، آپ سے احادیث لینے والوں میں سے امام مسلم، ابوداود اور ترمذی رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں، آپ کی تصانیف میں "سنن الدارمي" اور "تفسير الدارمي" مشہور ہیں۔ (تهذيب الكمال للمزي، باب العين، من اسمه عبدالله ۱۵/۲۱۰). (ج)

(۴) یہ "إعلاء السنن" کا مقدمہ ہے جو "قواعد في علوم الحديث" کے نام سے "إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراتشي" سے شائع ہو چکا ہے۔ (ر)

(۵) قواعد في علوم الحديث للشيخ ظفر أحمد العثماني، المقدمة، حدود ألفاظ تستعمل في هذا العلم، ص: ۲۴. (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

الحدیث کی تعریف میں بھی علماء کے مختلف اقوال ہیں:

علامہ عینی کی تعریف:

علامہ بدرالدین عینیؒ نے "عمدة القاري" میں علم حدیث کی یہ تعریف نقل کی ہے:

"علم يعرف به أقوال رسول الله ﷺ وأفعاله وأحواله".(۱)

علامہ سخاوی کی تعریف:

حافظ سخاویؒ نے "فتح المغيث" میں یہ تعریف کی ہے:

"ما أضيف إلى النبي ﷺ قولًا له أو فعلًا أو تقريرًا أو صفةً".(۲)

یہ دونوں تعریفیں بظاہر جامع ہیں، لیکن ان پر اشکال یہ ہے کہ اس میں احادیث موقوفہ ومقطوعہ شامل نہیں ہوتیں، حالانکہ علم حدیث میں تو ان سے بھی بحث کی جاتی ہے۔

شارح "ألفية العراقي"(۳) کی تعریف:

اس اشکال سے بچنے کے لیے "فتح الباقي بشرح ألفية العراقي"(۴) میں علم حدیث کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

"ما أضيف إلى النبي ﷺ قيل: أو إلى صحابي أو إلى من دونه قولًا أو فعلًا

---

(۱) عمدة القاري للعيني، المقدمة ۱/۱۱. (ج)

(۲) فتح المغيث للسخاوي، مقدمة المؤلف ۱/۲۲. (ج)

(۳) اس کتاب کا پورا نام "التبصرة والتذكرة في علوم الحديث" ہے، یہ عبدالرحیم بن الحسین زین الدین العراقی رحمہ اللہ کی کتاب ہے، اس کتاب میں اول حدیث کے مباحث کو اشعار میں بیان کیا گیا ہے اور یہ ایک جلد میں مکتبہ دار المنہاج ریاض سے ۱۴۲۸ھ میں شائع ہو چکی ہے۔ (ج)

(۴) یہ کتاب شیخ زکریا انصاری الشافعی رحمہ اللہ کی ہے، جو کہ حافظ عراقی رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا کتاب (ألفية العراقي) کی شرح ہے، شیخ ماہر یاسین الفحل اور شیخ عبد اللطیف ہمیم رحمہما اللہ کی تحقیق کے ساتھ دار الکتب العلمیہ سے (۲۰۰۲م) میں چھپ چکی ہے۔ (فتح الباقي لزكريا الأنصاري، مقدمة المحقق ۱/۳۶). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

أو تقريرا أو صفةً ".(۱)

یہ تعریف اگر چہ جامع ہے؛ کیونکہ احادیث موقوفہ ومقطوعہ کو بھی شامل ہے، لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ یہ مانع نہیں ہے؛ کیونکہ اس میں "من دونه" کے الفاظ بہت عام ہیں، جو صحابہؓ وتابعینؒ کے علاوہ ملوک وامراء اور بعد کے لوگوں کو بھی شامل ہیں ان کی وجہ سے علم تاریخ بھی علم حدیث میں شامل ہوجاتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحب تعریف کا منشا بھی یہ تھا کہ علم تاریخ کو علم حدیث میں شامل رکھا جائے اور یہ واقعہ ہے کہ ایک زمانۂ دراز تک علم حدیث اور علم تاریخ میں کوئی فرق نہ تھا، اسی وجہ سے شیخ محمد بن علی تھانویؒ(۲) نے "کشاف اصطلاحات الفنون"(۳) میں علم حدیث کی جو تعریف ذکر کی ہے اس کی رُو سے علم تاریخ بھی اس میں داخل ہوجاتا ہے۔

محمد بن علی تھانویؒ کی تعریف:

انہوں نے لکھا ہے: "جملة علم الرواية والأخبار والآثار علم الأحاديث"(۴) لیکن یہ بات اس وقت تک درست تھی جب تک علم حدیث اور علم تاریخ ایک ہی تھے اور جب تک دونوں علیحدہ مدون نہیں تھے، لیکن جب بعد میں علم تاریخ کو بالکل مستقل حیثیت حاصل ہوگئی، تو علم حدیث کی تعریف ایسی ہونی چاہیے جو تاریخ کو شامل نہ ہو۔

میری رائے:

لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ اسی تعریف مذکورہ بالا میں ایک قید کا اضافہ کرکے یوں کہا جائے:

---

(۱) فتح الباقي بشرح ألفية العراقي للشيخ زكريا الأنصاري الشافعي، مقدمة الشارح ۹۱/۱. (ج)

(۲) آپ کا پورا نام محمد بن علي بن القاضي محمد حامد بن محمد صابر الفاروقي الحنفي التهانوي ہے، (۰۰۰- ۱۱۵۸ھ = ۰۰۰ - ۱۷۴۵م) آپ کی تصنیفات میں "کشاف اصطلاحات الفنون" اور "سبق الغايات في نسق الآيات" وغیرہ شامل ہیں۔ (الأعلام للزركلي ۲۹۵/۶). (ج)

(۳) یہ کتاب محمد بن علی تھانوی رحمہ اللہ کی ہے جس میں انہوں نے تقریباً تمام علوم وفنون کی تعریفات اور اصطلاحات جمع کی ہیں، پہلی مرتبہ کلکتہ سے (۱۸۶۲م) میں اور پھر شیخ علی دحروج رحمہ اللہ کی تحقیق کے ساتھ مکتبہ لبنان بیروت سے (۱۹۹۶م) میں چھپ چکی ہے۔ (كشاف اصطلاحات الفنون لمحمد بن علي التهانوي، المقدمة ۴۳/۱). (ج)

(۴) كشاف اصطلاحات الفنون لمحمد بن علي التهانوي، مقدمة المؤلف، حرف الباء ۳۶/۱. (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

"هو معرفة ما أضيف إلى رسول الله صلى الله عليه سلم أو إلى صحابي أو إلى من دونه ممن يقتدى بهم في الدين قولًا أو فعلًا أو صفةً أو تقريرًا"

اس قید سے بادشاہوں اور غیر علماء کے واقعات علم حدیث کی تعریف سے خارج ہوجائیں گے اور مقتدا حضرات کے واقعات داخل رہیں گے؛ کیونکہ حدیث کی کتابیں ان سے بھری ہوئی ہیں۔

علم حدیث کی کچھ اور تعریفیں بھی مختلف حضرات سے منقول ہیں اور بظاہر ان میں تعارض اور تضاد معلوم ہوتا ہے، لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ علم حدیث کی متعدد اقسام ہیں،(۱) کسی نے ایک قسم کی تعریف کی، کسی نے دوسری قسم کی اور کسی نے سب اقسام کو جمع کردیا، ہم نے جو تعریف اوپر ذکر کی وہ تمام اقسام کو شامل ہے، تاہم ہر قسم کو الگ سمجھنا بھی ضروری ہے۔

علم حدیث کی قسمیں:

علامہ ابن الاکفانیؒ(۲) نے "إرشاد القاصد"(۳) میں لکھا ہے کہ علم حدیث کی ابتداءً دو قسمیں ہیں:

(۱) علم روایۃ الحدیث (۲) علم درایۃ الحدیث۔

علم روایۃ الحدیث کی تعریف یہ ہے:

"علم بنقل أقوال النبي صلى الله عليه وسلم وأفعاله بالسماع المتصل وضبطها وتحريرها"

علم درایۃ الحدیث کی تعریف یہ ہے:

"علم يتعرف منه أنواع الرواية وأحكامها وشروط الرواة وأصناف المرويات

---

(۱) حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "معرفة أنواع علوم الحديث" میں علمِ حدیث کی پینسٹھ (۶۵) انواع شمار کی ہیں۔ (معرفة أنواع علم الحديث، ص: ۴۰۴، "النوع الخامس والستون: معرفة أوطان الرواة وبلدانهم")۔ (ج)

(۲) آپ کا پورا نام محمد بن إبراهيم بن ساعد المعروف بابن الأكفاني ہے، (۶۸۵-۷۴۹ھ=۱۲۸۶-۱۳۴۸م) آپ کو "علم العروض" اور "علم البديع" میں کافی مہارت حاصل تھی، آپ کی تصنیفات میں "كشف الرين في أحوال العين" اور "اللباب في علم الحساب" وغیرہ شامل ہیں۔ (المقفى الكبير لتقي الدين المقريزي ۴۶/۵). (ج)

(۳) یہ کتاب علامہ ابن الاکفانی رحمہ اللہ کی ہے جس میں انہوں نے ساٹھ (۶۰) علوم کے انواع اور اصناف ذکر کیے ہیں۔ (كشف الظنون لحاجي خليفة ۱/۱). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

واستخراج معانيها".(۱)

لہٰذا کسی حدیث کے بارے میں یہ معلوم ہونا کہ وہ فلاں کتاب میں فلاں سند سے فلاں الفاظ کے ساتھ مروی ہے یہ علم روایۃ الحدیث ہے اور اس حدیث کے بارے میں یہ معلوم ہونا کہ وہ خبر واحد ہے یا مشہور، صحیح ہے یا ضعیف، متصل ہے یا منقطع، اس کے رجال ثقہ ہیں یا غیر ثقہ، نیز اس حدیث سے کیا کیا احکام مستنبط ہوتے ہیں اور کوئی تعارض تو نہیں ہے، اگر ہے تو کیوں کر رفع کیا جا سکتا ہے یہ سب باتیں علم درایۃ الحدیث سے متعلق ہیں۔

بعض حضرات علماء نے علم درایۃ الحدیث اور علم اصول حدیث کو مرادف قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ عثمانی نے "مقدمة فتح الملهم" میں یہی رائے ظاہر فرمائی ہے،(۲) نیز شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے "أوجز المسالك" (۳) کے مقدمہ میں اسی طرف رجحان ظاہر فرمایا ہے،(۴) لیکن یہ بات محلِ نظر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اوپر ہم نے علم درایۃ الحدیث کی جو تعریف ذکر کی ہے، وہ علامہ ابن الاکفانی سے منقول ہے اور ہمارے علم کے مطابق علامہ موصوف نے پہلی بار علم حدیث کی یہ تقسیم کی ہے، بعد میں سب حضرات نے ان کا اتباع کیا ہے، چنانچہ علامہ سیوطیؒ (۵) کی "تدريب الراوي" میں بھی یہ تقسیم علامہ ابن الاکفانی ہی کے واسطہ سے بیان کی گئی

---

(۱) إرشاد القاصد لابن الأكفاني، علم رواية الحديث، ص: ۴۴. (ج)

(۲) مقدمة فتح الملهم للعلامة شبير أحمد العثماني ۱/۸، ونصه: «والأولى تسمية هذا القسم أي: علم دراية الحديث باسمه المشهور، أعني: مصطلح أهل الأثر؛ فإنه أدل على المقصود». (ج)

(۳) یہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمہ اللہ کی "مؤطا امام مالک" پر شرح ہے، اس شرح کے شروع میں ایک علمی مقدمہ ہے جس میں علم حدیث کی تعریف، موضوع وغیرہ کا تذکرہ ہے، اس شرح کا اسلوب یہ ہے کہ متن حدیث کے ایک ایک جزء کی تشریح، مشکل الفاظ کی وضاحت اور دیگر طرق کی تخریج کی گئی ہے اور سب سے اہم یہ کہ روایت اگر مرسل ہو تو اس کی سند بیان ہے، اسی طرح فقہائے کرام کے مذاہب کے دلائل ان کے مذہب کی کتب سے ذکر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ (ج)

(۴) أوجز المسالك للشيخ زكريا الكاندهلوي، المقدمة، الباب الأول، الفائدة الأولى ۱/۵۳، ونصه: «اختلط كلام المشائخ في حده فحده بعضهم بما يصدق على أصول الحديث وعرفه بعضهم بما يصدق على درايته حتى حده الزرقاني في "شرح البيقونية" أن علم الحديث علم بقوانين أي: يعرف بها أحوال السند والمتن من صحة وحسن إلى آخر ما قاله وأنت خبير بأنه تعريف لمصطلح الحديث المسمى بأصول الحديث». (ح)

(۵) آپ کا پورا نام عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي ہے، (۸۴۹-۹۱۱ھ=۱۴۴۵-۱۵۰۵م) حافظ ابن حجر اور علامہ کافیجی رحمہما اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، آپ کی تصانیف میں "الدر المنثور"، "خصائص الكبرى"، "طبقات المفسرين" اور "طبقات الحفاظ" وغیرہ مشہور ہیں۔ (البدر الطالع للشوكاني، حرف العين المهملة ۱/۳۲۸). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ہے۔ (۱)

اس تعریف پر اگر غور کیا جائے تو صاف واضح ہوجاتا ہے کہ علم درایۃ الحدیث اور علم اصول حدیث مرادف نہیں ہیں؛ کیونکہ اس تعریف میں "استخراج معاني" کا بھی ذکر ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت کے احکام کا استنباط بھی علم درایۃ الحدیث کا جزء ہے، حالانکہ علم اصول حدیث میں استخراج معانی سے کوئی بحث نہیں کی جاتی، لہٰذا صحیح یہ ہے کہ علم درایۃ الحدیث اور علم اصول حدیث کے درمیان عموم وخصوص کی نسبت ہے، علمِ درایۃ الحدیث عام ہے اور علم اصول حدیث خاص۔

اس تجزیہ کی روشنی میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ علم درایۃ الحدیث کی بھی دو شاخیں ہیں:

۱) علم اصول الحدیث: جس میں روایت کی اسنادی حیثیت سے بحث کی جاتی ہے۔

۲) علم فقہ الحدیث: جس میں کسی حدیث سے احکام ومسائل مستنبط کیے جاتے ہیں۔

موضوع علم حدیث:

بعض علماء نے فرمایا کہ علمِ حدیث کا موضوع آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور احوال ہیں۔ (۲)

بعض نے کہا کہ سند اور متن علمِ حدیث کا موضوع ہیں۔ (۳)

لیکن زیادہ مقبول قول علامہ کرمانیؒ (۴) کا ہے، جنہوں نے فرمایا کہ ذات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم علم حدیث کا

---

(۱) تدريب الراوي للسيوطي، فوائد من المقدمة، الفائدة الأولى، ص: ۲۵، ۲۶ ونصه: «قال ابن الأكفاني... علم الحديث الخاص بالرواية: علم يشتمل... وعلم الحديث الخاص بالدراية: علم يعرف منه حقيقة الرواية، وشروطها الخ». (ج)

(۲) توجيه النظر إلى أصول الأثر للشيخ طاهر الجزائري، الفصل الأول، في بيان معنى الحديث ۱/۱، ونصه: «ذهب بعض العلماء... فقال في تعريفه علم الحديث أقوال النبي عليه الصلاة والسلام وأفعاله وأحواله». (ج)

(۳) تدريب الراوي للسيوطي، فوائد من المقدمة، الفائدة الأولى، ص: ۲۶، ونصه: «وموضوعه: السند والمتن». (ج)

(۴) آپ کا پورا نام محمد بن یوسف بن علي ہے، (۷۱۷-۷۸۶ھ = ۱۳۱۷-۱۳۸۴م) آپ قاضی عضد الدین اور شیخ ناصر الدین فاروقی رحمہما اللہ کے شاگرد اور قاضی محب الدین بغدادی رحمہ اللہ کے استاد ہیں، آپ کی تصنیفات میں "الكواكب الدراري" اور "السبعة السيارة" وغیرہ شامل ہیں۔ (الدرر الكامنة لابن حجر العسقلاني ۶/۲۶). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

موضوع ہے۔(۱)

علامہ سیوطی نے "تدريب الراوي" میں لکھا ہے کہ میرے استاذ علامہ محی الدین کافیجی، علامہ کرمانی کے اس قول پر تعجب کیا کرتے تھے کہ ذاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو علم طب کا موضوع ہو سکتی ہے نہ کہ علم حدیث کا۔(۲)

لیکن علامہ ابن القاسم العبادیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے علامہ کافیجی کے تعجب پر تعجب ہے؛ کیونکہ علامہ کرمانی نے ذات رسول کو "من حيث هي هي" علم حدیث کا موضوع نہیں بتایا؛ بلکہ "من حيث إنه رسول الله" موضوع قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ علم طب کا موضوع نہیں،(۳) لہٰذا کافیجی کا یہ تعجب درست نہیں۔

محقق بات یہ ہے کہ "ذات رسول الله صلى الله عليه وسلم من حيث إنه رسول الله" مطلق علمِ حدیث کا موضوع ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال علم روایۃ الحدیث کا موضوع ہیں اور سند اور متن علمِ درایۃ الحدیث کا۔

علمِ حدیث کی غرض وغایت:

علم حدیث کی غرض وغایت ہے: "الاهتداء بهدي النبي صلى الله عليه وسلم"(۴) اور

---

(۱) الكواكب الدراري للكرماني مقدمة الشارح ۱/۱۲، ونصه: «واعلم أن الحديث موضوعه: هو ذات رسول الله صلى الله عليه وسلم من حيث أنه رسول الله». (ج)

(۲) تدريب الراوي للسيوطي، فوائد من المقدمة، الفائدة الأولى، ص:۲۷، ونصه: «ولم يزل شيخنا العلامة محيي الدين الكافيجي يتعجب من قوله: إن موضوع علم الحديث ذات الرسول، ويقول: هذا موضوع الطب لا موضوع الحديث». (ج)

(۳) حاشية تدريب الراوي للشيخ محمد عوامة، حد علم الحديث وما يتبعه ۲/۳۰، ونصه: «قال الشهاب ابن قاسم العبادي: ينبغي التعجب من هذا التعجب فإن عاقلا لا يقول: إن ذات الرسول صلى الله عليه وسلم موضوع الطب إنما موضوع الطب بدن الإنسان من حيث إنه يصح ويمرض إلخ». (ج)

(۴) بهجة قلوب الأبرار وقرة عيون الأخيار لأبي عبد الله عبد الرحمن آل سعدي ۱/۱۴۸، ونصه: «حديث لا يدخل الجنة... من كان فيجب على طالب العلم أن يعزم عزما جازما... وأن يكون أصله الذي يرجع إليه وأساسه الذي يبني عليه، الاهتداء بهدي النبي صلى الله عليه وسلم». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

"الفوز بسعادة الدارين"۔[۱]

علمِ حدیث کی فضیلت وشرافت:

جہاں تک علمِ حدیث کی شرافت اور فضیلت کا تعلق ہے وہ کسی طویل بیان کی محتاج نہیں ہے، قرآن وحدیث کی بے شمار نصوص اس علم کی فضیلت کو ثابت کرتی ہیں، یہاں ان کا استیعاب نہ مقصود ہے نہ ممکن، ضرورت ہو تو حافظ ابن عبد البر اندلسی[۲] کی کتاب "جامع بيان العلم وفضله"[۳] کی طرف مراجعت کی جاسکتی ہے، نیز اس علم کی فضیلت کے لیے اتنا کافی ہے کہ اس کی بدولت بکثرت درود شریف پڑھنے کا موقع ملتا ہے، جس کے فضائل بے شمار ہیں۔

علوم میں علمِ حدیث کا مرتبہ:

علماء نے فرمایا کہ علوم کی اوّلاً دو قسمیں ہیں: علومِ نقلیہ اور علومِ عقلیہ۔

پھر ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں آلیہ، عالیہ، گویا کہ کل چار (۴) قسمیں ہوگئیں: (۱) علوم آلیہ عقلیہ (۲) علوم آلیہ نقلیہ (۳) علوم عالیہ عقلیہ (۴) علوم عالیہ نقلیہ۔

علومِ آلیہ عقلیہ، جیسے: منطق اور آلیہ نقلیہ جیسے: علوم عربیت، مثلاً: صرف ونحو اور بلاغت، علومِ عالیہ عقلیہ،

---

(۱) قواعد في علوم الحديث للشيخ ظفر أحمد العثماني، المقدمة في المبادي والحدود، ص: ۲۳، ونصه: «وأما فائدته: فهي الفوز بسعادة الدارين ومعرفة الصحيح من غيره». (ج)

(۲) آپ کا پورا نام أبو عمر يوسف بن عبد الله النمري المعروف بابن عبد البر المالكي ہے، (۳۶۸-۴۶۳ھ=۹۷۸-۱۰۷۱م) آپ حافظ خلف بن القاسم اور عبد الوارث بن سفیان رحمہما اللہ کے شاگرد ہیں، ابو علی الغسانی اور ابو عبد اللہ الحمیدی رحمہما اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ کی تصنیفات میں "التمهيد" اور "الكافي في فقه أهل المدينة" وغیرہ شامل ہیں۔ (تاريخ الإسلام للذهبي ۱۰/۱۹۹، والأعلام للزركلي ۸/۲۴۰). (ج)

(۳) یہ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ کی کتاب ہے، جس میں انہوں نے حصولِ علم کے آداب وغیرہ ذکر کیے ہیں، جو شیخ ابو الاشبال زہیری رحمہ اللہ کی تحقیق کے ساتھ دار ابن الجوزی سے (۱۴۲۷ھ) میں شائع ہو چکی ہے۔ (التعليقات المستطرفة لأبي يعلى المغربي، فصل في الكتب المفردة ۴/۸۸). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

جیسے: فلسفہ، رمل، (۱) جفر، (۲) نجوم وغیرہ اور علوم عالیہ نقلیہ، جیسے: تفسیر وحدیث اور فقہ وغیرہ، ان میں اشرف ترین یہ آخری قسم ہے اور علم حدیث اسی سے متعلق ہے۔

---

(۱) فائدہ: یہ ایک علم ہے جس میں ریت پر لکیریں کھینچ کر آئندہ کے حالات معلوم کیے جاتے ہیں، یہ علم ایک قول کے مطابق حضرت دانیال کو اور دوسرے قول کے مطابق حضرت ادریس علیہ السلام کو سکھایا گیا تھا، لیکن اس زمانہ میں اس علم کا جاننے والا کوئی نہیں اور اگر کوئی اس کا دعویٰ کرے تو جھوٹا ہے۔ (الدر المختار، المقدمة ۱ /۴۴، ونصه: «الرمل هو علم بضروب أشكال من الخطوط والنقط إلخ»). (ر، ز)

(۲) فائدہ: اس علم میں اسرارِ حروف سے بحث کی جاتی ہے، اس کے ماہرین کا دعویٰ ہے کہ وہ اس کی مدد سے آئندہ کے حالات وواقعات کا پتہ لگا لیتے ہیں، لیکن شرعی طور پر اس کی کوئی حیثیت نہیں اور نہ ہی اس کا سیکھنا جائز ہے۔ (ر)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

حجیتِ حدیث:

اہلِ تجدد:

امت محمد یہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اس پر اجماع ہے کہ حدیث، قرآن کریم کے بعد دین کا دوسرا اہم مأخذ ہے، لیکن بیسویں صدی کے آغاز میں جب مسلمانوں پر مغربی اقوام کا سیاسی اور نظریاتی تسلط بڑھا تو کم علم مسلمانوں کا ایسا طبقہ وجود میں آیا جو مغربی افکار سے بے حد مرعوب تھا، وہ یہ سمجھتا تھا کہ دنیا میں ترقی بغیر تقلید مغرب کے حاصل نہیں ہوسکتی، لیکن اسلام کے بہت سے احکام اس کے راستہ میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے، اس لیے اس نے اسلام میں تحریف کا سلسلہ شروع کیا، تاکہ اسے مغربی افکار کے مطابق بنایا جاسکے، اس طبقہ کو "أهل تجدُّد" کہا جاتا ہے۔

چند مشہور شخصیات کا انکارِ حدیث:

ہندوستان میں سرسید احمد خان، (۱) مصر میں طه بن حسین، (۲) ترکی میں ضیاء گوک الپ (۳) اس طبقہ کے رہنما ہیں، اس طبقہ کے مقاصد اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتے تھے جب تک

---

(۱) آپ کا پورا نام سر سید أحمد خان بن میر محمد متقي ہے، (۱۲۳۲-۱۳۱۵ھ=۱۸۱۷-۱۸۹۸م) آپ دہلی میں پیدا ہوئے، آباؤ اجداد شاہ جہاں کے عہد میں ہرات سے ہندوستان آئے، دہلی میں قیام کے دوران میں آپ نے اپنی مشہور کتاب "آثار الصنادید" لکھی۔ (آزاد دائرۃ المعارف ۱۱۶/۲). (ج)

(۲) آپ کا پورا نام طه بن حسین بن علي بن سلامة ہے، (۱۳۰۷-۱۳۹۲ھ=۱۸۸۹-۱۹۷۳م) موصوف منکرین حدیث میں سے تھے، مگر اس کے باوجود ادب عربی کی نامور شخصیت تھے، آپ کی تصنیفات میں "الأدب الجاهلي" وغیرہ شامل ہیں۔ (طه حسين حياته وأدبه، ص: ۱۸۶، والأعلام للزركلي ۲۳۱/۳). (ج)

(۳) آپ کا پورا نام ضیاء گوک الپ ہے، (۱۲۹۲-۱۳۴۲ھ=۱۸۷۶-۱۹۲۴م) ایک ترک ماہر عمرانیات، مصنف، شاعر اور سیاسی شخصیت تھے، ۱۹۰۸ء میں انقلاب نوجوانان ترک کے بعد آپ نے گوک الپ (قہرمانِ آسمانی یا آسمانی ہیرو) کا قلمی نام اختیار کیا جو تا حیات برقرار رکھا، ۱۸۷۶ء میں پہلے عثمانی دستور قانون اساسی کی تشکیل میں آپ کا اہم کردار تھا۔ (وکی پیڈیا)۔ (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

حدیث کو راستہ سے نہ ہٹایا جائے، کیونکہ احادیث میں زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق ایسی مفصل ہدایات موجود ہیں جو مغربی افکار سے صراحۃً متصادم ہیں، چنانچہ اس طبقہ کے بعض افراد نے حدیث کو حجت ماننے سے انکار کیا، یہ آواز ہندوستان میں سب سے پہلے سرسید احمد خان اور ان کے رفیق مولوی چراغ علی[1] نے بلند کی، لیکن انہوں نے انکارِ حدیث کے نظریہ کو علی الاعلان اور بہ وضاحت پیش کرنے کے بجائے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جہاں کوئی حدیث اپنے مدعا کے خلاف نظر آئی، اس کی صحت سے انکار کر دیا، خواہ اس کی سند کتنی ہی قوی کیوں نہ ہو اور ساتھ ہی کہیں کہیں اس بات کا بھی اظہار کیا جاتا رہا کہ یہ احادیث موجودہ دور میں حجت نہیں ہونی چاہئیں اور اس کے ساتھ بعض مقامات پر مفید مطلب احادیث سے استدلال بھی کیا جاتا رہا، اسی ذریعہ سے تجارتی سود کو حلال کیا گیا، معجزات کا انکار کیا گیا، پردہ کا انکار کیا گیا اور بہت سے مغربی نظریات کو سندِ جواز دی گئی۔

ان کے بعد نظریہ انکارِ حدیث میں اور ترقی ہوئی اور یہ نظریہ کسی قدر منظم طور سے عبداللہ چکڑالوی[2] کی قیادت میں آگے بڑھا، یہ ایک فرقہ کا بانی تھا، جو اپنے آپ کو "أهل قرآن" کہتا تھا، اس کا مقصد حدیث سے کلیۃً انکار کرنا تھا، اس کے بعد اسلم جیراج پوری[3] نے اہلِ قرآن سے ہٹ کر اس نظریہ کو اور آگے بڑھایا، یہاں تک کہ غلام احمد پرویز[4] نے اس فتنہ کی باگ ڈور سنبھالی اور اسے ایک منظم نظریہ اور مکتبِ فکر کی شکل دے دی، نوجوانوں کے لیے اس کی تحریر میں بڑی کشش تھی، اس لیے اس کے زمانہ میں یہ فتنہ سب

---

(۱) آپ کا پورا نام مولوي چراغ علي بن محمد بخش ہے، (۱۲۵۹-۱۳۱۲ھ=۱۸۴۴-۱۸۹۵م) آپ میرٹھ میں پیدا ہوئے، کئی زبانوں مثلاً انگریزی، لاطینی اور یونانی سے واقف تھے، آپ کی تصانیف میں "تحقیق الجہاد" اور "اصطلاحات سلاطین اسلام" قابلِ ذکر ہیں، ۱۸۹۵ء میں ۵۱ سال کی عمر میں حیدرآباد میں انتقال ہوا۔ (وکی پیڈیا)۔ (ج)

(۲) آپ کا پورا نام قاضي غلام نبي ہے، (۱۲۳۰ - ۱۳۴۳ھ = ۱۸۱۵ - ۱۹۵۵م) آپ چکڑالہ کے رہنے والے تھے، لیکن بعد میں آپ نے اپنا نام غلام نبی سے بدل کر عبداللہ رکھ لیا، ابتدائی تعلیم ڈپٹی نذیر احمد سے حاصل کی، اس کے بعد انہوں نے حدیث کا انکار کرتے ہوئے اعلان کر دیا کہ جب قرآن ایک مکمل ہدایت ہے تو حدیث کی کیا ضرورت ہے۔ (أديان باطله اور صراط مستقيم، ص: ۳۶۷). (ج)

(۳) آپ کا پورا نام محمد أسلم جيراج پوري ہے، (۱۲۹۹ - ۱۳۷۴ھ = ۱۸۸۲ - ۱۹۵۵م) آپ قصبہ جیراج پور اعظم گڑھ (بھارت) میں پیدا ہوئے، ۱۹۰۶ء میں علی گڑھ کالج میں عربی فارسی کے معلم مقرر ہوئے۔ جامعہ ملیہ کی تاسیس پر مولانا محمد علی جوہرؒ کے اصرار پر علی گڑھ سے چلے آئے اور جامعہ ملیہ میں تاریخ اسلام کے مدرس مقرر ہوئے، حدیث پر اپنے مروجہ مؤقف کی وجہ سے اکثر لوگ آپ کو اہلِ قرآن اور منکرِ حدیث سمجھنے لگے۔ (وکی پیڈیا)۔ (ج)

(۴) آپ کا پورا نام غلام أحمد پرويز بن مولوي رحيم بخش ہے، (۱۳۲۰ - ۱۴۰۵ھ=۱۹۰۳ - ۱۹۸۵م) =

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

سے زیادہ پھیلا، یہاں ہم اس فتنہ کے بنیادی نظریات پر مختصر گفتگو کریں گے۔

منکرینِ حدیث کے تین طرح کے نظریات:

منکرین حدیث کی طرف سے جو نظریات اب تک سامنے آئے ہیں، وہ تین قسم کے ہیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فریضہ صرف قرآن پہنچانا تھا، اطاعت صرف قرآن کی واجب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت "من حیث الرسول" نہ صحابہ پر واجب تھی اور نہ ہم پر واجب ہے، (معاذ اللہ) اور وحی صرف متلو ہے اور وحی غیر متلو کوئی چیز نہیں ہے، نیز قرآن کریم کو سمجھنے کے لیے حدیث کی حاجت نہیں۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات صحابہ پر تو حجت تھے لیکن ہم پر حجت نہیں۔

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات تمام انسانوں پر حجت ہیں، لیکن موجودہ احادیث ہمارے پاس قابل اعتماد ذرائع سے نہیں پہنچیں، اس لیے ہم انہیں ماننے کے مکلف نہیں۔

منکرینِ حدیث خواہ کسی طبقہ یا گروہ سے متعلق ہوں، ان کی ہر تحریر ان تین نظریات میں سے کسی ایک کی ترجمانی کرتی ہے، اس لیے ہم ان متضاد نظریات میں سے ہر ایک پر مختصر کلام کرتے ہیں۔

نظریۂ اُولیٰ کی تردید دلائل نقلیہ سے:

(۱) "وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا" (۱)

اس آیت میں ارسال رسول کے علاوہ "وحیا" ایک مستقل قسم ذکر کی گئی، (۲) یہی وحی غیر متلو ہے۔ (۳)

= آپ ہندوستان کے بٹالہ شہر میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں حاصل کی، کچھ عرصہ بعد اُن کی ملاقات اسلم جیراج پوری سے ہوئی اسی ملاقات نے پرویز کے منکرِ حدیث کی سوچ کو جلا بخشی جو کہ بعد میں فتنۂ انکارِ حدیث کے نشر و اشاعت کا بڑا ذریعہ بنا، ریٹائرمنٹ کے بعد لاہور میں طلوع اسلام کے نام سے ادارہ قائم کیا اور "طلوع اسلام" کے نام سے اپنا رسالہ بھی جاری کیا، جس میں وہ اپنے انکار کا پرچار کرتے تھے۔ (أديان باطله اور صراط مستقيم، ص: ۳۶۹). (ج)

(۱) الشورى-۴۲/ ۵۱. (ج)

(۲) تفسير الجلالين لجلال الدين المحلي، الشورى، ص: ۶۴۶، ونصه: «(وما كان لبشر أن يكلمه الله إلا) أن يوحي إليه (وحيا) في المنام أو بإلهام». (ج)

(۳) اللباب في علوم الكتاب لسراج الدين عمر بن علي الحنبلي، البقرة ۲/ ۳۸۱، ونصه: «أن الوحي ينقسم إلى قسمين متلو، وغير متلو إلخ». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

(۲) قرآن کریم میں ہے "وَمَاجَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ"۔(۱)

اس میں "الْقِبْلَة" سے مراد بیت المقدس ہے(۲) اور اس کی طرف رخ کرنے کے حکم کو باری تعالیٰ نے "جعلنا" کے لفظ سے اپنی جانب منسوب فرمایا، حالانکہ پورے قرآن میں کہیں بھی بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم مذکور نہیں، لامحالہ یہ حکم وحی غیر متلو کے ذریعہ تھا اور اسے اپنی طرف منسوب کر کے اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا کہ وحی غیر متلو کا حکم بھی اسی طرح واجب التعمیل ہے، جس طرح وحی متلو کا۔

(۳) "عَلِمَ اللهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ".(۳)

اس آیت میں "ليالي" رمضان کے اندر جماع کرنے کو خیانت سے تعبیر کیا گیا اور بعد میں اس کی اجازت دے دی گئی، اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم یہ واضح کر رہا ہے کہ اس سے پہلے حرمت جماع کا حکم آیا تھا، حالانکہ یہ حکم قرآن کریم میں کہیں مذکور نہیں، لامحالہ یہ حکم وحی غیر متلو کے ذریعہ تھا اور اس کی مخالفت قرآن کریم کی نظر میں خیانت تھی۔(۴)

(۴) "وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ (إلیٰ قوله تعالیٰ) وَمَا جَعَلَهُ اللهُ إِلَّا بُشْرَى لَكُمْ".(۵)

یہ آیات غزوۂ احد کے موقع پر نازل ہوئیں اور اس میں یہ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر میں نزول ملائکہ

---

(۱) البقرة-۲/۱۴۳.(ج)

(۲) لباب التأويل في معاني التنزيل (تفسير الخازن) لعلاء الدين الخازن، البقرة ۱/۸۷، ونصه: «(وما جعلنا القبلة التي كنت عليها) أي: وما جعلنا صرفك عن القبلة التي كنت عليها، وهي بيت المقدس».(ج)

(۳) البقرة-۲/۱۸۷.(ج)

(۴) إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم (تفسير أبي السعود) للعمادي، البقرة ۱/۲۰۱، ونصه: «(أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصيام الرفث إلى نِسَائِكُم) روي: أن المسلمين كانوا إذا أمسوا حل لهم الأكل والشرب والجماع إلى أن يصلوا العشاء الأخيرة أو يرقدوا... وإيثاره ههنا لاستقباح ما ارتكبوه ولذلك سمِّي خيانة...وفيه دليل على جواز نسخ الكتاب للسنة».(ج)

(۵) آل عمران-۳/۱۲۳-۱۲۶.(ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

کی پیشین گوئی فرمائی تھی،[۱] حالانکہ یہ پیشن گوئی قرآن میں کہیں بھی مذکور نہیں، ظاہر ہے کہ وہ وحی غیر متلو کے ذریعہ تھی۔

(۵) "وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ".[۲]

اس میں بھی جس وعدہ کا ذکر ہے وہ وحی غیر متلو کے ذریعہ ہوا تھا؛ کیونکہ قرآن کریم میں کہیں بھی مذکور نہیں۔

(۶) "وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ".[۳]

اس میں صاف مذکور ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کا پورا واقعہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر فرمادیا[۴] اور قرآن میں کہیں بھی یہ واقعہ مذکور نہیں، لامحالہ یہ وحی غیر متلو کے ذریعہ تھا۔

(۷) "سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَى مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللهِ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللهُ مِنْ قَبْلُ".[۵]

اس آیت میں یہ مذکور ہے کہ منافقین کے غزوۂ خیبر میں شریک نہ ہونے کی پیشین گوئی اللہ تعالیٰ نے پہلے فرمادی تھی،[۶] ظاہر ہے کہ یہ پیشن گوئی بھی وحی غیر متلو کے ذریعہ تھی؛ کیونکہ قرآن کریم میں اس کا کہیں اور ذکر نہیں ہے۔

(۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے: "وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

---

(۱) البحر المحيط في التفسير لأبي حيان الأندلسي، آل عمران ۳۲۶/۳، ونصه: «والجمهور على أن ذلك كان في غزوة أحد، وفيها نزلت هذه الآيات كلها». (ج)

(۲) الأنفال-۸/۷. (ج)

(۳) التحريم-۶۶/۳. (ج)

(۴) مدارك التنزيل وحقائق التأويل للنسفي، التحريم ۲۱۲/۴، ونصه: «(فلما نبأها به) نبأ النبي حفصة بما أفشت من السر إلى عائشة». (ج)

(۵) الفتح-۴۸/۱۵. (ج)

(۶) زاد المسير لابن الجوزي، سورة الفتح، آية: ۱۵، ونصه: «سيقول المخلفون الذين تخلفوا عن الحديبية إذا انطلقتم إلى مغانم وذلك أنهم لما انصرفوا عن الحديبية بالصلح وعدهم الله فتح خيبر». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

وَالْحِكْمَةَ"،(١) نیز ارشاد ہے: "وَأَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ إِلَيْهِمْ".(٢)

ان آیتوں سے صاف واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ایک ڈاکیے کی طرح (معاذ اللہ) محض پیغام پہنچا دینا ہی نہیں تھا، بلکہ تعلیم کتاب وحکمت اور تبیین وتشریح بھی تھا، اب سوال یہ ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات حجت نہیں تو کتاب وحکمت کی تبیین کس طرح ہوسکتی ہے؟ کیا کتاب اللہ کی تبیین وتشریح کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف سے کوئی بات کہنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی؟ اور ظاہر ہے کہ اس کے بغیر تعلیم ممکن نہیں، تو جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں حجت نہ ہوں تعلیم کا کیا فائدہ ہے؟

(٩) قرآن کریم میں جگہ جگہ "أَطِيعُوا اللهَ" کے ساتھ "أَطِيعُوا الرَّسُولَ" کے الفاظ مذکور ہیں جو صراحۃً حجیت حدیث پر دلالت کرتے ہیں، اس کے بارے میں منکرین حدیث عموماً یہ کہا کرتے ہیں کہ یہ اطاعت بحیثیت حجت فی الشرع ہونے کے نہیں، بلکہ بحیثیت مرکز ملّت یا حاکم ہونے کے ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ایک حکمران کی حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگوں کے لیے واجب العمل تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو بھی حاکم آئے اس کی اطاعت کی جائے گی، نہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

اس کے دو جواب ہیں:

ایک تو یہ کہ حاکم کی اطاعت کا ذکر مستقل طور سے آگے کیا گیا ہے، یعنی: "وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ"(٣) لہٰذا اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر محمول نہیں کیا جاسکتا، دوسرے یہاں "أَطِيعُوا الرَّسُولَ" کا جملہ استعمال کیا گیا ہے اور یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ جب کسی اسم مشتق پر کوئی حکم لگایا جائے تو مادۂ اشتقاق اس حکم کی علت اور مدار ہوا کرتا ہے،(٤) جیسے: "أكرم العالم" میں "اکرام" کی علت "علم" ہے، اسی طرح "أطيعوا الرسول" میں "اطاعت" کی علت "رسالت" ہے نہ کہ حاکمیت۔

(١٠) "فَلَا وَرَبِّكَ لَايُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَايَجِدُوْا فِي

---

(١) البقرة-٢/١٢٩.(ج)

(٢) النحل-١٦/٤٤.(ج)

(٣) النساء-٤/٥٩.(ج)

(٤) إيضاح المحصول لأبي عبدالله المازري، كتاب العموم والخصوص، ص: ٣٤٨، ونصه: «إن الاسم المشتق إذا علق به حكم، دل على أن معنى الاشتقاق هو علة الحكم».(ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا". [۱]

اس آیت سے صاف واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کی اطاعت نہ صرف واجب بلکہ مدارِ ایمان ہے۔

(۱۱) قرآن مجید میں کئی مقامات پر انبیائے سابقین کی احادیث منقول ہیں اور ان کے ارشادات کو ان کی امتوں کے لیے واجب العمل قرار دیا گیا ہے اور نہ ماننے پر عذاب نازل کیا گیا ہے، [۲] یہ بات حجیت حدیث کی واضح دلیل ہے۔

(۱۲) انبیائے سابقین میں سے متعدد حضرات ایسے ہوئے ہیں جن پر کوئی کتاب نہیں اتری، [۳] اگر ان کے ارشادات واجب العمل نہ تھے تو انہیں بھیجا ہی کیوں گیا؟

(۱۳) قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کا واقعہ مذکور ہے، جس میں ذبحِ ولد کا حکم دیا گیا تھا، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ وحی غیر متلو ہے۔ [۴]

نظریۂ اُولیٰ کی تردید دلائل عقلیہ سے:

(۱) قرآن کریم میں زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق جو ہدایات دی گئی ہیں، وہ عموماً بنیادی احکام پر مشتمل ہیں، ان احکام کی تفصیلات اور اُن پر عمل کے طریقے سب احادیث نے بتائے، نماز پڑھنے کا طریقہ اور اس کے اوقات اور تعدادِ رکعات کی تعیین، ان میں سے کوئی چیز بھی قرآن میں مذکور نہیں ہے، اگر احادیث حجت نہیں تو "أقيموا الصلاة" پر عمل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ صلوٰۃ کے معنی عربی لغت کی

---

(۱) النساء-۴/۶۵.(ج)

(۲) تفسير الجلالين لجلال الدين المحلي، الشعراء، ص: ۴۸۷، ۴۸۸ ونصه: «(كذبت قوم نوح المرسلين) بتكذيبهم... (ثم أغرقنا بعد) بعد إنجاءهم (الباقين) من قومه». (ج)

(۳) مدارك التنزيل وحقائق التأويل للنسفي، المريم ۳/۳۹ ونصه: «والنبي الذي ينبئ عن الله عز وجل وإن لم يكن معه كتاب كيوشع». (ج)

(۴) المصدر السابق، الشورى ۴/۹۱، ونصه: «رؤيا الأنبياء وحي وهو كأمر إبراهيم عليه السلام بذبح الولد». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

رو سے "تحريك الصلوين" ہے،(۱) لہٰذا "أقيموا الصلاة" کا مطلب یہ ہے کہ رقص کے اڈے قائم کرو، تو اس کا آپ کے پاس کیا جواب ہے؟

(۲) مشرکین عرب کی یہ خواہش تھی کہ کتاب اللہ کو بواسطۂ رسول بھیجنے کے بجائے براہِ راست ہم پر اُتارا جائے: "حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرَؤُه"(۲) ظاہر ہے ایسی صورت میں معجزہ بھی زیادہ ظاہر ہوتا اور مشرکین کے ایمان لانے کی امید بھی زیادہ ہوتی، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ طریقہ اختیار نہیں فرمایا، سوال یہ ہے کہ اگر احادیث حجت نہیں ہیں تو رسول کے بھیجنے پر کیوں اصرار کیا گیا؟

درحقیقت رسول کو اس لیے بھیجا گیا کہ تنہا کتاب کسی قوم کی اصلاح کے لیے کبھی کافی نہیں ہوسکتی، تاوقتیکہ کوئی ایسا معلّم نہ ہو، جو اس کے معنی کو متعین کردے اور خود اس کا عملی نمونہ بن کر نکل آئے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اس کا ہر ہر قول وفعل واجب الاتباع نہ ہو۔

(۳) تمام اُمت بلا استثناء احادیث کو حجت مانتی آئی ہے، اگر یہ سب کے سب لوگ گمراہ تھے اور چودہ سو سال کی مدت میں پرویز صاحب کے سوا اسلام کا کوئی سمجھنے والا پیدا نہیں ہوا تو پھر یہ سوچنا چاہیے کہ کیا وہ دین قابل اتباع ہوسکتا ہے، جسے چودہ سو سال تک کسی ایک فرد بشر نے بھی نہ سمجھا ہو۔

منکرین حدیث کے دلائل اور ان کے جوابات:

دلیل اول اور اس کا جواب:

منکرین حدیث اپنی دلیل میں سب سے پہلے تو یہ آیت پیش کرتے ہیں: "وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ"،(۳) ان کا کہنا ہے کہ اس آیت کی رو سے قرآن بالکل آسان ہے، لہٰذا اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے کسی کی تعلیم اور تشریح کی حاجت نہیں۔

---

(۱) كشاف اصطلاحات الفنون والعلوم لمحمد بن علي التهانوي، مقدمة المؤلف، حرف الصاد ۲/۱۰۸۱، ونصه: «فقيل الصلاة حقيقية لغوية في تحريک الصَّلوين أي الإليتين». (ج)

(۲) الإسراء-۱۷/۹۳. (ج)

(۳) القمر-۵۴/۱۷. (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

جواب اس کا یہ ہے کہ قرآن کریم کے مضامین دو قسم پر مشتمل ہیں: کچھ مضامین تو ایسے ہیں جن کا مقصد خوفِ خدا، فکرِ آخرت، انابت الی اللہ پیدا کرنا اور عام نصیحت کی باتیں کرنا ہیں اور کچھ مضامین ایسے ہیں جن میں احکام وشرائع اور ان کے اصول بیان فرمائے گئے ہیں، "وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ" کی آیت پہلی قسم کے مضامین سے متعلق ہے نہ کہ دوسری قسم کے مضامین سے، جس کی دلیل یہ ہے کہ "وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ" کے ساتھ "لِلذِّكْرِ" کی قید بڑھائی گئی ہے، اگر استنباط احکام بھی آسان ہوتا تو یہ قید نہ ہوتی۔(۱)

نیز آگے "فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ" فرمایا گیا، نہ کہ "هَلْ مِنْ مُسْتَنْبِطٍ" یا "هَلْ مِنْ مُجْتَهِدٍ"۔

اس کے علاوہ قرآن کریم کی کئی آیتوں میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ یہ کتاب بغیر رسول کے سمجھ میں نہیں آسکتی مثلاً: "وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِم"۔(۲)

دلیل دوم اور اس کا جواب:

منکرین حدیث کہتے ہیں کہ قرآن نے جگہ جگہ اپنی آیات کو "بینات" قرار دیا ہے، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود واضح ہے، توضیح کی ضرورت نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مضمون ہمیشہ بنیادی عقائد سے متعلق لایا گیا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ توحید، رسالت اور آخرت کے دلائل اتنے واضح ہیں کہ ذرا توجہ کی جائے تو دل میں اتر جاتے ہیں،(۳) عیسائیوں کے عقیدۂ تثلیث کی طرح نہیں کہ ساری دنیا مل کر بھی اسے سمجھ نہیں پائی، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ احکام کے معاملہ میں بھی وہ بالکل آسان ہے یا ان کی توضیح کے لیے کسی رسول کی حاجت نہیں۔

---

(۱) أنوار التنزيل وأسرار التأويل للبيضاوي، القمر ۵/۱۶۶، نصه: «(وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ) سهلناه أو هيأناه من يسر ناقته للسفر إذا رحلها، (لِلذِّكْرِ) للادكار والاتعاظ بأن صرفنا فيه أنواع المواعظ والعبر». (ج)

(۲) النحل-۱۶/۴۴. (ج)

(۳) مفاتيح الغيب (التفسير الكبير) للإمام الرازي، النور ۱۱/۲۱۶، ونصه: «(وأنزلنا فيها آيات بينات) ففيه وجوه، أحدها: أنه سبحانه ذكر في أول السورة أنواعا من الأحكام والحدود، وفي آخرها دلائل التوحيد فقوله: (وفرضناها) إشارة إلى الأحكام التي بينها أولا ثم قوله: (وأنزلنا فيها آيات بينات) إشارة إلى ما بين من دلائل التوحيد». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

دلیل سوم اور اس کا جواب:

"إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ"،(۱) منکرینِ حدیث کہتے ہیں کہ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوسرے انسانوں کی طرح انسان قرار دیا گیا ہے، لہٰذا یہ آیت صریح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی متلو تو واجب الاتباع ہے، لیکن خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات واجب العمل نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت یہ استدلال آیت کو اس کے سیاق سے الگ کر کے کیا گیا ہے، درحقیقت یہ آیت ان مشرکین کے جواب میں آئی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزات کا مطالبہ کیا کرتے تھے، جواب میں فرمایا گیا کہ میں تمہارے جیسا بشر ہوں، اس لیے اپنی مرضی سے معجزہ دکھانے پر قادر نہیں تاوقتیکہ اللہ نہ چاہے، اس سے معلوم ہوا کہ "مثلكم" میں تشبیہ صرف "عدم القدرة على المعجزة بغير مشية الله" میں ہے، "من كل الوجوه" نہیں۔(۲)

دوسرے اسی آیت میں دوسرے انسانوں کے ساتھ "ما به الفرق" وحی کو قرار دیا گیا ہے اور وحی کا لفظ مطلق استعمال کیا گیا ہے، جو وحی متلو اور غیر متلو دونوں کو شامل ہے، لہٰذا اس سے واجب الاتباع نہ ہونے پر استدلال محض لغو ہے۔

دلیل چہارم اور اس کا جواب:

منکرینِ حدیث ان واقعات سے بھی استدلال کرتے ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی عمل پر قرآن کریم میں عتاب نازل ہوا، مثلاً: غزوۂ بدر کے موقع پر قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دینا، ان کا کہنا یہ ہے کہ اس واقعہ میں قرآن نے تصریح کردی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ رضائے خداوندی کے موافق نہ تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وافعال کو علی الاطلاق کیسے حجت کہا جاسکتا ہے۔

---

(۱) الكهف-۱۸/۱۱۰.(ج)

(۲) تأويلات أهل السنة (تفسير الماتريدي)، سورة الكهف، الآية: ۱۱۰، ونصه: وقوله -عز وجل-: (قل إنما أنا بشر مثلكم ...أمره أن يخبرهم أنه بشر مثلهم ...أحدها: أنهم كانوا يسألونه آيات خارجة عن وسع البشر وطوقهم، فأمره أن يخبرهم أنه بشر مثلهم، لا يقدر على ما يسألونه من الآيات التي تخرج عن وسع البشر وطوقهم». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

اس کا جواب یہ ہے کہ ان واقعات میں بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجتہادی لغزش ہوئی جس پر بذریعہ وحی متنبہ کردیا گیا، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہی واقعہ حجیّتِ حدیث پر دلالت کرتا ہے؛ کیونکہ جب تک قرآن نے اس لغزشِ اجتہادی پر تنبیہ نہیں کی اس وقت تک تمام صحابہؓ نے اس حکم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا اور جب قرآنی تنبیہ نازل ہوئی تو اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تو یہ محبوبانہ عتاب ہوا: "مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ"۔ (۱)

دلیل پنجم اور اس کا جواب:

منکرینِ حدیث اُس واقعہ سے بھی استدلال کرتے ہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصارِ مدینہ کو تابیرِ نخل سے منع فرمایا، صحابۂ کرامؓ نے تابیر کو چھوڑ دیا تو پیداوار گھٹ گئی، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أنتم أعلم بأمر دنیاکم" یعنی اس معاملہ میں میری اتباع تم پر واجب نہیں۔ (۲)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی دو حیثیتیں ہیں: ایک وہ ارشادات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیتِ رسول بیان فرمائے اور دوسرے وہ ارشادات جو شخصی مشوروں کی حیثیت میں صادر ہوئے، "أنتم أعلم بأمر دنیاکم" کا تعلق دوسری قسم کے ارشادات سے ہے (۳) اور محلِ بحث پہلی قسم کے ارشادات ہیں، لہٰذا یہ استدلال درست نہیں ہے۔

اس پر یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ یہ پتہ لگانا ہمارے لیے متعذر ہے کہ کون سا ارشاد کس حیثیت کا ہے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کو علی الاطلاق حجت نہیں کہا جاسکتا۔

---

(۱) الأنفال-۸/۶۷. (ج)

(۲) جزء من حدیث أخرجه مسلم، کتاب فضائل النبي صلی اللہ علیه وسلم، باب أنتم أعلم بأمر دنیاکم، رقم: ۲۳۶۳، ونصه: «عن أنس أن النبي صلی اللہ علیه وسلم مر بقوم یلقحون، فقال: لو لم تفعلوا الصلح، قال: فخرج شیصا، فمر بهم فقال: مالنخلکم؟ قالوا: قلت: کذا وکذا، قال: أنتم أعلم بأمر دنیاکم». (ج)

(۳) المنهاج (شرح صحیح مسلم) للنووي، کتاب الفضائل، باب وجوب امتثال ما قاله شرعا إلخ ۱۵/۱۱۶، تحت الرقم: ۲۳۶۳، ونصه: «أنتم أعلم بأمر دنیاکم قال العلماء: قوله صلی اللہ علیه وسلم من رأیي أي في أمر الدنیا ومعایشها لا علی التشریع فأما ما قاله باجتهاده صلی اللہ علیه وسلم ورآه شرعا یجب العمل به ولیس إبار النخل من هذا النوع بل من النوع المذکور قبله». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل حیثیت "رسول" کی حیثیت ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول وفعل کو اسی حیثیت پر محمول کر کے حجت قرار دیا جائے گا، اِلّا یہ کہ کسی جگہ کوئی دلیل یا قرینہ اس بات پر قائم ہوجائے کہ یہ ارشاد شخصی مشورہ کی حیثیت رکھتا ہے اور واقعہ بھی یہ ہے کہ پورے ذخیرۂ احادیث میں شخصی مشوروں کی مثالیں گنی چنی ہیں اور ایسے مقامات پر یہ تصریح موجود ہے کہ یہ ارشاد شرعی حکم نہیں بلکہ شخصی مشورہ ہے، ان چند مقامات کے سوا باقی تمام ارشادات بحیثیتِ رسول صادر ہوئے ہیں اور حجت ہیں۔

نظریۂ ثانیہ کی تردید:

اس نظریہ کے مطابق احادیث صحابۂ کرامؓ کے لیے حجت تھیں، لیکن ہمارے لیے حجت نہیں، یہ نظریہ اتنا بدیہی البطلان ہے کہ اس کی تردید کے لیے کسی تفصیل کی ضرورت نہیں، اس کا خلاصہ تو یہ نکلتا ہے کہ (معاذ اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت صرف عہدِ صحابہؓ تک مخصوص تھی، حالانکہ مندرجہ ذیل آیات اس کی صراحۃً تردید کرتی ہیں:

(۱) "يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعًا".(۱)

(۲) "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَّنَذِيْرًا".(۲)

(۳) "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ".(۳)

(۴) "تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا".(۴)

اس کے علاوہ بنیادی سوال یہ ہے کہ فہمِ قرآن کے لیے تعلیمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاجت ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو رسول کو بھیجا ہی کیوں گیا؟ اور اگر ہے تو عجیب معاملہ ہے کہ صحابہؓ کو تو تعلیم کی حاجت ہو اور ہمیں نہ ہو، حالانکہ صحابہ نے نزولِ قرآن کا خود مشاہدہ کیا تھا، اسباب نزول سے وہ پوری طرح خود بخود واقف تھے، نزولِ قرآن کا ماحول ان کے سامنے تھا اور ہم ان سب چیزوں سے محروم ہیں، اس کے جواب میں منکرینِ حدیث وہی پرانی

---

(۱) الأعراف-۱۵۸/۷. (ج)

(۲) سبأ-۲۸/۳۴. (ج)

(۳) الأنبياء-۱۰۷/۲۱. (ج)

(۴) الفرقان-۱/۲۵. (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

بات کہا کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت صحابہ کرامؓ پر بحیثیتِ مرکزِ ملت واجب تھی نہ کہ بحیثیتِ رسول، لیکن اس بات کی تردید پہلے کی جا چکی ہے۔

نظریۂ ثالثہ کی تردید:

یہ کہنا بالکل باطل ہے کہ احادیث حجت تو ہیں لیکن ہم تک قابلِ اعتماد ذرائع سے نہیں پہنچیں، اس پر مندرجہ ذیل دلائل ہیں:

(۱) ہم تک قرآن بھی انہی واسطوں سے پہنچا ہے جن واسطوں سے حدیث آئی ہے، اب اگر یہ واسطے ناقابلِ اعتماد ہیں، تو قرآن سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے۔

منکرینِ حدیث اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ قرآن نے "وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ"[۱] کہہ کر اپنی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے، حدیث کے بارے میں ایسی کوئی ذمہ داری نہیں لی گئی۔

لیکن اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ "وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ" کی آیت بھی تو ہم تک انہی واسطوں سے پہنچی ہے، جو بقول آپ کے ناقابلِ اعتماد ہیں، تو اس کی کیا دلیل ہے کہ یہ آیت کسی نے اپنی طرف سے نہیں بڑھائی، دوسرے اس میں قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا گیا ہے اور قرآن باتفاق اصولیین نام ہے نظم اور معنی دونوں کا،[۲] اس لیے یہ آیت صرف الفاظِ قرآن کی نہیں بلکہ معانی قرآن کی حفاظت کی بھی ضمانت لیتی ہے اور معانی قرآن کی تعلیم حدیث میں ہوئی۔

اور اگر یوں کہا جائے کہ قرآن کا من جانب اللہ ہونا ہم پر ان واسطوں کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے اعجاز اور بلاغت کی وجہ سے ظاہر ہوا ہے اور احادیث میں وہ اعجاز نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو قرآن کا اعجاز آج کل کے لوگوں کے لیے آیاتِ تحدّی سے ثابت ہوتا ہے اور آیاتِ تحدّی بھی انہی واسطوں سے پہنچی ہیں، کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ ان ناقابلِ اعتماد واسطوں نے یہ آیات محض اس لیے بڑھادی ہوں کہ لوگ قرآن کو من جانب اللہ سمجھیں، دوسری بات یہ ہے کہ اعجازِ قرآن کا ثبوت اس واقعہ کے تسلیم کرنے پر موقوف ہے کہ قرآن کے چیلنج کے

---

(۱) الحجر-۹/۱۵.(ج)

(۲) منار الانوار في أصول الفقه لأبي البركات النسفي ۱/۵، ونصه: «فالقرآن المنزل على الرسول... هو اسم للنظم والمعنى».(ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

جواب میں کوئی شخص بھی اس جیسا کلام پیش نہیں کر سکا اور یہ واقعہ احادیث کے سوا اور کہاں سے معلوم ہوا۔

(۲) جب آپ نے یہ تسلیم کرلیا کہ احادیث واجب العمل ہیں، تو اس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ قیامت تک محفوظ رہیں گی، ورنہ یہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے احادیث کو واجب العمل تو کر دیا لیکن ان کی حفاظت کا کوئی انتظام نہیں فرمایا، گویا بندوں کو تکلیف مالایطاق میں مبتلا کیا اور یہ بات "لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا"(۱) کے بالکل خلاف ہے۔

انکارِ حدیث کی ایک اور وجہ اور اس کی تردید:

منکرینِ حدیث یہ بھی کہتے ہیں کہ احادیث یعنی اخبارِ آحاد خود محدثین کی تصریح کے مطابق ظنی ہیں اور ظنی کی پیروی قرآن کریم کی تصریح کے مطابق ممنوع ہے "إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا"(۲) لیکن ان کا یہ قول بھی محض دجل وتلبیس ہے، واقعہ یہ ہے کہ "ظن" عربی زبان میں تین معنی کے لیے مستعمل ہے:

۱) اٹکل اور تخمین۔

۲) ظنِّ غالب۔

۳) علمِ یقینی استدلالی،(۳) خود قرآن کریم کی آیاتِ ذیل میں ظن بمعنی یقین مستعمل ہے۔

۱) "الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُو رَبِّهِمْ".(۴)

۲) "قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُو اللّٰهِ".(۵)

---

(۱) البقرة-۲/۲۸۶.(ج)

(۲) النجم-۵۳/۲۸.(ج)

(۳) بصائر ذوي التمييز في لطائف الكتاب العزيز لفيروز آبادي، الباب الثامن عشر، بصيرة في الظن ۳/۵۴۵، ونصه: «وقد ورد الظنّ فى القرآن مجملاً على أربعة أوجه: بمعنى اليقين، وبمعنى الشك وبمعنى التهمة، وبمعنى الحسبان». (ج)

(۴) البقرة-۲/۴۶، وفي معاني القرآن وإعرابه للزجاج ۱/۱۲۶، ونصه: «(الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُو رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ) الظن ههنا في معنى اليقين، والمعنى: الذين يوقنون بذلك». (ج)

(۵) البقرة - ۲/ ۲۴۹، وفي معاني القرآن وإعرابه للزجاج ۱/ ۳۳۱، ونصه: «وقوله عزّ وجلّ: (قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُو اللهِ)... مذهب أهل اللغة: قال الذين يوقنون». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

۳) "وَظَنَّ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ".[۱]

اب سمجھیے کہ احادیث کو جو ظنی کہا جاتا ہے وہ اٹکل اور تخمین کے معنی میں نہیں، بلکہ بعض جگہ ظنِ غالب اور بعض مقامات پر یقین کے معنی میں ہے اور قرآن میں جس ظن کی پیروی سے منع کیا گیا ہے، وہاں اس سے مراد اٹکل اور تخمین ہے،[۲] ورنہ جہاں تک ظنِ غالب کا تعلق ہے شریعت کے بے شمار مسائل میں اُسے حجت قرار دیا گیا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ اُسے حجت مانے بغیر انسان ایک دن بھی زندہ نہیں رہ سکتا؛ کیونکہ ساری دنیا اسی ظنِ غالب پر قائم ہے اور حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اخبارِ آحاد اسی قسم کا ظن پیدا کرتی ہیں، البتہ بعض اخبارِ آحاد جو مؤید بالقرائن ہوں علمِ نظری یقینی کا فائدہ بھی دیتی ہیں، مثلاً: وہ احادیث جو مسلسل بالحفاظ والائمہ ہوں۔[۳]

خلاصۂ کلام:

(خلاصۂ کلام یہ کہ) احادیث جن واسطوں سے ہم تک پہنچی ہیں، ان پر نا قابلِ اعتماد ہونے کا فتوی لگا دینا بے خبری کی دلیل ہے، درحقیقت احادیث کی حفاظت کا جو انتظام کیا گیا وہ بے نظیر ہے، جس کی تفصیل تدوینِ حدیث کی تاریخ سے معلوم ہوسکتی ہے۔

---

(۱) سورة ص-۳۸/۲۴، وفي معاني القرآن وإعرابه للزجاج ۴/۳۲۷، ونصه: «وقوله: (وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ) الآية... ومعنى ظن أيقن». (ج)

(۲) حاشية الصاوي على تفسير الجلالين للصاوي المالكي، يونس، ص: ۷۹۹، ونصه: «المراد بالظن خلاف التحقيق، فيشمل الشك والوهم، وهذا الكلام في حق الكفار». (ج)

(۳) نزهة النظر لابن حجر العسقلاني، الباب الأول: الشرط في تلقي حديث الصحيحين بالقبول، ص: ۵۲-۵۴، ونصه: «وقد يقع فيها أي: في أخبار الآحاد المنقسمة إلى مشهور، وعزيز، وغريب ما يفيد العلم النظري بالقرائن على المختار... ومنها: المسلسل بالأئمة الحفاظ المتقنين حيث لا يكون غريبا». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

تدوینِ حدیث کے ذریعے منکرینِ حدیث کے مغالطے کا ازالہ:

منکرینِ حدیث یہ کہا کرتے ہیں کہ احادیث تیسری صدی ہجری میں مدوّن کی گئیں، اس لیے یہ اعتماد نہیں ہے کہ وہ اصلی صورت پر باقی رہی ہوں، لیکن یہ مغالطہ بالکل بے بنیاد ہے، اس لیے کہ سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ حدیث کی حفاظت کا عہدِ رسالت سے لے کر اب تک کیا اہتمام ہوا، حفاظت حدیث کا راستہ صرف کتابت ہی نہیں بلکہ دوسرے قابل اعتماد ذرائع بھی ہیں اور تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہؓ میں حفاظتِ حدیث کے لیے تین طریقے استعمال کیے گئے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

حفاظت حدیث کے تین طریقے:

(۱) حفظِ روایت:

حفاظتِ حدیث کا پہلا طریقہ احادیث کو یاد کرنا ہے اور یہ طریقہ اس دور کے لحاظ سے انتہائی قابل اعتماد تھا۔ اہل عرب کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حافظے عطا فرمائے تھے، وہ صرف اپنے ہی نہیں بلکہ اپنے گھوڑوں تک کے نسب، نامے ازبر یاد کرلیا کرتے تھے، ایک ایک شخص کو ہزاروں اشعار حفظ ہوتے تھے اور بسا اوقات کسی بات کو صرف ایک بار سن کر یاد دیکھ کر پوری طرح یاد کر لیتے تھے، تاریخ میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں، جن میں سے ایک دو یہاں بیان کی جاتی ہیں:

"صحيح البخاري" میں حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ الضمری[1] بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ

(۱) آپ کا پورا نام جعفر بن عمرو بن أمية الضمري ہے، (۰۰۰-۹۶ھ=۰۰۰-۷۱۴م) جلیل القدر تابعی ہیں اور محدثین کے ہاں ثقہ ہیں، حضرت انس بن مالک اور وحشی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، ابن شہاب زہری اور سلیمان بن یسار رحمہا اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (تهذيب الكمال للمزي ۵/۶۷، ۶۸).(ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

عبید اللہ بن عدی بن الخیار (۱) کے ساتھ حضرت وحشی سے ملنے گیا، عبید اللہ نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ تو حضرت وحشی نے فرمایا کہ میں آپ کو پہچانتا تو نہیں، البتہ مجھے اتنا یاد ہے کہ آج سے سالہا سال پہلے میں ایک دن عدی بن الخیار نامی شخص کے یہاں گیا تھا، اس دن عدی کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا تھا، میں اس بچہ کو چادر میں لپیٹ کر اس کی مرضعہ کے پاس لے گیا تھا، بچے کا سارا جسم ڈھکا ہوا تھا، صرف پاؤں میں نے دیکھے تھے، تمہارے پاؤں اس بچہ کے پاؤں کے بہت مشابہ ہیں۔ (۲)

غور کرنے کی بات ہے کہ جو قوم اتنی معمولی باتوں کو اتنے وثوق کے ساتھ یاد رکھتی ہو وہ آنحضرت ﷺ کے اقوال وافعال یاد رکھنے کا کتنا اہتمام کرے گی، جب کہ وہ انہیں اپنے لیے راہِ نجات سمجھتے ہوں، خاص طور سے جب کہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ان کے سامنے آچکا تھا کہ: ”نضر الله عبدا سمع مقالتي فحفظها ووعاها وأداها“. (۳)

چنانچہ یہ بات واضح ہے کہ صحابہؓ نے اس کا حیرت انگیز طور پر اہتمام کیا۔

حافظ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب ”الإصابة“ میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ مروان بن الحکم (۴) نے حضرت ابوہریرہؓ کے حافظہ کا امتحان لینا چاہا اور انہیں بلا کر احادیث بیان کرنے کی درخواست کی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بہت سی احادیث سنائیں، ایک کاتب چھپکے سے ان کو لکھتا رہا، یہاں تک کہ حضرت ابوہریرہؓ چلے گئے، مروان بن الحکم نے اگلے سال انہیں پھر بلوایا اور ان سے کہا کہ جو احادیث آپ نے پچھلے

---

(۱) آپ کا پورا نام عبید اللہ بن عدي بن الخیار ہے، (۰۰۰-۹۶ھ=۰۰۰-۷۱۴م) جلیل القدر تابعی ہیں اور محدثین کے ہاں ثقہ ہیں، حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، عطاء بن یزید اللیثی اور حمید بن عبد الرحمٰن بن عوف رحمہما اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (تهذيب الكمال للمزي ۱۹/ ۱۱۲، ۱۱۳). (ج)

(۲) صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب قتل حمزة بن عبد المطلب رضي الله عنه، رقم: ۴۰۷۲، ونصه: «عن جعفر بن عمرو بن أمية الضمري... عبيد الله معتجر بعمامته ما يرى وحشي إلا عينيه ورجليه... فلكأني نظرت إلى قدميك إلخ». وفي عمدة القاري، باب قتل حمزة رضي الله عنه، ۱۷/ ۱۵۸، ونصه: «فإني ناولتكها وهي على بعيرها فأحذتك، فلمع لي قدمك حين رفعتك». (ج)

(۳) أخرجه الشافعي في مسنده، كتاب فضائل قريش إلخ، باب النصيحة، رقم: ۱۸۰۶. (ر)

(۴) آپ کا پورا نام أبو عبد الملك مروان بن الحكم بن أبي العاص ہے، (۲-۶۵ھ=۶۲۳-۶۸۵م) اموی خلیفہ ہیں، دورِ عثمانی میں خاص مشیر اور سیدنا معاویہؓ کے دور میں مدینہ کے گورنر رہے، جنگِ جمل میں سیدہ عائشہؓ اور صفین میں سیدنا معاویہؓ کی جانب سے شریک رہے، سن ۶۴ھ میں خلیفہ بنے۔ (الطبقات الكبرى لابن سعد ۵/ ۲۶). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

سال لکھوائی تھیں، وہی احادیث اسی ترتیب کے ساتھ سنائیے، حضرت ابو ہریرہؓ نے پھر احادیث سنانی شروع کیں، کاتب اپنی کتاب سے ان کا مقابلہ کرتا رہا، کسی جگہ ایک حرف ایک نقطہ ایک شوشہ کی تبدیلی نہیں کی، انتہاء یہ ہے کہ ترتیب بالکل وہی تھی اور کوئی حدیث مقدم مؤخر نہیں ہوئی۔[1]

اس قسم کے حیرت انگیز واقعات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو غیر معمولی حافظے صرف حفاظتِ حدیث کے لیے عطا فرمائے تھے، بلاشبہ ایسے حافظے حدیث کے لیے اتنے ہی قابل اعتماد ذرائع ہیں جیسی کتابت۔

(۲) تعامل:

حفاظتِ حدیث کا دوسرا طریقہ جو صحابہؓ نے اختیار کیا تھا وہ تعامل تھا، یعنی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال پر بجنسہا عمل کر کے اُسے یاد کرتے تھے، بہت سے صحابہؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے کوئی عمل کیا اور اس کے بعد فرمایا: "هكذا رأيت رسول الله صلي الله عليه وسلم يفعل"،[2] یہ طریقہ نہایت قابل اعتماد طریقہ ہے،[3] اس لیے کہ جس بات پر انسان خود عمل کرے وہ ذہن میں "كالنقش على الحجر" ہوتی ہے۔

(۳) کتابت:

احادیث کی حفاظت کتابت کے ذریعے سے بھی کی گئی اور تاریخی طور پر کتابتِ حدیث کو چار مراحل پر تقسیم کیا جاسکتا ہے:

---

(۱) الإصابة في تمييز الصحابة لابن حجر العسقلاني، حرف الهاء، أبو هريرة ۷/ ۳۵۳، ونصه: «قال أبو الزعيزعة كاتب مروان: أرسل مروان إلى أبي هريرة، فجعل يحدثه، وكان أجلسني خلف السرير أكتب ما يحدث به حتى إذا كان في رأس الحول أرسل إليه فسأله وأمرني أن أنظر، فما غيّر حرفا عن حرف». (ج)

(۲) صحيح البخاري، كتاب الحج، باب رفع اليدين عند جمرة الدنيا والوسطى، رقم: ۱۷۵۲، ونصه: «أن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما، كان يرمي الجمرة الدنيا بسبع حصيات، ثم يكبر على إثر كل حصاة... ويقول: هكذا رأيت رسول الله صلي الله عليه وسلم يفعل». (ج)

(۳) حاشية فيض الباري للميرتهي، كتاب الجمعة، باب من جاء والإمام يخطب إلخ ۲/ ۴۳۹، ونصه: «واعلم أن أعظم شيء في فصل المسائل وأبنية تعامل الصحابة رضي الله عنهم كما علمته مرارا». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

(۱) متفرق طور سے احادیث کو قلم بند کرنا۔

(۲) کسی ایک شخصی صحیفہ میں احادیث کو جمع کرنا، جس کی حیثیت ذاتی یادداشت کی ہو۔

(۳) احادیث کو کتابی صورت میں بغیر تبویب کے جمع کرنا۔

(۴) احادیث کو کتابی صورت میں تبویب کے ساتھ جمع کرنا۔

عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور عہدِ صحابہؓ میں کتابت کی پہلی دو قسمیں اچھی طرح رائج ہو چکی تھیں، منکرینِ حدیث عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں کتابتِ حدیث کو تسلیم نہیں کرتے اور "مسلم" وغیرہ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "لا تكتبوا عني، ومن كتب عني غير القرآن فليمحه"۔[۱]

منکرینِ حدیث کا کہنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کتابتِ حدیث سے منع فرمانا اس کی دلیل ہے کہ اُس دور میں حدیثیں نہیں لکھی گئیں، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ احادیث حجت نہیں، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انہیں اہتمام کے ساتھ قلمبند فرماتے۔

ابتداءً ممانعتِ کتابتِ حدیث کی بنیادی وجہ:

لیکن حقیقت یہ ہے کہ کتابتِ حدیث کی یہ ممانعت ابتداء اسلام میں تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اُس وقت تک قرآن کریم کسی ایک نسخہ میں مدوّن نہ ہوا تھا، بلکہ متفرق طور سے صحابہؓ کے پاس لکھا ہوا تھا، دوسری طرف صحابۂ کرامؓ بھی ابھی تک اسلوبِ قرآن سے اتنے مانوس نہ تھے کہ وہ قرآن اور غیر قرآن میں بادّلِ نظر تمیز کر سکیں، ان حالات میں اگر احادیث بھی لکھی جاتیں تو خطرہ تھا کہ وہ قرآن کے ساتھ گڈمڈ ہو جائیں، اس خطرہ کے پیشِ نظر اور اس کے انسداد کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کتابتِ حدیث کی ممانعت فرما دی، لیکن جب صحابہ کرامؓ اسلوبِ قرآن سے پوری طرح مانوس ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کتابتِ حدیث کی اجازت بھی دے دی،[۲] جس کے متعدد واقعات کتبِ حدیث میں منقول ہیں:

---

(۱) أخرجه مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب التثبت في الحديث وحكم كتابة العلم، رقم: ۳۰۰۴. (ر)

(۲) شرح سنن أبي داود لابن رسلان، كتاب الديات، باب ولي العمد يرضى بالدية ۱۷/ ۵۶۵، تحت الرقم: ۴۵۰۵، ونصه: «لا تكتبوا عني غير القرآن فمن كتب عني غير القرآن فليمحه... كان النهي حين اختلاطه بالقرآن، فلما أمن ذلك باستشهار القرآن، أذن بالكتابة». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

(۱)"جامع الترمذي" میں امام ترمذی نے"أبواب العلم" میں اس پر ایک مستقل باب قائم کیا ہے،"باب ما جاء في الرّخصة فيه" اور اس میں حضرت ابوہریرہؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ"قال: كان رجل من الأنصار يجلس إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فيسمع من النبي صلي الله عليه وسلم الحديث فيعجبه ولا يحفظه، فشكا ذلك إلى النبي صلي الله عليه وسلم فقال:يارسول الله! إني أسمع منك الحديث فيعجبني ولا أحفظه، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:«استعن بيمينك»، وأومأ بيده للخط"۔(۱)

(۲)امام ابوداؤد اپنی"سنن" میں اور امام حاکم"مستدرك" میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:"كنت أكتب كل شيء أسمعه من رسول الله صلي الله عليه وسلم أريد حفظه، فنهتني قريش وقالوا: أتكتب كل شيء تسمعه ورسول الله صلي الله عليه وسلم بشر يتكلم في الغضب والرضا، فأمسكت عن الكتاب، فذكرت ذلك لرسول الله صلي الله عليه وسلم، فأومأ بأصبعه إلى فيه، فقال: اكتب فوالذي نفسي بيده ما يخرج منه إلا حق"۔(۲)

(۳)"مستدرك حاكم" میں انہی حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "قيدوا العلم قلت: وما تقييده؟ قال: كتابته"۔(۳)

(۴)عن أبي هريرة أن النبي صلي الله عليه وسلم خطب فذكر القصة في الحديث قال أبوشاه: اكتبوا لي يارسول الله، فقال رسول الله صلي الله عليه وسلم: "اكتبوا لأبي شاه"، وفي الحديث قصة، هذا حديث حسن صحيح.(۴)

---

(۱)أخرجه الترمذي، أبواب العلم، باب ما جاء في الرخصة فيه، رقم:۲۶۶۶، عن أبي هريرة رضي الله عنه.(ر)

(۲)أخرجه أبو داود، كتاب العلم، رقم: ۳۶۴۶، عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه، وأخرجه الحاكم في المستدرك، كتاب العلم، رقم: ۳۵۹، عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه.(ر)

(۳)المستدرك للحاكم، كتاب العلم، رقم: ۳۶۲، عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنه.(ر)

(۴)أخرجه الترمذي، أبواب العلم، باب ما جاء في الرخصة فيه، رقم: ۲۶۶۷، وأخرجه البخاري، باب كتابة العلم، رقم: ۱۱۲.(ر)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

اس قسم کی احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ کتابتِ حدیث کی ممانعت کسی امرِ عارض کی بناء پر تھی اور جب وہ عارض مرتفع ہوگیا تو اس کی اجازت بلکہ حکم دیا گیا۔

علامہ نوویؒ نے منعِ کتابتِ حدیث کی ایک اور توجیہ ذکر کی ہے اور وہ یہ کہ مطلقاً کتابت کسی بھی زمانہ میں ممنوع نہیں ہوئی، بلکہ بعض حضرات صحابہؓ ایسا کرتے تھے کہ آیاتِ قرآنی لکھنے کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریح وتفسیر بھی اسی جگہ لکھ لیا کرتے تھے، یہ صورت بڑی خطرناک تھی؛ کیونکہ اس سے آیاتِ قرآنی کے ملتبس ہوجانے کا قوی اندیشہ تھا، اس لیے صرف اس صورت کی ممانعت کی گئی تھی، قرآن سے الگ احادیث لکھنے کی کوئی ممانعت نہیں تھی۔ [1]

علامہ نوویؒ کی یہ توجیہ بہت قرینِ قیاس ہے اور اس کی تائید "سنن النسائي" کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے، جو امام نسائی [2] نے "كتاب الصلاة، باب المحافظة على صلاة العصر" میں نقل کی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اپنے ایک غلام کو قرآن کریم لکھنے کا حکم دیا اور جب وہ اس آیت پر پہنچا "حافظوا على الصلوات والصلاة الوسطى" تو حضرت عائشہؓ نے لفظ "وُسطی" کے بعد "وصلاة العصر" بڑھانے کا حکم دیا، [3] ظاہر ہے کہ لفظ "العصر" قرآن کریم کا جزء نہیں تھا، بلکہ بطور تشریح بڑھایا گیا تھا اور اس زمانہ میں چونکہ متن اور شرح میں امتیاز کی وہ علامات رائج نہیں تھیں، جو بعد میں رائج ہوئیں، اس لیے یہ لفظ متن ہی کے ساتھ لکھ دیا گیا۔

---

(۱) المنهاج (شرح صحيح مسلم) للنووي، كتاب الزهد، باب التثبت في الحديث إلخ ۱۸/ ۱۳۰، تحت الرقم: ۳۰۰۴، ونصه: «واختلفوا في المراد بهذا الحديث الوارد في النهي ... وقيل: إنما نهى عن كتابة الحديث مع القرآن في صحيفة واحدة؛ لئلا يختلط فيشتبه على القارئ في صحيفة واحدة، والله أعلم». (ج)

(۲) آپ کا پورا نام أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي بن سنان الخراساني النسائي ہے، (۲۱۵-۳۰۳ھ= ۸۳۰-۹۱۵م) حافظ، شیخ الاسلام، محدث اور جرح وتعدیل کے امام تھے، آپ نے اسحاق بن راہویہ، ابن علیہ، محمد بن بشار رحمہم اللہ سے روایات لی ہیں، آپ سے احادیث نقل کرنے والوں میں ابوجعفر الطحاوی، ابو بشر الدولابی رحمہما اللہ وغیرہ شامل ہیں، آپ کی تصنیفات میں "سنن النسائي" شامل ہے۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۱۱/ ۷۹). (ج)

(۳) سنن النسائي، كتاب الصلاة، باب المحافظة على صلاة العصر، رقم: ۴۷۲، ونصه: «عن أبي يونس مولى عائشة زوج النبي ﷺ قال: أمرتني عائشة أن أكتب لها مصحفا فقالت: إذا بلغت هذه الآية فآذني، حافظوا على الصلوات والصلاة الوسطى، فلما بلغتها آذنتها، فأملت علي: حافظوا على الصلوات والصلاة الوسطى وصلاة العصر وقوموا لله قانتين، ثم قالت: سمعتها من رسول الله ﷺ». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے صحابہؓ بھی آپ کی بیان فرمودہ تشریحات اسی طرح لکھ لیتے ہوں گے، ظاہر ہے کہ اگر اس رواج کو عام ہونے دیا جاتا تو متنِ قرآن کی تعیین اور حفاظت ایک دردِ سر بن جاتی، درحقیقت ممانعتِ کتابتِ حدیث کے ذریعے اسی عظیم خطرہ کا سدِّ باب کیا گیا تھا، لیکن قرآن کریم سے الگ احادیث لکھنے کا رواج ہر دور میں جاری رہا۔

چنانچہ عہد صحابہؓ میں حدیث کے کئی مجموعے جو ذاتی نوعیت کے تھے، تیار ہو چکے تھے، اس کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

عہد صحابہ میں تیار کئے گئے احادیثی مجموعے:

(۱) الصحيفة الصادقة:

"مسند الدارمي" میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے احادیث کا جو مجموعہ تیار کیا تھا اس کا نام "الصحيفة الصادقة" رکھا تھا،(۱) یہ عہد صحابہؓ کے حدیثی مجموعوں میں سب سے زیادہ ضخیم صحیفہ تھا، اس کی احادیث کی کل تعداد یقینی طور سے معلوم نہیں ہو سکی، لیکن حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت سے جو "صحيح البخاري" وغیرہ میں موجود ہے، اس پر کچھ روشنی پڑتی ہے، وہ فرماتے ہیں: "ما من أصحاب النبي صلى الله عليه و سلم أحد أكثر حديثا عنه [أي: النبي ﷺ] مني إلا ما كان من عبد الله بن عمرو فإنه كان يكتب ولا أكتب"۔(۲)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی احادیث حضرت ابوہریرہؓ کی احادیث سے زیادہ تھیں، حضرت ابوہریرہؓ کی مرویات کی تعداد پانچ ہزار تین سو چونسٹھ (۵۳۶۴) یا پانچ ہزار تین سو چوہتّر (۵۳۷۴) ہے اور صحیح قول دوسرا ہی ہے،(۳) لہٰذا عبداللہ بن عمروؓ کی احادیث یقیناً اس سے زیادہ ہوں گی، دوسری طرف

---

(۱) مسند الدارمي، كتاب العلم، رقم: ۵۰۳، ونصه: «عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما قال: ما يرغبني في الحياة إلا الصادقة والوهط فأما الصادقة فصحيفة كتبتها من رسول الله صلى الله عليه وسلم». (ج)

(۲) صحيح البخاري، كتاب العلم، باب كتابة العلم، رقم: ۱۱۳. (ر)

(۳) خلاصة تذهيب تهذيب الكمال للخزرجي، كتاب الرجال، القسم الثاني، حرف الواو، ص: ۴۶۲، ونصه: «أبو هريرة اسمه عبد الرحمن بن صخر الدوسي الحافظ، له خمسة آلاف وثلث مائة وأربعة وسبعون حديثا». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا یہ ارشاد بحوالۂ "أبو داود" و"حاکم" پیچھے گذر چکا ہے[1] "كنت أكتب كل شيء أسمعه من رسول الله ﷺ"، اس سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ "الصحيفة الصادقة" کی احادیث پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) سے زیادہ تھیں۔

اشکال:

اس پر یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ خود حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی مرویات جو مختلف کتب حدیث کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں، ان کی تعداد حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات سے کم ہے،[2] پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ کیسے فرمایا کہ انہیں مجھ سے زیادہ حدیثیں یاد ہیں۔

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیثیں یاد ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ وہ ساری حدیثیں دوسروں کے سامنے روایت بھی کی گئی ہوں، واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ مدینہ طیبہ میں تھے، جو اس دور میں طالبانِ علمِ دین کا مرکز تھا، اس لیے انہیں روایتِ حدیث کے مواقع زیادہ ملے،[3] اس کے برخلاف حضرت عبداللہ بن عمرو شام میں رہے،[4] جہاں حدیث کے طلباء کا اتنا رجوع نہ ہوسکا، اسی لیے باوجود یہ کہ انہیں احادیث زیادہ یاد تھیں، اُن کی مروّیات کی تعداد حضرت ابو ہریرہ کی مروّیات کی تعداد سے کم رہیں۔

---

(۱) تیسرا طریقہ: "کتابت" میں واقعہ نمبر دو میں گزر چکا ہے۔(ج)

(۲) خلاصة تذهيب تهذيب الكمال للخزرجي، كتاب الرجال، القسم الثاني، حرف العين المهملة، ص: ۲۰۸، ونصه: «عبدالله بن عمرو بن العاص السهمي... له سبع مائة حديث». (ج)

(۳) الاستيعاب في معرفة الأصحاب لابن عبدالبر، كتاب الكنى، حرف الهاء ۱۷۷۱/۴، ونصه: «أبو هريرة الدوسي... وقال البخاري: روى عنه أكثر من ثمان مائة رجل من بين صاحب وتابع، وممن روى عنه من الصحابة ابن عباس، وابن عمر، وجابر بن عبد الله، وأنس بن مالك، وواثلة بن الأسقع، وعائشة رضي الله عنهم استعمله عمر بن الخطاب على البحرين ثم عزله، ثم أراده على العمل فأبى عليه، ولم يزل يسكن المدينة وبها كانت وفاته». (ج)

(۴) الإصابة في تمييز الصحابة لابن حجر العسقلاني، حرف العين، ذكر من اسمه عبد الله ۱۶۵/۴-۱۶۷، ونصه: «عبدالله بن عمرو بن العاص... قال الواقدي: مات بالشام سنة خمس وستين». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

بہرکیف "صحیفة صادقة" اس زمانہ کا ضخیم ترین مجموعۂ حدیث تھا اور حضرت عبداللہ ابن عمروؓ اُسے نہایت حفاظت سے رکھتے تھے،(۱) اُن کی وفات کے بعد یہ صحیفہ اُن کے پڑپوتے حضرت عمرو بن شعیبؒ (۲) کے پاس منتقل ہوا، جو اکثر "عن أبيه عن جده" کی سند سے احادیث روایت کرتے ہیں،(۳) بلکہ حافظ ابن حجرؒ نے "تهذيب التهذيب"(۴) میں امام یحییٰ بن معینؒ(۵) اور علی بن المدینیؒ(۶) کا قول نقل کیا ہے کہ جو حدیث بھی "عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده" کی سند سے آئے تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ "صحيفة صادقة" کی حدیث ہے۔(۷)

---

(۱)تاريخ مدينة دمشق لابن عساكر، حرف العين، عبد الله بن عمرو بن العاص ۳۱/۲۶۲، ونصه: «عن مجاهد قال دخلت على عبد الله بن عمرو بن العاص فتناولت صحيفة تحت رأسه فتمنع علي فقلت تمنعني شيئا من بيتك فقال: إن هذه الصحيفة الصادقة التي سمعتها من رسول الله ﷺ ليس بيني وبينه أحد فإذا سلم لي كتاب الله وسلمت لي هذه الصحيفة والوهط لم أبال ما صنعت الدنيا». (ج)

(۲) آپ کا پورا نام عمرو بن شعیب بن محمد ہے،(۰۰۰-۱۱۸ھ=۰۰۰-۷۳۶م) آپ امام، محدث اور فقیہ تھے، آپ نے زیادہ روایات اپنے والد محمد بن عبداللہ بن عمروؓ سے لی ہیں، ان کے علاوہ سعید بن المسیب، عطاء، طاؤس، مجاہد اور زہری رحمہم اللہ سے بھی روایات لی ہیں، آپ سے احادیث لینے والوں میں عمرو بن دینار، ایوب سختیانی اور یحییٰ بن سعید رحمہم اللہ شامل ہیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۵/۴۷۹). (ج)

(۳)تاريخ الإسلام للذهبي، الطبقة الثانية عشرة، حرف العين ۳/۲۸۸، ونصه: «قال صالح بن محمد: حديث عمرو بن شعيب عن أبيه صحيفة ورثوها». (ج)

(۴) یہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی کتاب ہے، رجال حدیث کے حالات پر مشتمل یہ کتاب ۱۲ جلدوں میں دائرۃ المعارف النظامیہ ہندوستان سے ۱۳۲۶ھ میں شائع ہوئی۔ (ج)

(۵) آپ کا پورا نام يحيى بن معين أبو زكريا المري ہے،(۱۵۸- ۲۳۳ھ= ۷۷۵ - ۸۴۸م) آپ امام، حافظ اور شیخ المحدثین تھے، آپ نے ابن المبارک، اسماعیل بن عیاش، سفیان بن عیینہ اور یحییٰ القطان رحمہم اللہ وغیرہ سے روایات لی ہیں اور آپ سے روایت کرنے والوں میں سے امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۱۱/۷۱). (ج)

(۶) آپ کا پورا نام أبو الحسن علي بن عبد الله بن جعفر السعدي ہے، (۱۶۱ -۲۳۴ھ=۷۷۷-۸۴۸م) آپ ابن المدینی کے نام سے مشہور تھے، آپ امام، محدث اور امیر المومنین فی الحدیث تھے، آپ نے حماد بن زید، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید القطان اور امام احمد رحمہم اللہ سے روایات لی ہیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۱۱/۴۱). (ج)

(۷)تهذيب التهذيب لابن حجر العسقلاني، حرف العين، من اسمه عمرو ۸/ ۴۹ -۵۳، ونصه: «قال إسحاق بن منصور عن يحيى بن معين إذا حدث عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده، فهو كتاب... قال محمد بن عثمان بن أبي شيبة سألت علي بن المديني عن عمرو بن شعيب فقال: ما روى عنه أيوب وابن جريج فذاك له صحيح، وما روى عن أبيه عن جده، فهو كتاب». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

(۲) صحيفة علي بن أبي طالب رضي الله عنه:

"سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب في تحريم المدينة" کے تحت حضرت علیؓ کا یہ قول منقول ہے: "ما كتبنا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا القرآن وما في هذه الصحيفة، إلخ"[۱] یہی روایت "بخاري" میں نو مقامات پر اور "مسلم" میں پانچ مقام پر اور "نسائي" و"ترمذي" اور "سنن ابن ماجه" میں بھی تخریج کی گئی ہے،[۲] حضرت علیؓ کا صحیفہ ان کی تلوار کی نیام میں رہتا تھا اور اس روایت کے متعدد الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دیات اور معاقل، فدیہ، قصاص، احکام اہل ذمہ، نصابِ زکوٰۃ اور مدینۂ طیبہ کے حرم ہونے سے متعلق ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درج تھے۔[۳]

(۳) كتاب الصدقة:

یہ اُن احادیث کا مجموعہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود املاء کرائیں تھیں، اس میں زکوٰۃ وصدقات اور عشر وغیرہ کے احکام تھے اور "سنن أبي داود" سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمال کو بھیجنے کے لیے لکھوائی تھی، لیکن ابھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھجوانہ سکے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یہ کتاب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس رہی، پھر حضرت عمرؓ کے پاس آئی، پھر ان کے دو پوتوں حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن عمر اور سالم بن عبداللہ بن عمر کے پاس آئی، پھر ان سے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے

---

(۱) سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب في تحريم المدينة، رقم: ۲۰۳۴. (ر)

(۲) صحيح البخاري، كتاب الجهاد والسير، باب فكاك الأسير، رقم: ۳۰۴۷، وكتاب الجزية، باب ذمة المسلمين إلخ، رقم: ۳۱۷۲، وكذا في كتاب الجزية، باب إثم من عاهد إلخ، رقم: ۳۱۷۹، وفي كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب ما يكره من التعمق إلخ، رقم: ۷۳۰۰، وفي صحيح مسلم، كتاب الحج، باب تحريم المدينة إلخ، رقم: ۳۳۰۶، وكذا في كتاب العتق، باب من تولى قوما بغير إلخ، رقم: ۳۷۸۶، وفي سنن النسائي، كتاب القسامة، باب القود، رقم: ۴۷۴۴، وفي سنن الترمذي، أبواب الولاء والهبة، باب ما جاء في من تولى إلخ، رقم: ۲۱۲۷، وفي سنن ابن ماجه، كتاب الديات، باب لا يقتل مسلم بكافر، رقم: ۲۶۵۸ وكذا في تكملة فتح الملهم لشيخ الإسلام المفتي محمد تقي العثماني، كتاب العتق، باب تحريم تولي العتيق غير مواليه ۱/۲۹۴، تحت الرقم: ۳۶۷۷۔ (ج)

(۳) صحيح البخاري، كتاب العلم، باب كتابة العلم، رقم: ۱۱۱، ونصه: «عن أبي جحيفة، قال: قلت لعلي بن أبي طالب: هل عندكم كتاب؟ قال: لا إلا كتاب الله، أو فهم أعطيه رجل مسلم، أو ما في هذه الصحيفة، قال: قلت: فما في هذه الصحيفة؟ قال: العقل، وفكاك الأسير، ولا يقتل مسلم بكافر». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

حاصل کرکے اس کی نقل کی۔ (۱)

(۴) صحف أنس بن مالك رضي الله عنه:

حضرت معبد بن ہلالؒ فرماتے ہیں: "كنا إذا أكثرنا على أنس بن مالك رضي الله عنه، أخرج إلينا مجالّ(۲) عنده، فقال: هذه سمعتها من النبي ﷺ، فكتبتها وعرضتها عليه"۔(۳)

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس حدیث کے کئی مجموعے تھے۔

(۵) صحيفة عمرو بن حزم رضي الله عنه:

جب آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرو بن حزمؓ کو نجران کا عامل بنا کر بھیجا، تو ایک صحیفہ ان کے حوالہ کیا، جو آپ ﷺ کی احادیث پر مشتمل تھا اور اُسے حضرت ابی بن کعبؓ نے لکھا تھا، "أبو داود" وغیرہ میں اس صحیفہ کے جو اقتباسات آئے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں طہارت، صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج وعمرہ، جہاد، سیرو مغانم وغیرہ سے متعلق احادیث درج تھیں۔ (۴)

(۶) صحيفة ابن عباس رضي الله عنهما:

"طبقات ابن سعد" میں حضرت کریب بن ابی مسلم (۵) کا جو ابن عباسؓ کے مولیٰ تھے، یہ واقعہ نقل کیا

---

(۱) سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب في زكاة السائمة، رقم: ۱۵۶۸، ونصه: «عن سالم، عن أبيه، قال: كتب رسول الله ﷺ كتاب الصدقة فلم يخرجه إلى عماله حتى قبض، فقرنه بسيفه، فعمل به أبو بكر حتى قبض، ثم عمل به عمر حتى قبض، فكان فيه: «في خمس من الإبل شاة إلخ»، وفي المستدرك على الصحيحين للحاكم، كتاب الزكاة، رقم: ۱۴۴۵، ونصه: «عن يونس، عن ابن شهاب، قال: هذه نسخة كتاب رسول الله ﷺ التي كتب الصدقة وهي عند آل عمر بن الخطاب، قال: ابن شهاب أقرأنيها سالم بن عبد الله بن عمر، فوعيتها على وجهها، وهي التي انتسخ عمر بن عبد العزيز من عبد الله بن عبد الله بن عمر، وسالم بن عبد الله حين أمر على المدينة إلخ». (ج)

(۲) لسان العرب لابن منظور الإفريقي، حرف اللام، فصل الجيم، المادة: جلل ۱۱ / ۱۲۰، ونصه: «ومنه حديث أنس: ألقي إلينا مجال؛ هي جمع مجلة يعني صحفا قيل: إنها معربة من العبرانية، وقيل: هي عربية». (ج)

(۳) مختصر تلخيص الذهبي لابن الملقن، أنس بن مالك الأنصاري ۵/۲۲۸۶. (ر،ت)

(۴) الاستيعاب في معرفة الأصحاب لابن عبد البر، حرف العين، باب عمرو وإلخ ۳/۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ونصه: «عمرو بن حزم بن زيد بن لوذان... واستعمله رسول الله صلى عليه وسلم على أهل نجران... وكتب له كتابا فيه الفرائض والسنن والصدقات والديات». (ج)

(۵) آپ کا پورا نام أبو رِشدين کريب بن أبي مسلم مولی ابن عباسؓ ہے، (۰۰۰-۹۸ھ=۰۰۰-۷۱۶م) =

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

گیا ہے کہ انہیں حضرت ابن عباسؓ کی کتابوں کا اتنا ذخیرہ ملا تھا جو پورے ایک اونٹ کا بوجھ تھا۔ (۱)

(۷) صحيفة ابن مسعود رضي الله عنه:

علامہ ابن عبدالبرؒ نے اپنی کتاب "جامع بيان العلم و فضله" میں نقل کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعودؒ نے ایک کتاب نکالی اور فرمایا کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ یہ عبداللہ بن مسعودؓ کی لکھی ہوئی ہے۔ (۲)

(۸) صحيفة جابر بن عبد الله رضي الله عنهما:

"صحيح مسلم" میں حضرت جابرؓ سے احکامِ حج کے بارے میں ایک مفصل روایت منقول ہے، (۳) جس کے بارے میں علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ انہوں نے حضرت جابرؓ کے حج کے موضوع پر جمع کردہ صحیفہ سے نقل کی ہے۔ (۴) امام بخاری نے "تاريخ كبير" میں حضرت معمر سے نقل کیا ہے، "قال: رأيت قتادة قال لسعيد بن أبي عروبة: أمسك علي المصحف، فقرأ البقرة، فلَمْ يخطئ حرفا، فقال: يا أبا النضر: لأنا لصحيفة جابر أحفظ مني لسورة البقرة"۔ (۵)

(۹) صحيفة سمرة بن جندب رضي الله عنه:

حافظ ابن حجرؒ نے "تهذيب التهذيب" میں نقل کیا ہے کہ سلیمان بن سمرةؓ نے اپنے والد سمرہ بن

= آپ نے ابن عباس، ام الفضل، اسامہ، میمونہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایات نقل کی ہیں، آپ سے احادیث لینے والوں میں مکحول، سلیمان بن یسار اور ابن شہاب زہری رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۴/۴۷۹). (ج)

(۱) الطبقات الكبرى لابن سعد، الطبقة الثانية من أهل المدينة إلخ، كريب بن أبي مسلم ۵/ ۲۲۴، ونصه: «حدثنا موسى بن عقبة قال: وضع عندنا كريب حمل بعير أو عدل بعير من كتب ابن عباس إلخ». (ج)

(۲) جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر، باب ذكر الرخصة في كتاب العلم ۱/ ۳۱۱، ونصه: «عن معن قال: أخرج إلي عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود كتابا وحلف لي: إنه خط أبيه بيده». (ج)

(۳) صحيح مسلم، كتاب الحج، باب حجة النبي صلى الله عليه وسلم، رقم: ۱۲۱۸. (ج)

(۴) تذكرة الحفاظ للذهبي، جابر بن عبد الله ۱/ ۳۵، ۳۶، ونصه: «جابر بن عبد الله بن عمرو بن حرام الإمام أبو عبد الله الأنصاري الفقيه: مفتي المدينة في زمانه: كان آخر من شهد بيعة العقبة في السبعين من الأنصار وحمل عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم علما كثيرا نافعا وله منسك صغير في الحج أخرجه مسلم». وكذا في توثيق السنة في القرن الثاني الهجري أسسه واتجاهاته للرفعت، ص: ۵۲. (ج)

(۵) التاريخ الكبير للبخاري، باب الألف، قتادة بن دعامة ۷/ ۱۸۵. (ر)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

جندبؓ سے ایک بڑا نسخہ روایت کیا ہے(۱) اور امام محمد بن سیرینؒ(۲) فرماتے ہیں: "في رسالة سمرة إلى بنيه علم كثير"۔(۳)

(۱۰) صحيفة سعد بن عبادة رضي الله عنه:

"سنن ترمذي" اور "مسند أحمد" کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے ایک صحیفہ مرتب کیا تھا، جس میں احادیث جمع کی تھیں۔(۴)

(۱۱) صحف أبي هريرة رضي الله عنه:

امام حاکم نے "مستدرك" میں اور علامہ ابن عبدالبر نے "جامع بیان العلم" میں حضرت حسن بن عمروؒ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کے سامنے ایک حدیث بیان کی، حضرت ابو ہریرہؓ نے اس حدیث سے ناواقفیت کا اظہار فرمایا، میں نے عرض کیا کہ میں نے یہ حدیث آپ ہی سے سنی ہے، اس پر حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ اگر یہ حدیث میں نے بیان کی ہوگی تو میرے پاس لکھی ہوئی ہوگی، چنانچہ وہ کچھ کتابیں نکال کر لائے، جن میں احادیث درج تھیں، ان میں تلاش کیا تو وہ حدیث مل گئی۔(۵)

---

(۱) تهذيب التهذيب لابن حجر العسقلاني، حرف السين المهملة ۱۹۸/۴، ونصه: «سليمان بن سمرة بن جندب الفزاري روى عن أبيه نسخة كبيرة». (ج)

(۲) آپ کا پورا نام محمد بن سيرين أنصاري أبو بكر بن أبي عمرة بصري ہے، (۳۳-۱۱۰ھ=۶۵۴-۷۲۸م) جلیل القدر تابعی، فقیہ، محدث اور تعبیر الرؤیا کے ماہر تھے، آپ کی تصنیفات میں "تعبير الرؤيا" اور "منتخب الكلام في تفسير الأحلام" شامل ہیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۱۵۴/۶). (ج)

(۳) الاستيعاب في معرفة الأصحاب، حرف السين، باب سمرة ۶۵۳/۲. (ج)

(۴) سنن الترمذي، رقم: ۱۳۴۳، ونصه: «قال ربيعة: وأخبرني ابن لسعد بن عبادة قال: وجدنا في كتاب سعد أن النبي ﷺ قضى باليمين مع الشاهد». وفي مسند أحمد، رقم: ۲۲۴۶۰، ونصه: «أنهم وجدوا في كتب أو في كتاب سعد بن عبادة أن النبي صلى الله عليه وسلم قضى بالشاهد واليمين». (ج)

(۵) المستدرك على الصحيحين للحاكم، كتاب معرفة الصحابة، ذكر أبي هريرة، رقم: ۶۱۶۹، ونصه: «عن الفضل بن الحسن بن عمرو بن أمية الضمري، عن أبيه، قال: حدثت عن أبي هريرة بحديث فأنكره، فقلت: إني قد سمعته منك، قال: إن كنت سمعته مني، فإنه مكتوب عندي، فأخذ بيدي إلى بيته، فأراني كتابا من كتبه من حديث رسول الله ﷺ، فوجد ذلك الحديث إلخ»، وفي جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر، باب ذكر الرخص في كتاب العلم، رقم: ۳۳۲، ونصه: «عن الفضل بن حسن بن عمرو بن أمية الضمري، عن أبيه قال: تحدث عند أبي هريرة بحديث فأنكره... فوجد ذلك الحديث». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

اشکال:

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرہؓ کے پاس اُن کی تمام مرویات لکھی ہوئی موجود تھیں، گویا اس سے پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) احادیث کے مکتوب ذخیرہ کا پتہ چلتا ہے، لیکن اس پر یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کا یہ ارشاد پیچھے گذر چکا ہے کہ میں احادیث نہیں لکھا کرتا تھا، پھر اس روایت کی کیا توجیہ ہے؟

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء کے ابتدائی دور میں احادیث نہیں لکھتے تھے، لیکن آخری عمر میں یہ خیال ہوا ہوگا کہ کہیں میں یہ روایتیں بھول نہ جاؤں، اس لیے انہوں نے اپنی مرویات کو جمع کر دیا، لہٰذا کوئی تعارض نہ رہا۔(۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب صحیفے:

چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ کی طرف کئی صحیفے منسوب ہیں:

(الف) مسند أبي هريرة:

امام ابن سعد نے "طبقات" میں نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے والد عبدالعزیز بن مروان نے مصر کی گورنری کے زمانہ میں کثیر بن مرہ کو خط لکھا کہ آپ کے پاس صحابہؓ کی روایت کردہ جتنی حدیثیں ہوں، وہ سب میرے پاس بھیج دیجئے "إلّا حديث أبي هريرة رضي الله عنه فإنه عندنا"،(۲) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کی مرویات ان کے پاس مکتوب شکل میں موجود تھیں۔

(ب) مؤلف بشير بن نهيك:

حضرت بشیر بن نہیکؒ حضرت ابوہریرہؓ کے شاگرد ہیں، امام دارمیؒ نے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں

---

(۱) فتح الباري لابن حجر العسقلاني، كتاب الإيمان، باب كتاب العلم ۱/۲۰۷، ونصه: «ويمكن الجمع بأنه لم يكن يكتب في العهد النبوي ثم كتب بعده». (ج)

(۲) الطبقات الكبرى لابن سعد، الطبقة الثانية من التابعين بالشام، كثير بن مرة ۷/۳۱۱، ونصه: «قال عبد الله بن صالح عن الليث بن سعد قال: حدثني يزيد بن أبي حبيب ... قال: فكتب إليه أن يكتب إليه بما سمع من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم من أحاديثهم إلا حديث أبي هريرة، فإنه عندنا». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

جو کچھ حضرت ابوہریرہؓ سے سنتا اُسے لکھ لیتا تھا، بعد میں میں نے یہ مجموعہ حضرت ابوہریرہؓ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ وہ احادیث ہیں، جو میں نے آپ سے سنی ہیں، حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا ہاں۔[1]

(ج) صحیفہ مروان بن الحکم:

پیچھے ذکر آچکا ہے کہ مروان بن الحکمؒ نے امتحاناً حضرت ابوہریرہؓ کو بلا کر ان کی کچھ روایات لکھ لی تھیں۔[2]

(د) صحیفہ ہمام بن منبہ:

حضرت ہمام بن منبہؒ بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مشہور شاگرد ہیں، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا، جس کا نام "هدية العارفين" اور "سير أعلام النبلاء" میں "الصحيفة الصحيحة" ذکر کیا ہے،[3] امام احمد بن حنبلؒ[4] نے اپنی "مسند" میں اس صحیفہ کو بتمامہا نقل کردیا ہے،[5] امام مسلم بھی اپنی "صحیح" میں بہت سی احادیث اس صحیفہ کے واسطے سے لائے ہیں، جب وہ اس صحیفہ کی کوئی حدیث ذکر کرتے ہیں، تو فرماتے ہیں: "عن همام بن منبه، قال: هذا ما حدثنا أبوهريرة، عن محمد رسول الله صلي الله عليه وسلم، فذكر أحاديث منها قال: قال رسول الله صلي الله عليه وسلم"[6] حسنِ اتفاق سے چند سال پہلے اس صحیفہ کا اصل مخطوطہ دریافت

---

(۱) مسند الدارمي، كتاب علامات النبوة إلخ، باب من رخص في كتابة العلم، رقم: ۵۰۱، ونصه «عن بشير بن نهيك قال: كنت أكتب ما أسمع من أبي هريرة رضي الله عنه، فلما أردت أن أفارقه أتيته بكتابه فقرأته عليه وقلت له: هذا ما سمعت منك؟ قال: نعم». (ج)

(۲) الإصابة في تمييز الصحابة لابن حجر العسقلاني، حرف الهاء، أبو هريرة ۷/ ۳۵۳، ونصه: «وقال أبو الزعيزعة كاتب مروان: أرسل مروان إلى أبي هريرة، فجعل يحدثه، وكان أجلسني خلف السرير، أكتب ما يحدث به حتى إذا كان في رأس الحول أرسل إليه فسأله وأمرني أن أنظر، فما غير حرفا عن حرف». (ج)

(۳) هدية العارفين لإسماعيل باشا، باب الهاء ۲/ ۵۱۰، ونصه: «اليماني أبو عقبة همام بن منبه بن كامل بن سج الصنعاني اليماني التابعي المحدث المتوفى سنة احدى وثلاثين ومائة، صنف "الصحيفة الصحيحة" كتبها عن أبي هريرة رضي الله عنه». وكذا في سير أعلام النبلاء للذهبي ۵/ ۳۱۱. (ج)

(۴) آپ کا پورا نام أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل ہے، (۱۶۴ - ۲۴۱ھ = ۷۸۰-۸۵۵م) مجتہد، فقیہ اور ائمہ اربعہ میں سے ایک امام ہیں، آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی، حصول علم کے لیے طویل سفر کیے، فتنۂ خلق قرآن کی سرکوبی کے لیے تکالیف برداشت کیں، آپ کی تصانیف میں "مسند الإمام أحمد"، "الأسامي والكنى"، "أصول السنة"، "الورع"، "فضائل الصحابة" شامل ہیں۔ (وفيات الأعيان لابن خلكان ۱/ ۶۳). (ج)

(۵) مسند أحمد، ابتداء مسند أبي هريرة ۸/ ۱۸۱. (ج)

(۶) صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب إذا هم العبد بحسنة كتبت إلخ، رقم: ۲۰۵. (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ہوگیا ہے، اس کا ایک نسخہ جرمنی میں برلن کے کتب خانہ میں موجود ہے، دوسرا نسخہ دمشق کے کتب خانہ "مجمع علمي" میں۔

سیرت اور تاریخ کے مشہور محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ[۱] نے ان دونوں نسخوں سے مقابلہ کر کے یہ صحیفہ شائع کردیا ہے، اس میں ایک سو اڑتیس (۱۳۸) احادیث ہیں اور جب "مسند أحمد" سے اس کا مقابلہ کیا گیا تو کہیں ایک حرف یا ایک نقطہ میں بھی فرق نہیں تھا۔

یہ چند مثالیں اس بات کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صحابہؓ میں کتابتِ حدیث کا طریقہ خوب اچھی طرح رائج ہو چکا تھا۔

یہاں ہم نے صرف بڑے بڑے مجموعوں کا ذکر کیا ہے، ان کے علاوہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انفرادی خطوط تحریر فرمائے یا کسی کو کوئی بات لکھ کردی یا فرامین جاری کیے، وہ اس کے علاوہ ہیں اور مطولات میں ان کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے، ہاں یہ درست ہے کہ تدوینِ حدیث کی یہ ساری کوششیں انفرادی نوعیت کی تھیں اور سرکاری سطح پر خلفائے ثلاثہ کے دور میں تدوین واشاعتِ حدیث کا ایسا اہتمام نہیں ہوا، جیسا کہ جمع قرآن کا ہوا، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما دونوں نے اپنے اپنے زمانوں میں یہ ارادہ کیا کہ قرآنِ کریم کی طرح احادیث کا ایک مجموعہ بھی سرکاری نگرانی میں تیار کرادیا جائے، لیکن دونوں اس کام سے رُک گئے، جس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک قرآن کریم کا صرف ایک نسخہ سرکاری نگرانی میں تیار ہوا تھا، اگر حدیث کا کوئی مجموعہ بھی اس طرح تیار ہوتا تو تصوّر کیا جاسکتا ہے کہ اس کے ساتھ بعد کے مسلمانوں کا احترام وعقیدت قریب قریب قرآن ہی کے درجہ میں پہنچ جاتا،[۲] اس کے علاوہ خطرہ تھا کہ لوگ قرآن کریم کو فراموش کر کے اس کی حفاظت واشاعت میں مشغول ہوجاتے، اسی خطرہ کا اظہار حضرت عمرؓ نے ان الفاظ میں

---

(۱) آپ کا پورا نام ڈاکٹر محمد حمید اللہ بن محمد خلیل اللہ بن محمد صبغت اللہ ہے، (۱۳۲۶-۱۴۲۳ھ=۱۹۰۸-۲۰۰۲م) آپ نے جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن سے (۱۹۳۰م) میں علمِ قانون میں ایم اے اور ایل ایل بی کی تعلیم حاصل کی، آپ کی تصنیفات میں فرانسیسی زبان میں "ترجمۂ قرآن کریم"، "سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم" اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کی "کتاب السير" اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی "حجة الله البالغة" کا فرانسیسی ترجمہ شامل ہیں۔ (آزاد دائرۃ المعارف)۔ (ج)

(۲) تقييد العلم للخطيب البغدادي، باب ذكر الرواية عن التابعين، ص:۵۷، ونصه: «فقد ثبت أن كراهة من كره الكتاب من الصدر الأول إنما هي لئلا يضاهي بكتاب الله تعالى غيره، أو يشتغل عن القرآن بسواه ونهي عن الكتب القديمة إلخ». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

کیا: ”إني كنت أردت أن أكتب السنن وأني ذكرت قومًا كانوا قبلكم كتبوا كتبًا فأكبوا عليها وتركوا كتاب الله إلخ“۔(۱)

منکرین حدیث کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک فیصلے سے استدلال کی تردید:

منکرینِ حدیث حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ پر اپنی مسرّت کا اظہار کرتے ہیں اور اسے حجیتِ حدیث کے خلاف دلیل بنانا چاہتے ہیں، لیکن ان کی یہ دلیل بالکل بے بنیاد ہے، اوّل تو اس لیے کہ حضرت عمرؓ نے سرکاری سطح پر تدوینِ حدیث کی مخالفت کی تھی، انفرادی کتابت کی نہیں، چنانچہ اسی زمانہ میں بہت سے صحابہ نے انفرادی طور پر احادیث لکھ رکھی تھیں، رہی وہ روایت جس میں مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے صحابۂ کرامؓ کے جمع کیے ہوئے احادیث کے مجموعے کو نذرِ آتش کر دیا تھا(۲) اور وہ صحابہؓ کو بکثرت روایتِ حدیث سے بھی منع فرماتے تھے، تو حضرت عمرؓ کا اصل منشاء یہ تھا کہ روایاتِ حدیث کے معاملہ میں انتہائی احتیاط سے کام لیا جائے اور یہ اسی وقت ممکن تھا کہ اکثارِ روایت کے رجحان پر ابتداء میں پابندی ہو، ورنہ جہاں تک احتیاط کے ساتھ روایتِ حدیث کا تعلق ہے، حضرت عمرؓ نہ صرف یہ کہ اس کے مخالف نہیں تھے، بلکہ اس کے داعی تھے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے عالمِ اسلام کے ہر صوبہ میں معلّم روانہ فرمائے اور ان کا مقصد یہ بتایا کہ وہ لوگوں کو فرائض اور سنن کی تعلیم دیں(۳) اور خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ سینکڑوں حدیث کے راوی ہیں، آپ کی مرویات کی تعداد سات سو سے بھی اوپر ہے(۴) اور حافظ ابونعیم اصفہانی نے تعدّدِ طرق کو نکال کر اُن کی روایت کردہ متون کی

---

(۱) المدخل للبيهقي، باب من كره أن يقام على وجه التعظيم مخافة الكبر، رقم: ۷۳۱. (ر)

(۲) تقييد العلم للخطيب البغدادي، باب ذكر الرواية عن التابعين في ذلك، ص: ۵۲، ونصه: «حدثنا القاسم بن محمد، أن عمر بن الخطاب، بلغه أنه قد ظهر في أيدي الناس كتب، فاستنكرها وكرهها، وقال: أيها الناس إنه قد بلغني أنه قد ظهرت في أيديكم كتب فأحبها إلى الله أعدلها وأقومها، فلا يبقين أحد عنده كتاب إلا أتاني به، فأرى فيه رأيي قال: فظنوا أنه يريد أن ينظر فيها، ويقومها على أمر لا يكون فيه اختلاف، فأتوه بكتبهم، فأحرقها بالنار إلخ». (ج)

(۳) المدخل إلى السنن الكبرى للبيهقي، باب فضل العلم، رقم: ۳۷۶، ونصه: «قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه: تعلموا السنة والفرائض واللحن كما تعلموا القرآن». (ج)

(۴) حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مرویات کو مختلف کتبِ حدیث سے جمع کر کے ”مسند الفاروق“ کے نام سے فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا ہے اور اس میں تقریباً ایک ہزار بائیس (۱۰۲۲) احادیث جمع کی ہے۔ (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

تعداد دو سو سے اوپر بیان کی ہے،(۱) اس کے علاوہ حضرت شاہ ولی اللہؒ(۲) نے "إزالة الخفاء" میں اُن کا یہ خطبہ نقل کیا ہے: "سیکون من بعدکم قوم یکذبون بالرجم و بالدجال و بالشفاعة وبعذاب القبر وبقوم یخرجون من النار بعد ماامتحشوا"۔(۳)

ظاہر ہے کہ ان سب چیزوں کا ذکر صرف احادیث ہی میں ہے، لہٰذا محض اُن کے تدوینِ حدیث پر آمادہ نہ ہونے یا اکثار فی الروایۃ سے منع کرنے سے یہ نتیجہ کیسے نکالا جا سکتا ہے کہ وہ حجیتِ حدیث کے مخالف تھے، پھر حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں بھی تدوینِ حدیث کا کام اسی مرحلہ میں رہا، جس مرحلہ میں شیخین کے عہد میں تھا۔

اکثارِ روایت کے ذریعے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فتنۂ سبائیہ کا سدِ باب:

حضرت علیؓ بھی ابتدائی دور میں اکثارِ روایت کے مخالف تھے اور اپنا صحیفۂ حدیث بھی لوگوں کو بمشکل دکھاتے تھے، لیکن ان کے زمانہ میں عبداللہ بن سبا(۴) کی سرکردگی میں عظیم فتنۂ سبائیہ ظاہر ہوا، جو اسلام کے خلاف یہودیوں کی ایک سازش تھی، انہوں نے مسلمانوں میں گھل مِل کر اسلام کو ختم کرنے کی کوشش کی اور اس مقصد کے لیے دو کام ایک ساتھ شروع کیے:

ایک یہ کہ لوگوں کو صحابۂ کرامؓ سے برگشتہ کیا جائے،(۵) دوسرے یہ کہ جھوٹی احادیث گھڑ کر ایک نیا نظامِ

---

(۱) معرفة الصحابة لأبي نعيم، عمر بن الخطاب ۱/ ۵۵، ونصه: «معرفة ما أسند عن النبي روي من المتون سوی الطريق مائتي حديث ونيفا». (ج)

(۲) آپ کا پورا نام أحمد بن عبدالرحيم الفاروقي الدهلوي ہے، (۱۱۱۰-۱۱۷۶ھ=۱۷۰۳-۱۷۶۲م) شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے لقب سے مشہور ہوئے، آپ مفسر، محدث، فقیہ اور امام تھے۔ آپ کی تصنیفات میں "حجة الله البالغة" اور "الفوز الكبير"، "الخير الكثير" اور قرآن کا فارسی ترجمہ "فتح الرحمان" شامل ہیں۔ (الأعلام للزركلي ۱/ ۱۴۹). (ج)

(۳) إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء للشاه ولي الله الدهلوي ۵/ ۴۷۱، ونصه: «ألا وإنه سيكون من بعدكم قوم يكذبون إلخ». (ج)

(۴) اس کا نام عبداللہ بن سبا ہے، (۵۰-۰۰۰ھ=۶۷۰-۰۰۰م) یہ پہلے مذہباً یہودی تھا، پھر مسلمانوں کا لبادہ اوڑھ کر تخریبی کاروائیاں شروع کردیں، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ پروپیگنڈہ کیا کہ خلافت کے اصل حق دار سیدنا علی رضی اللہ عنہ تھے، بنوامیہ اور بنو ہاشم کی قدیم رنجشوں کو تازہ کر کے تمام مرکزی شہروں میں بغاوت کا بیج بویا، تاریخ کی متنازعہ ترین شخصیات میں سے اس کا شمار ہوتا ہے۔ (تاريخ مدينة دمشق لابن عساكر ۲۹/ ۱۰)۔ (ج)

(۵) لسان الميزان لابن حجر العسقلاني، حرف العين المهملة، عبد الله بن سبا ۴/ ۲۸۳، ونصه: «عن زيد بن وهب قال: قال علي بن ابي طالب ... مالي ولهذا الخبيث الأسود، يعني عبد الله بن سبأ كان يقع في أبي بكر وعمر». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

عقائد تیار کیا جائے، جس میں حضرت علیؓ کو تو الوہیت کے مقام تک پہنچا دیا گیا ہو،(۱) لیکن دوسرے صحابہ کے ایمان میں بھی شکوک پیدا کر دیئے ہوں، حضرت علیؓ کو اس فتنہ کا احساس اس وقت ہوا جب سبائی جماعت کے افراد مسلمانوں میں خوب اچھی طرح مل گئے، اسی موقع پر حضرت علیؓ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا تھا، جو علامہ ذہبیؒ وغیرہ نے نقل کیا:

"قاتلهم الله أي عصابة بيضاء سودوا، وأي حديث من حديث رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أفسدوا".(۲)

چنانچہ حضرت علیؓ نے اس فتنہ کے انسداد کی خاطر ایک طرف تو فضائلِ صحابہؓ کی اشاعت کی اور دوسری طرف حدیث کے سلسلہ میں اپنا طرزِ عمل بدل دیا، اب اقلالِ روایت کے بجائے اکثارِ روایت کو اختیار فرمایا، جس کا طریقہ یہ تھا کہ بقول امام ابن سعد کے آپؓ منبر پر چڑھ جاتے اور یہ اعلان فرماتے: "من يشتري علما بدرهم؟ فاشترى الحارث الأعور صحفا بدرهم ثم جاء بها عليا فكتب له علما كثيرا"،(۳) اس طرح حضرت علیؓ نے صحیح احادیث کو کثرت کے ساتھ روایت کر کے سبائی موضوعات کا مقابلہ فرمایا، چنانچہ آپؓ کے شاگردوں میں سے کئی حضرات کے پاس آپ کی روایت کردہ احادیث کے مجموعے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں تدوینِ حدیث:

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ(۴) کے زمانے تک کتابتِ حدیث اپنے پہلے دو مرحلوں میں تھی، لیکن اب وہ

---

(۱) المعارف لابن قتيبة الدينوري، الفِرَق، السبئية ۱ /۴۸۳، ونصه: «الرافضة: ينسبون إلى عبد الله بن سبأ وكان أول من كفر من «الرافضة» وقال: علي رب العالمين، فأحرقه علي وأصحابه بالنار». (ج)

(۲) تذكرة الحفاظ للذهبي، الطبقة الأولى، أمير المؤمنين علي بن أبي طالب ۱/۱۵. (ج)

(۳) الطبقات الكبرى لابن سعد، الطبقة الأولى من أهل الكوفة، الحارث الأعور ۶/۲۰۹. (ج)

(۴) آپ کا پورا نام عمر بن عبد العزيز بن مروان بن حكم الأموي القرشي ہے، (۶۱-۱۰۱ھ = ۶۸۱-۷۲۰م) آپ کو اپنے عدل وانصاف کی وجہ سے خلیفۃ الصالح اور امام العادل بلکہ کبھی کبھی خلفائے راشدین کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے آپ کو پانچواں خلیفہ بھی کہا جاتا ہے۔ (تهذيب الكمال للمزي ۲۱/۴۳۱). (ح)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

وقت آچکا تھا کہ احادیث کی باقاعدہ تدوین ہو؛ کیونکہ اب قرآنِ کریم کے ساتھ اس کے اختلاط والتباس کا اندیشہ نہیں تھا، چنانچہ "صحيح بخاري" میں "باب كيف يقبض العلم" کے تحت تعلیقاً مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مدینہ طیبہ کے قاضی ابوبکر بن حزمؒ[1] کے نام ایک خط لکھا، جس میں اُن کو حکم دیا: "أنظر ما كان من حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم فاكتبه، فإني خفت دروس العلم وذهاب العلماء".[2]

"موطأ الإمام مالك برواية الإمام محمد" میں بھی یہ خط مروی ہے اور اس میں احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سنتِ خلفائے راشدین کے جمع کرنے کا حکم بھی مذکور ہے،[3] لیکن ان دونوں کتابوں میں یہ حکم صرف قاضیٔ مدینہ کے نام آیا ہے، لیکن حافظ ابن حجرؒ نے "فتح الباري" میں حافظ ابونعیم اصفہانیؒ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ یہ خط صرف قاضیٔ مدینہ کے نام نہیں بلکہ مملکت کے ہر صوبہ کے قاضی کے نام بھیجا گیا تھا، اس کے الفاظ یہ ہیں: "كتب عمر بن عبد العزيز إلى الآفاق"۔[4]

جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی پوری قلمرو میں بڑے پیمانے پر تدوینِ حدیث کا کام شروع کیا تھا، چنانچہ آپ کے حکم کے ماتحت پہلی صدی ہجری کے آخر میں مندرجہ ذیل کتبِ حدیث وجود میں آچکی تھیں:

---

(۱) آپ کا پورا نام أبو بكر بن محمد بن عمرو بن حزم أنصاري ہے،(۳۶-۱۲۰ھ = ۶۵۶-۷۳۸م) آپ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے زمانہ میں مدینہ کے قاضی تھے، اپنے زمانہ میں قضاء کے سب سے بڑے عالم تھے، ان کی اہلیہ کا بیان ہے کہ چالیس (۴۰) سال تک آپ کبھی بستر پر نہیں لیٹے، آپ نے افلح مولیٰ ابوایوب انصاری اور سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہما اللہ سے روایات لی ہیں، ابوامیہ عبدالکریم بن ابی المخارق اور ابن شہاب زہری رحمہما اللہ نے آپ سے روایات لی ہیں۔ (تهذيب الكمال للمزي ۳۳/۱۳۷).(ج)

(۲) أخرجه البخاري، كتاب العلم، باب كيف يقبض العلم، قبيل الرقم: ۱۰۰.(ر)

(۳) موطأ الإمام مالك برواية الإمام محمد، أبواب السير، باب اكتتاب العلم، رقم: ۹۳۶، ونصه: «أن عمر بن عبد العزيز، كتب إلى أبي بكر بن عمرو بن حزم، انظر ما كان من حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم، أو سننه، أو حديث عمر، أو نحو هذا فاكتبه لي، فإني قد خفت دروس العلم، وذهاب العلماء». (ج)

(۴) فتح الباري لابن حجر العسقلاني، كتاب العلم، باب كيف يقبض العلم، قبيل الرقم: ۱۰۰، ونصه: «وقد روى أبو نعيم في تاريخ أصبهان هذه القصة بلفظ: كتب عمر بن عبد العزيز إلى الآفاق انظروا حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم فاجمعوه». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

پہلی صدی ہجری میں مدون شدہ کتب حدیث:

كتب أبي بكر:

قاضی ابوبکرؒ کو جو حکم دیا گیا تھا، اس کے بارے میں علامہ ابن عبد البرؒ نے اپنی کتاب "التمهيد" میں امام مالکؒ[(۱)] سے نقل کیا ہے کہ قاضی ابوبکر بن حزمؒ نے حدیث کی کئی کتابیں جمع فرمائیں، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو بھیجی نہیں تھیں کہ اُن کی وفات ہوگئی۔[(۲)]

رسالة سالم بن عبد الله في الصدقات:

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے "تاريخ الخلفاء" میں نقل کیا ہے کہ یہ رسالہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی فرمائش پر لکھا گیا تھا۔[(۳)]

دفاتر الزهري:

علامہ ابن عبد البرؒ نے "جامع بيان العلم" میں امام زہریؒ[(۴)] کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں عمر بن عبد العزیزؒ نے تدوینِ حدیث یا سنن کا حکم دیا، تو ہم نے دفتر کے دفتر لکھ ڈالے (اور یہ واقعہ ہے کہ اس زمانہ میں حضرت امام زہریؒ سے زیادہ تدوینِ حدیث کی خدمت شاید ہی کسی نے انجام دی ہو)، پھر حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے مملکت

---

(۱) آپ کا پورا نام مالك بن أنس بن مالك ہے، (۹۳-۱۷۹ھ = ۷۱۱-۷۹۵م) مجتہد، فقیہ اور محدث تھے، آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب "إمام دار الهجرة" تھا، آپ نے "الموطأ" کے نام سے علمِ حدیث کی شہرۂ آفاق کتاب تصنیف فرمائیں، آپ کے مشہور شاگردوں میں امام محمد رحمہ اللہ شامل ہیں۔ (وفيات الأعيان لابن خلكان ۱۳۵/۴). (ج)

(۲) التمهيد لابن عبد البر، مقدمة ۱/ ۸۰، ۸۱، ونصه: «كان عمر بن عبد العزيز يكتب إلى الأمصار ... ويكتب إلى أبي بكر ابن حزم أن يجمع السنن ويكتب إليه بها فتوفي عمر وقد كتب ابن حزم كتبا قبل أن يبعث بها إليه». (ج)

(۳) تاريخ الخلفاء للسيوطي، عهد بني أمية، عمر بن عبد العزيز ۱/ ۱۷۳، ونصه: «كتب عمر بن عبد العزيز إلى سالم بن عبد الله يكتب إليه بسيرة عمر بن الخطاب في الصدقات، فكتب إليه بالذي سأل». (ج)

(۴) آپ کا پورا نام محمد بن مسلم بن عبد الله الزهري ہے، (۵۸-۱۲۴ھ = ۶۷۸-۷۴۲م) سب سے پہلے احادیث کی تدوین کرنے والے ہیں، آپ تابعی، فقیہ اور محدث تھے، آپ نے انس بن مالک، سہل بن سعد اور عبد الرحمٰن بن ازہر رحمہم اللہ سے روایات لی ہیں، آپ سے احادیث نقل کرنے والوں میں ابان بن صالح، ایوب السختیانی، سفیان بن عیینہ رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں۔ (المقفى الكبير لتقي الدين المقريزي ۱۳۳/۷). (ح)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

کے ہر خطہ میں اُن دفاتر میں سے ایک دفتر بھیج دیا۔[(۱)]

کتاب السنن لمکحول علیہ الرحمۃ:

یہ کتاب امام مکحولؒ[(۲)] نے تحریر فرمائی تھی، گویا اِس کتاب کی تالیف سے کتابتِ حدیث اپنے چوتھے مرحلہ میں داخل ہوئی۔

علامہ ابنِ ندیم رحمہ اللہ[(۳)] نے "الفہرست"[(۴)] میں اِس کا ذکر کیا ہے۔[(۵)]

أبوابُ الشعبي:

یہ حضرت عامر بن شراحیل شعبیؒ[(۶)] کی تالیف ہے، علامہ سیوطیؒ نے "تدریب الراوي" میں حافظ ابنِ حجر کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ یہ علمِ حدیث کی پہلی مبوّب کتاب ہے،[(۷)] حضرت شعبی چونکہ کوفہ میں حضرت عمر

---

(۱) جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر، باب ذكر الرخصة في كتاب العلم ۱/۳۳۱، رقم: ۴۳۸، ونصه: «سمعت ابن شهاب يحدث سعد بن إبراهيم قال: «أمرنا عمر بن عبد العزيز بجمع السنن فكتبناها دفترا دفترا، فبعث إلى كل أرض له عليها سلطان دفترا». (ج)

(۲) آپ کا پورا نام مكحول بن أبي مسلم شهراب بن شاذل ہے، (۰۰۰-۱۱۲ھ=۰۰۰-۷۳۱م) آپ جلیل القدر تابعی، فقیہ اور محدث تھے، آپ نے سعید بن المسیب اور سلیمان بن یسار رحمہم اللہ سے روایات لی ہیں، ربیعۃ الرائے اور ابن شہاب زہری رحمہما اللہ نے آپ سے روایات لی ہیں۔ (تهذيب الكمال للمزي ۲۸/۴۶۸). (ج)

(۳) آپ کا پورا نام محمد بن إسحاق النديم ہے، (۰۰۰-۴۳۸ھ=۰۰۰-۱۰۴۷م) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ موصوف کی کتاب "الفہرست" سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رافضی ہیں؛ کیونکہ موصوف نے اپنی کتاب میں اہل السنہ کو حشویہ اور جبریہ وغیرہ جیسے القابات دیے ہیں۔ (لسان الميزان لابن حجر العسقلاني ۵/۷۲). (ج)

(۴) یہ کتاب محمد بن اسحاق الندیم رحمہ اللہ کی ہے، جس میں اس وقت کے رائج علوم وفنون پر لکھی ہوئی کتابوں کا تعارف کیا گیا ہے، کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب اپنی موضوع پر سب سے پہلے لکھی ہوئی کتاب ہے، ابراہیم رمضانؒ کی تحقیق کے ساتھ (۱۹۹۷م) میں دار المعرفہ بیروت سے چھپ چکی ہے۔ (مقدمة الفهرست لابن النديم، ص: ۷). (ج)

(۵) الفهرست لابن النديم، المقالة السادسة، ص: ۲۷۹، ونصه: «مكحول: الشامي مولى لامرأة من هذيل وتوفي سنة ست عشرة ومائة وله من الكتب كتاب السنن في الفقه كتاب المسائل في الفقه». (ج)

(۶) آپ کا پورا نام عامر بن شراحيل الهمداني الشعبي ہے، (۱۹-۱۰۳ھ=۶۴۰-۷۲۱م) آپ جلیل القدر تابعی فقیہ اور محدث تھے، آپ نے ابو ہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایات لی ہیں اور تقریباً سو (۱۰۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے، امام اعظم ابوحنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ رحمہما اللہ نے آپ سے روایات لی ہیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۴/۲۹۴). (ج)

(۷) تدريب الراوي للسيوطي، النوع الأول ۱/۹۴، ونصه: «قال شيخ الإسلام: وهذا بالنسبة إلى الجمع بالأبواب، أما جمع حديث إلى مثله في باب واحد فقد سبق إليه الشعبي». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

بن عبدالعزیزؒ کے قاضی تھے،[۱] اس لیے بظاہر یہ کتاب بھی انہی کے ارشاد پر لکھی گئی ہے۔
حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی وفات (۱۰۱ھ) میں ہوئی، لہٰذا یہ سب کتابیں اِس سے پہلے لکھی جا چکی تھیں۔

دوسری صدی ہجری میں لکھی گئیں کتبِ حدیث:

یہ مبوّب کتبِ حدیث کی محض ابتداء تھی، دوسری صدی ہجری میں تدوینِ حدیث کا کام اور زیادہ قوت کے ساتھ شروع ہوا، اس دور میں جو کتبِ حدیث لکھی گئیں، اُن کی تعداد بیس سے بھی زیادہ ہے، جن میں سے چند مشہور کتابیں یہ ہیں:

كتاب الآثار لأبي حنيفة:

اس کتاب میں پہلی بار احادیث کو فقہی ترتیب پر مرتب کیا گیا، علمِ حدیث میں اس کا پایہ بہت ہی بلند ہے اور امام ابوحنیفہؒ[۲] نے چالیس ہزار احادیث میں سے اِس کا انتخاب فرمایا ہے: "ذكره الموفق في مناقب الإمام أبي حنيفة رحمه الله تعالى"،[۳] اِس کتاب کے کئی نسخے ہیں: بروایت امام محمدؒ، بروایت امام ابویوسف،[۴] بروایت امام زفر اور یہ کتاب "موطأ إمام مالك" سے زمانًا مقدم ہے۔ ادھر یہ بھی ثابت

---

(۱) أخبار القضاة لمحمد بن خلف، باب القضاء والأعمال، كتاب عمر بن عبد العزيز ۱/ ۷۹، ونصه: «عن الوليد بن سريع، قال: وجهني عبد الحميد بن عبد الرحمن إلى عمر بن عبد العزيز بتقدير ديوان الكوفة، فقال لي: من قاضيكم؟ قلت: عامر الشعبي». (ج)

(۲) آپ کا پورا نام نعمان بن ثابت بن زوطی ہے، (۸۰-۱۵۰ھ=۶۹۹-۷۶۷م) تابعی، مجتہد اور فقیہ ہیں، حماد بن ابی سلیمان کے حلقہ درس میں اٹھارہ (۱۸) سال گزار کر ایک نامور فقیہ بنے، فقہ میں آپ کا اپنا ایک مستقل مسلک ہے، آپ کے تلامذہ میں امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن الشیبانی، امام حسن بن زیاد اور امام زفر رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں، آپ کی تصانیف میں "الفقہ الاکبر" مشہور ہے۔ (تاريخ مدينة السلام للخطيب البغدادي ۱۳/ ۳۲۵). (ج)

(۳) مناقب الإمام الأعظم للموفق المكي، فضائل سيدنا أبي بكر رضي الله عنه واتباع الإمام له، ص: ۹۵، ونصه: «انتخب أبو حنيفة الآثار من أربعين ألف حديث». (ج)

(۴) آپ کا پورا نام أبو يوسف يعقوب بن إبراهيم ہے، (۱۱۳ - ۱۸۲ھ = ۷۳۱-۷۹۸م) آپ امام، مجتہد، محدث اور قاضی القضاۃ تھے، آپ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے علوم حاصل کیے، آپ کی تصانیف میں "كتاب الخراج"، "كتاب الآثار" اور "أدب القاضي" شامل ہیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۸/ ۵۳۵). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ہے کہ امام مالک نے امام ابوحنیفہ کی تالیفات سے استفادہ کیا،(۱) اس لیے یہ کتاب اپنی طرزِ تدوین میں "موطأ امام مالك" کی اصل کی حیثیت رکھتی ہے، بہت سے علماء نے اس کی شروح لکھیں اور اس کے رجال پر کتابیں تصنیف کیں، جن میں حافظ ابنِ حجر بھی شامل ہیں۔ (۲)

یہاں ایک بات یہ بھی یاد رکھنی چاہیے کہ علمِ حدیث میں امام ابوحنیفہ کی براہِ راست مرتب کردہ کتاب یہی "کتاب الآثار" ہے، اس کے علاوہ "مسند أبي حنيفة" کے نام سے جو مختلف کتابیں ملتی ہیں، وہ خود امام صاحب کی تالیف نہیں ہیں، بلکہ آپ کے بعد بہت سے حضراتِ محدثین نے آپ کی مسندات تیار کیں، ان میں حافظ ابونعیم اصفہانیؒ اور حافظ ابن عدی رحمہم اللہ تعالیٰ (۳) مشہور ہیں، (۴) بعد میں علامہ خوارزمیؒ (۵) نے ان تمام مسانید کو ایک مجموعہ میں یکجا کردیا، جو "جامع مسانيد الإمام الأعظم" کے نام سے مشہور ہیں۔ (۶)

---

(۱) تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة للسيوطي، ذكر نبذ من أخباره ومناقبه، ص: ۱۱۹، ونصه: «من مناقب أبي حنيفة التي انفرد بها أنه أول من دون علم الشريعة ورتبه أبوابا، ثم تابعه مالك بن أنس في ترتيب الموطأ ولم يسبق أبا حنيفة أحد». (ج)

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی کتاب کا نام "الإيثار بمعرفة رواة الآثار" ہے، شیخ ابومصعب محمد سعیدؒ کی تحقیق کے ساتھ مؤسسة الکتب الثقافیہ سے (۱۴۱۱ھ) میں چھپ چکی ہے۔ (التعليقات المستطرفة لأبي يعلى المغربي ۱۱/۵۲). (ج)

(۳) آپ کا پورا نام أبو أحمد عبدالله بن عدي ابن القطان الجرجاني ہے، (۲۷۷-۳۶۵ھ = ۸۹۰-۹۷۶م) آپ ابن عدی کے نام سے مشہور ہیں، آپ کے اساتذہ میں ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی اور علی بن سعید الرازی رحمہما اللہ ہیں اور آپ کے شاگردوں میں حاکم ابوعبداللہ الحافظ اور ابوالقاسم حمزہ بن یوسف السہمی رحمہما اللہ وغیرہ شامل ہیں، "الكامل في ضعفاء الرجال" آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ (تاريخ دمشق لابن عساكر ۳۱/۵). (خ)

(۴) جامع المسانيد للخوارزمي، النوع الأول ۱/۷۱، ۷۲. (ج)

(۵) آپ کا پورا نام محمد بن محمود أبو المؤيد الخوارزمي ہے، (۵۹۳-۶۵۵ھ = ۱۱۹۷-۱۲۵۷م) آپ نے نجم الدین طاہر بن محمد رحمہ اللہ سے فقہ حاصل کیا اور شیخ نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ سے احادیث پڑھیں اور کچھ عرصہ کے لیے خوارزم کا منصب قضاء بھی سنبھالا۔ (تاريخ الإسلام للذهبي ۱۴/۷۹۰). (ج)

(۶) علامہ خوارزمی رحمہ اللہ "جامع المسانيد" کے مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ: میں نے شام میں بعض جہلاء سے سنا کہ مالکیہ کے پاس امام مالک رحمہ اللہ کی "مؤطا"، شافعیہ کے پاس امام شافعی رحمہ اللہ کی "مسند" اور حنابلہ کے پاس امام احمد رحمہ اللہ کی "مسند" موجود ہے، مگر حنفیہ کے پاس امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کوئی مسند یا حدیثی ذخیرہ موجود نہیں اور یہ بھی کہا کہ امام ابوحنیفہ تو چند ہی احادیث روایت کرتے ہیں، تو اس پر مجھ میں دینی غیرت آگئی اور میں نے امام اعظم رحمہ اللہ کی پندرہ (۱۵) مسانید جمع کردیں۔ (جامع المسانيد للخوارزمي، المقدمة ۱/۳، ونصه: «وقد سمعت بالشام عن بعض الجاهلين إلخ»). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

الموطأ للإمام مالك:

اس کتاب کو اپنے زمانے میں "أصح الکتب بعد کتاب اللّٰہ" کہا جاتا تھا، اس کے بعد یہ لقب "صحیح بخاري" کو ملا، اس لیے کہ اس میں "موطأ" کی تقریباً تمام احادیث بے شمار دوسری احادیث کے ساتھ موجود ہیں۔ (۱)

جامع معمر بن راشد:

یہ بھی امام مالک رحمہم اللہ کے ہم عصر ہیں اور اپنے دور میں اُن کی کتاب بہت مقبول ہوئی، مگر آج کل نایاب ہے۔

جامع سفیان ثوری:

امام شافعیؒ (۲) نے اس کتاب سے استفادہ کیا ہے۔

السنن لابن جریج:

اسے "سنن أبي الولید" بھی کہتے ہیں۔

السنن لوکیع بن الجراح.

کتاب الزھد لعبد اللّٰہ بن المبارک.

دوسری صدی کے بعد تدوینِ حدیث:

اس صدی میں تدوینِ حدیث کا کام اپنے شباب کو پہنچ گیا، اسانید طویل ہوگئیں، ایک ایک حدیث کئی کئی طریقوں سے روایت کی گئی اور علم کے پھیلاؤ کی وجہ سے فنِ حدیث پر لکھی ہوئی کتابیں نئی نئی ترتیب اور تبویب کے ساتھ وجود میں آنے لگیں اور کتبِ حدیث کی بیس سے زیادہ قسمیں ہوگئیں، اسماء الرجال کے علم

---

(۱) الخلاصة في معرفة الحدیث للطیبي، الباب الأول، الفصل الأول، ص:۳٦، ونصه: «وأول من صنف في الصحیح المجرد الإمام البخاري، ثم مسلم، وکتابهما أصح الکتب بعد کتاب اللّٰہ العزیز، وأما قول الشافعي رضي اللّٰہ عنه: ما أعلم شیئا بعد کتاب اللّٰہ تعالی أصح من موطأ مالك، فقبل وجود الکتابین». (ج)

(۲) آپ کا پورا نام محمد بن إدریس بن عباس الشافعي ہے، (۱۵۰-۲۰۴ھ = ۷٦۷-۸۲۰م) شعر، لغت، ایام عرب، فقہ، حدیث میں مہارت کے ساتھ، ائمہ اربعہ میں سے ایک امام بھی ہیں، حصولِ علوم کے لیے کثرت سے سفر کیے، نہایت ذہین، فطین اور حاضر جواب تھے، آپ کے اساتذہ میں محمد بن حسن الشیباني رحمہ اللہ شامل ہیں، آپ کی مشہور تصانیف میں "الأم"، "أحکام القرآن" اور "الرسالة" شامل ہیں۔ (سیر أعلام النبلاء للذھبی ۸/۲۳٦). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

نے باقاعدہ صورت اختیار کرلی اور اس پر بھی متعدد کتابیں لکھی گئیں، اسی دور میں "صحاح ستہ" کی تالیف ہوئی، جہاں تک "صحاح ستہ" کا تعلق ہے، یہاں اُس کے تعارف کی ضرورت نہیں، ہر کتاب کی ابتداء میں اُس کا تعارف آجائے گا، البتہ اُن چند کتابوں کا تعارف کرانا مقصود ہے جو درسیات کے علاوہ ہیں اور علم حدیث کے مباحث میں اُن کے حوالے کثرت سے آتے ہیں۔

مسندِ أبي داود طيالسي:

یہ ابوداؤد طیالسیؒ (۱) ہیں جو امام ابوداؤد (۲) سے مقدم ہیں، جن کی "سنن" "صحاح ستة" میں شامل ہے، بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ کتاب مسانید میں سب سے پہلی مسند ہے، (۳) لیکن صحیح یہ ہے کہ سب سے پہلی مسند "مسند عبيد الله بن موسى" ہے (۴) اور ابوداؤد طیالسی اگرچہ اُن سے مقدم ہیں، لیکن اُن کی مسند ان کی وفات کے بہت بعد بعض خراسانی علماء نے ترتیب دی ہے اور یہ اُس وقت مرتب ہوئی جب "مسند عبيد الله بن موسى" وجود میں آچکی تھی۔ (۵)

---

(۱) آپ کا پورا نام سلیمان بن داود بن الجارود الطیالسي ہے، (۱۳۳-۲۰۴ھ=۷۵۰-۸۱۹م) حافظ، امام اور ثقہ راوی ہیں، آپ نے جریر بن عبدالحمید، محمد بن بشار اور یعقوب الدورقی رحمہم اللہ سے روایات لی ہیں، آپ نے مسند کے نام سے کتاب بھی لکھی۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۸/ ۱۱۰). (ج)

(۲) آپ کا پورا نام أبو داود سلیمان بن أشعث بن إسحاق السجستاني ہے، (۲۰۲-۲۷۵ھ=۸۱۷-۸۸۸ء) صحاح ستہ کے نام سے مشہور کتب میں سے ایک یعنی "سنن أبي داود" کے مصنف ہیں، آپ نے امام احمد اور یحییٰ بن معین رحمہما اللہ سے روایات لی ہیں، جب کہ آپ سے روایت کرنے والوں میں امام ترمذی اور امام نسائی رحمہ اللہ شامل ہیں، آپ کی تصانیف میں سنن کے علاوہ "المراسيل" اور "الزهد" وغیرہ شامل ہیں۔ (تاريخ مدينة السلام للخطيب البغدادي ۱۰/ ۷۵). (ج)

(۳) الفهرسة لابن خير الإشبيلي، ومن المسانيد المخرجة إلخ. ص: ۱۱۸، ونصه: «مسند أبي داود الطيالسي: وهو أول من صنف في الإسلام». (ج)

(۴) سير أعلام النبلاء للذهبي، الطبقة العاشرة، عبيد الله بن موسى ۸/ ۲۱۷، ونصه: «عبيد الله بن موسى ابن أبي المختار باذام الإمام الحافظ العابد أبو محمد العبسي بموحدة مولاهم الكوفي، أول من صنف المسند على ترتيب الصحابة بالكوفة». (ج)

(۵) البحر الذي زخر في شرح ألفية الأثر للسيوطي، فوائد، أول من صنف مسندا ۲/ ۵۱۸، ونصه: «والذي حمل قائل هذا القول عليه تقدم عصر أبي داود على أعصار من صنف المسانيد، وظن أنه هو الذي صنفه وليس كذلك فإنما هو من جمع بعض الحفاظ الخرسانيين». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

مسند أحمد:

اسے جامع ترین مسند کہا گیا ہے، اس میں تقریباً تیس ہزار (۳۰,۰۰۰) حدیثیں ہیں، (۱) جنہیں امام احمد نے ساڑھے سات لاکھ (۷۵۰,۰۰۰) احادیث میں سے منتخب کیا ہے، امام احمد نے اپنی زندگی میں ان احادیث کو جمع تو کرلیا تھا لیکن ان کی ترتیب وتبویب نہ کرسکے تھے کہ وفات ہوگئی۔ آپ کے بعد آپ کے جلیل القدر صاحبزادے عبداللہ بن احمد نے اُن کی ترتیب وتہذیب کی اور اس میں تقریباً دس ہزار (۱۰,۰۰۰) احادیث کا اضافہ کیا۔ ان کے بعد حافظ ابوبکر قطیعیؒ نے بھی اس میں کچھ اضافے کیے، جنہیں "زیادات المسند" کہا جاتا ہے۔ "مسند أحمد" میں صحیح، حسن اور ضعیف ہر طرح کی احادیث موجود ہیں (۲) اور اس میں اختلاف ہے کہ کوئی موضوع حدیث بھی ہے یا نہیں؟ (۳) بہت عرصہ کے بعد بعض حضرات نے "مسند أحمد" کو فقہی ابواب کی ترتیب کے مطابق بھی مرتب کیا ہے، متقدمین کی یہ کوششیں نایاب ہیں، البتہ "الفتح الربانی" (۴) کے نام سے "مسند أحمد" کی ایک تبویب اب بھی موجود ہے۔

مصنَّف عبدالرزاق:

پہلے زمانے میں لفظِ "مصنف" کا اطلاق اسی اصطلاحی مفہوم پر ہوتا تھا، جس کے لیے آج کل

---

(۱) الرسالة المستطرفة للكتاني، ص:۱۸، ونصه: «وقد اشتهر عند كثير من الناس أنه أربعون ألف حديث قال أبو موسى المديني: لم أزل أسمع ذلك من الناس حتى قرأته على أبي منصور بن رزيق ... وقال ابن المنادي: أنه ثلاثون ألفا، والاعتماد على قوله دون غيره». (ج)

(۲) البحر الذي زخر في شرح ألفية الأثر للسيوطي، الكلام على مسند الإمام أحمد ۳/۱۱۸۰، ونصه: «أن عبد الله سأل أباه عن هذا المسند، فقال: جعلته أصلاً للإسلام يرجعون إليه فما ليس فيه فليس بصحيح، وعنه أنه قال: جمعته وانتقيته من أكثر من سبع مائة ألف وخمسين ألفًا... عدد أحاديث المسند أربعون ألفًا بالمكرر»، وفي الرسالة المستطرفة للكتاني، ومنها كتب الأئمة أرباب المذاهب المتبوعة، ص:۱۸، ونصه: «الإمام الأوحد محي السنة أبي عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل... وفيه من زيادات ولده عبد الله، ويسير من زيادات أبي بكر القطيعي الراوي عن عبد الله، وقد اشتهر عند كثير من الناس أنه أربعون ألف حديث». (ج)

(۳) المصدر السابق، ۳/۱۱۹۱، ونصه: «أنا لا نسلم أن أحمد اشترط الصحة في كتابه، فإنّ وجود الضعيف فيه محقق». (ج)

(۴) المصدر السابق، ۳/ ۱۱۸۵، ونصه: «قال ابن تيمية في بعض مؤلفاته: قد تنازع الحافظان أبو العلاء الهمداني، وأبو الفرج بن الجوزي في مسند أحمد هل فيه أحاديث موضوعة؟ فأنكر الحافظ أبو العلاء ذلك وأثبته أبو الفرج». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

"السنن" کا لفظ معروف ہے، یہ "مصنف" امام عبد الرزاق ابن الہمام الیمانی کی مرتب کردہ ہے اور کئی اعتبار سے بڑی جلیل القدر کتاب ہے، ایک تو اِس لیے کہ عبد الرزاق امام ابو حنیفہ اور معمر بن راشد جیسے ائمہ کے شاگرد اور امام احمد جیسے ائمہ کے استاذ ہیں،(۱) اسی لیے اس "مصنَّف" میں اکثر احادیث ثلاثی ہیں، دوسرے اس لیے کہ امام بخاری کی تصریح کے مطابق امام عبد الرزاق جو احادیث اپنی کتاب سے روایت کرتے ہیں، وہ زبانی روایت کردہ احادیث سے زیادہ صحیح ہوتی ہیں۔(۲)

مصنَّف أبي بكر بن أبي شيبة:

یہ بھی امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ کے استاذ ہیں(۳) اور ان کے "مصنَّف" کی پہلی خصوصیت تو یہ ہے کہ اس میں صرف احادیثِ احکام کو فقہی ترتیب پر جمع کیا گیا ہے اور دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں احادیثِ مرفوعہ کے ساتھ صحابۂ کرامؓ اور تابعین کے فتاویٰ بھی بکثرت منقول ہیں، اس کی وجہ سے اصولِ حنفیہ کے مطابق حدیث کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں امام موصوف نے ہر مذہب کے مستدلات کو پوری غیر جانب داری کے ساتھ جمع کیا ہے۔ چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ امام ابو بکر جو کہ خود کوفی ہیں، اس لیے انہوں نے اہلِ عراق کے مسلک کو خوب اچھی طرح سمجھ کر بیان کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ حنفیہ کے مستدلات اس کتاب میں بکثرت پائے جاتے ہیں اور اسی لیے علامہ زاہد الکوثریؒ(۴) نے لکھا ہے: "أحوج

---

(۱) مغاني الأخيار في شرح أسامي رجال معاني الآثار للعيني، حرف العين المهملة، باب عبد الرزاق ۲/ ۲۲۲، ونصه: «عبد الرزاق بن همام بن نافع الحميري: مولاهم اليماني، أبو بكر الصنعاني. روى عن إبراهيم بن عمر بن كيسان الصنعاني ... ومعمر بن راشد ... روى عنه إبراهيم بن عباد الدبري ... وأحمد بن حنبل... قلت: وروى عبد الرزاق بن همام، عن الإمام أبي حنيفة، وأكثر من روايته». (ج)

(۲) التاريخ الكبير للبخاري، باب العين ۶/ ۱۳۰، ونصه: «عبد الرزاق بن همام بن نافع أبو بكر مولى حمير اليماني، سمع الثوري وابن جريج، ومات سنة إحدى عشرة ومائتين، ما حدث من كتابه فهو أصح». (ج)

(۳) تهذيب الكمال للمزي، باب العين، من اسمه عبد الله ۱۶/ ۳۵، ونصه: «عبد الله بن محمد بن إبراهيم بن عثمان بن خواستي العبسي، مولاهم أبو بكر بن أبي شيبة ... روى عنه البخاري، ومسلم، وأبو داود، وابن ماجه». (ج)

(۴) آپ کا پورا نام محمد زاهد بن حسن بن علي الكوثري ہے، (۱۲۹۶-۱۳۷۱ھ=۱۸۷۹-۱۹۵۲م) آپ کو فقہ حنفی، علوم حدیث، علم الکلام اور تحقیق المخطوطات میں مہارت تامہ حاصل تھی، آپ نے کئی کتب پر تعلیقات کی ہیں، آپ کی تالیفات میں "تأنيب الخطيب"، "الاستبصار في التحدث عن الجبر والاختيار" وغیرہ شامل ہیں۔ (مقدمة مقالات الكوثري للبنوري، ص: ۶). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ما يكون الفقيه إليه كتاب ابن أبي شيبة رحمه الله تعالى"۔(۱)

المستدرك للحاكم:

یہ کتاب "مستدرك على الصحيحين" ہے، لیکن نقدِ احادیث کے معاملہ میں امام حاکم بہت زیادہ متساہل مشہور ہیں۔ اسی لیے انہوں نے بہت سی ایسی حدیثوں کو علی شرط الشيخين یا علی شرط أحدهما سمجھ کر اپنی کتاب میں درج کرلیا ہے جو درحقیقت بہت ضعیف ہیں، حافظ شمس الدین ذہبیؒ نے اس کتاب پر ایک حاشیہ لکھا ہے، جس میں "مستدرك" کی تلخیص بھی ہے اور امام حاکم کی مسامحت پر تنبیہ بھی۔(۲) یہ حاشیہ بھی "مستدرك" کے ساتھ حیدرآباد دکن سے چھپ گیا ہے۔ امام حاکم کے بارے میں بعض لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ شیعہ تھے، لیکن محققین نے اس الزام کو رَد کردیا ہے۔(۳)

المعاجم للطبراني:

امام طبرانیؒ(۴) کی معاجم تین قسم کی ہیں: کبیر، اوسط اور صغیر۔

"المعجم الكبير" درحقیقت مسند ہے، یعنی اس میں صحابہؓ کی ترتیب کے مطابق روایتیں جمع کی گئیں

---

(۱) لحظ الألحاظ بذيل طبقات الحفاظ لابن فهد الهاشمي، الطبقة الخامسة والعشرون، ص:۱۰۶. (ج)

(۲) تدريب الراوي للسيوطي، النوع الأول ۱/ ۱۱۲، ونصه: «واعتنى الحافظ أبو عبد الله (الحاكم) في المستدرك (بضبط الزائد عليهما) مما هو على شرطهما أو شرط أحدهما، أو صحيح...(وهو متساهل) في التصحيح... وقد لخص الذهبي مستدركه، وتعقب كثيرا منه بالضعف والنكارة، وجمع جزءا فيه الأحاديث التي فيه وهي موضوعة، فذكر نحو مائة حديث». (ج)

(۳) الروض الباسم في تراجم شيوخ الحاكم لنايف بن صلاح، ثناء أهل العلم عليه ۱/ ۱۱۸، ونصه: «قال الخطيب البغدادي في تاريخ بغداد (۵/ ۴۷۴): كان (الإمام حاكم) ابن البيع يميل إلى التشيع... وأجيب عن ذلك: أولا: قالوا: إن مجرد تخريج الحاكم لمثل هذه الأحاديث لا يدل بحال على تشيع الحاكم». (ج)

(۴) آپ کا پورا نام أبو القاسم سليمان بن أحمد بن أيوب الطبراني ہے، (۲۶۰-۳۶۰ھ=۸۷۳-۹۷۱) کبار محدثین میں سے ہیں، آپ نے حصولِ علم کے لیے حجاز، عراق، یمن، مصر اور الجزیرہ کے سفر کیے، آپ نے "الكبير"، "الأوسط" اور "الصغير" کے ناموں سے تین معاجم تصنیف فرمائیں، ان کے علاوہ "التفسير"، "الأوائل" اور "دلائل النبوة" کے نام سے کتابیں لکھی۔ (وفيات الأعيان لابن خلكان ۲/ ۴۰۷). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ہیں[1] اور "المعجم الاوسط" میں امام طبرانی نے اپنے شیوخ کی ترتیب سے روایات جمع کی ہیں اور اس میں صرف اپنے شیوخ کے غرائب اور تفردات کو ہی جمع کیا ہے[2] اور "المعجم الصغیر" میں اپنے ہر شیخ کی ایک ایک روایت ذکر کی ہے اور اس میں زیادہ تر انہی شیوخ کی روایات ہیں، جن سے امام طبرانیؒ نے صرف ایک روایت سنی ہے۔[3]

مسند البزّار:

اسے "المسند الکبیر" بھی کہتے ہیں،[4] یہ امام ابوبکر بزار[5] کی تصنیف ہے اور معلّل ہے، یعنی اس میں امام نے روایات کے اسبابِ قادحہ کو بھی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ معلّل کتابوں کا اصول یہ ہے کہ جس حدیث پر وہ خاموشی سے گذر جائیں، وہ اُن کے نزدیک صحیح یا قابلِ عمل سمجھی جاتی ہے۔[6]

مسند الدارمي:

اس کتاب کو بھی اصطلاح کے خلاف مسند کہا گیا ہے، درحقیقت یہ سنن ہے۔

---

(۱) الرسالة المستطرفة للكتاني، كتب المعاجم، ص: ۱۳۵، ونصه: «كتب المعاجم... كمعجم الطبراني الكبير المؤلَّف في أسماء الصحابة على حروف المعجم». (ج)

(۲) المصدر السابق، ونصه: «والأوسط ألفه في أسماء شيوخه وهم قريب من ألفي رجل حتى أنه روى عمن عاش بعده لسعة روايته وكثرة شيوخه وأكثر من غرائب حديثهم». (ج)

(۳) المصدر السابق، ونصه: «والصغير وهو في مجلد خرج فيه عن ألف شيخ يقتصر فيه غالبا على حديث واحد عن كل واحد من شيوخه». (ج)

(۴) سير أعلام النبلاء للذهبي، الطبقة السادسة عشرة ۱۳/۵۵۴، ونصه: «الشيخ، الإمام، الحافظ، الكبير أبو بكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق البصري، البزار، صاحب المسند الكبير الذي تكلم على أسانيده». (ج)

(۵) آپ کا پورا نام أبو بکر أحمد بن عمرو البصري ہے، (۲۱۰-۲۹۲ھ = ۸۲۵-۹۰۴م) آپ امام بزار کے نام سے مشہور تھے، آپ محدث، حافظ اور امام تھے، آپ نے اصفہان، بغداد، مصر، مکہ اور رملہ کے اسفار کیے، "البحر الزخار" آپ کی تصنیف ہے جو "مسند البزار" کے نام سے مشہور ہوئی۔ (سیر أعلام النبلاء للذهبي ۱۰/۵۵۴). (ج)

(۶) حاشية الرفع والتكميل للشيخ عبد الفتاح أبو غدة، إيقاظ: ۱۳، في بيان الفرق إلخ، سكوت التكلمين في الرجال إلخ، ص: ۲۴۶، ونصه: «فإذا علم هذا كله، اتضحت وجاهة ما أثبته من أن مثل البخاري، أو أبي ذرعة ... إذا سكتوا عن الراوي الذي لم يجرح ولم يأت بمتن منكر: يعد سكوتهم عنه باب التوثيق والتعديل». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

السنن الکبری للبیہقي:

یہ کتاب امام بیہقیؒ (۱) نے فقہ شافعیؒ کے مشہور متن "مختصر المزني" کی ترتیب پر جمع کی ہے اور حیدرآباد دکن سے چھپ چکی ہے۔

سنن الدارقطني:

(ولادت ۳۰۶ھ، وفات ۳۸۵ھ) یہ کتاب ابوابِ فقہیہ پر مشتمل ہے، جس میں ہر حدیث کے طرق نہایت تفصیل سے بیان کرتے ہیں، (۲) واللہ أعلم۔

---

(۱) آپ کا پورا نام أحمد الحسین أبوبکر البیهقي ہے، (۳۸۴-۴۵۸ھ = ۹۹۴-۱۰۶۶م) ائمۂ حدیث میں شمار ہوتے ہیں، آپ نیشاپور میں پیدا ہوئے. در بغداد، کوفہ اور مکہ کے سفر کیے، آپ کی کثیر تعداد میں تصانیف ہیں، جن میں "السنن الکبری"، "السنن الصغری"، "دلائل النبوة" اور "الترغیب والترهیب" شامل ہیں۔ (تاریخ بیهق لابن فندمة علي بن زید ۲۴۴/۱، والأعلام للزرکلي ۱۱۶/۱).(ج)

(۲) الرسالة المستطرفة للکتاني، ومنها: کتب تعرف بالسین، ص: ۳۲، ونصه: «وهي في اصطلاحهم الکتب المرتبة علی الأبواب الفقهیة... وسنن الدارقطني.(ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

أنواع المصنّفات في الحديث:

علم حدیث انتہائی مخدوم علم ہے اور اس میں مختلف حیثیتوں سے کتابیں لکھی گئیں ہیں، چنانچہ کتبِ حدیث کی اپنے موضوع اور ترتیب کے لحاظ سے بہت سی اقسام ہیں، جن میں سے ہر ایک قسم کا ایک خاص اصطلاحی نام ہے، حدیث کے طالب علم کو مراجعة إلی الکتب کے لیے اِن اقسام کو بھی تفصیل سے سمجھ لینا ضروری ہے۔

الجوامع:

یہ "جامع" کی جمع ہے، جامع اُس کتابِ حدیث کو کہتے ہیں، جس میں آٹھ مضامین کی احادیث جمع کردی گئیں ہوں، اِن آٹھ مضامین کو ایک شعر میں جمع کر کے بیان کر دیا گیا ہے:

سِیَر وآداب وتفسیر وعقائد
فتن اشراط واحکام ومناقب

سِیَر: "سیرة" کی جمع ہے، یعنی وہ مضامین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے واقعات پر مشتمل ہیں۔

آداب: "أدب" کی جمع ہے، مراد ہیں آداب المعاشرت، مثلاً کھانے پینے کے آداب۔

تفسیر: یعنی وہ احادیث جو تفسیرِ قرآن سے متعلق ہیں۔

عقائد: وہ احادیث یا مضامین جن کا تعلق عقائد سے ہے۔

فتن: "فتنة" کی جمع ہے، یعنی وہ بڑے بڑے واقعات، جن کی پیشین گوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔

أشراط: یعنی علاماتِ قیامت۔

أحکام: یعنی احکامِ عملیہ، جن پر فقہ مشتمل ہوتا ہے، اِن کو "السنن" بھی کہا جاتا ہے۔

مناقب: "منقبة" کی جمع ہے، یعنی صحابۂ کرامؓ اور صحابیات رضی اللہ عنہن اور مختلف قبائل اور

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

طبقات کے فضائل، غرض جو کتاب ان آٹھوں مضامین پر مشتمل ہو، اسے "جامع" کہا جاتا ہے۔[۱]

کتب جوامع:

چنانچہ سب سے پہلی جامع "جامع معمر بن راشد"[۲] ہے،[۳] جو امام زہریؒ کے معروف شاگرد حضرت معمرؒ کی تالیف ہے اور دوسری صدی ہجری میں ہی مرتب ہو چکی تھی، لیکن اب جامعِ معمر نایاب ہے۔[۴]

دوسری "جامع سفيان ثوري" ہے،[۵] اس سے امامِ شافعیؒ نے بھی استفادہ کیا، یہ کتاب بھی نایاب ہے۔

تیسری "جامع عبد الرزاق" ہے جو امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی کی تالیف ہے[۶] اور دوسری صدی ہجری میں معروف ہو چکی تھی، یہ "مصنَّف عبد الرزاق" کے نام سے مشہور ہے اور حال ہی میں گیارہ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

"جامع دارمي" بھی مشہور جوامع میں داخل ہے،[۷] لیکن سب سے زیادہ مقبولیت "جامع بخاري" کو حاصل ہوئی ہے، اس کے بعد "جامع ترمذي" ہے۔

---

(۱) الرسالة المستطرفة للكتاني، فصل في ذكر المصنفات والجوامع، ص:۴۲، ونصه: «والجامع عندهم ما يوجد فيه من الحديث جميع الأنواع المحتاج إليها من العقائد والأحكام، والرقاق، وآداب الأكل والشرب، والسفر والمقام، وما يتعلق بالتفسير والتاريخ، والسير والفتن، والمناقب والمثالب، وغير ذلك». (ج)

(۲) یہ معمر بن ابی عمرو بن راشد ازدی رحمہ اللہ کی کتاب ہے، ۱۴۰۳ھ میں شیخ حبیب الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ کی تحقیق کے ساتھ "مصنف عبد الرزاق" کے آخر میں مکتبہ مجلس العلمی سے چھپ چکی ہے۔ (ج)

(۳) امام اعظم اور علم حدیث، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی کاندھلوی، جامع معمر بن راشد ص: ۳۹۸۔ (ر)

(۴) درس ہذا کے وقت یہ کتاب نایاب تھی، لیکن بعد میں (۱۴۰۳ھ) میں شیخ حبیب الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ کی تحقیق کے ساتھ چھپ چکی ہے۔ (ج)

(۵) الرسالة المستطرفة للكتاني، فصل في ذكر المصنفات والجوامع، ص۴۱، ونصه: «وجامع أبي عبد الله سفيان بن سعيد بن مسروق الثوري». (ج)

(۶) الكنز المتواري للشيخ زكريا الكاندهلوي، المقدمة ۱/۲۲۵، ونصه: «ومن الجوامع المعروفة جامع عبد الرزاق بن همام الصنعاني». (ج)

(۷) المصدر السابق، ونصه «ومن الجوامع المعروفة... ومنها جامع الدارمي». (ر، ت)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

"صحاح ستة" میں "بخاري" اور "ترمذي" کے جامع ہونے پر اتفاق ہے، البتہ "صحیح مسلم" کے بارے میں اختلاف ہے، بعض اُسے "جامع" کہتے ہیں؛ کیونکہ اس میں آٹھوں ابواب موجود ہیں، لیکن بعض حضرات اس کے جامع ہونے سے بریں بنا انکار کرتے ہیں کہ اس میں "کتاب التفسیر" بہت مختصر ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ بھی جامع ہے؛ کیونکہ جامع ہونے کے لیے کسی کتاب کا مفصّل ہونا ضروری نہیں، محض اس کا وجود ہی کافی ہے اور "صحیح مسلم" میں بھی "کتاب التفسیر" میں اگرچہ احادیث کم ہیں، لیکن بہرحال نفسِ کتاب موجود ہے، نیز تفسیر کی بہت سی احادیث امام مسلمؒ نے دوسرے ابواب کے تحت نقل کردی ہیں،[1] اسی لیے علامہ مجدالدین فیروز آبادی[2] صاحبِ "قاموس" نے اس کو جامع قرار دیا ہے[3] اور صاحبِ[4] "کشف الظنون"[5] نے بھی اس کو جوامع میں شمار کیا ہے۔[6]

السنن:

"السنن" یہ اس کتاب کا لقب ہے، جس میں احادیث کو ابوابِ فقہیہ کی ترتیب پر مرتّب کیا گیا ہو،[7] اس نوع کو بالکل ابتداء میں "أبواب" کہتے تھے، بعد میں اس کا نام تبدیل ہوکر "مصنَّف" ہوگیا اور آخر میں اس کو

---

(۱) كشف الباري للشيخ سليم الله خان، مقدمة العلم ۱/۱۵. (ج)

(۲) آپ کا پورا نام محمد بن يعقوب بن محمد فيروز آبادي ہے، (۷۲۹-۸۱۷ھ=۱۳۲۹-۱۴۱۵م) محدث، مفسر، ادیب اور قاضی تھے، آپ کی تصنیفات میں "القاموس المحيط"، "تنوير المقباس"، "نزهة الأذهان" اور "سفر السعادة" مشہور ہیں۔ (طبقات النسابين لبكر بن عبدالله ۱/۱۵۰، دار الرشد، الرياض ۱۴۰۷ھ). (ج)

(۳) فتح الملهم للعلامة شبير أحمد العثماني، المقدمة ۱/۲۸۴، ونصه: «قلت: قد أطلق عليه اسم الجامع الشيخ مجد الدين الشيرازي، صاحب القاموس حيث قال: ختمت بحمد الله جامع مسلم». (ج)

(۴) آپ کا پورا نام مصطفى بن عبد الله كاتب چلپي ہے، (۱۰۱۷-۱۰۶۷ھ=۱۶۰۸-۱۶۵۷م) آپ حاجی خلیفہ کے نام سے مشہور ہیں، آپ کی تصنیفات میں "كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون" اور "سلم الوصول إلى طبقات الفحول" وغیرہ شامل ہیں۔ (الأعلام للزركلي ۷/۲۳۶). (ج)

(۵) یہ کتاب حاجی خلیفہ رحمہ اللہ کی ہے، اس میں تقریباً تین سو (۳۰۰) علوم وفنون، پندرہ ہزار (۱۵۰۰۰) کتابوں اور نو ہزار پانچ سو (۹۵۰۰) مصنفین کا تعارف ہے، اس کتاب کے لکھنے پر تقریباً بیس (۲۰) سال لگے ہیں، یہ کتاب دار الکتب العلمیہ سے ۲۰۰۸م میں چھپ چکی ہے۔ (الموجز في مراجع التراجم والبلدان لمحمود الطناحي ۱/۹۹). (ج)

(۶) كشف الظنون لحاجي خليفة، باب الجيم، الجامع الصحيح ۱/۵۵۵، ونصه: «الجامع الصحيح للإمام الحافظ أبي الحسين مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري الشافعي». (ج)

(۷) الرسالة المستطرفة للكتاني، كتب مرتبة على الأبواب الفقهية، ص: ۳۲، ونصه: «ومنها: كتب تعرف بالسنن وهي في اصطلاحهم الكتب المرتبة على الأبواب الفقهية». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

"سنن" کہا جانے لگا، اس نوع کی سب سے پہلی کتاب امام ابوحنیفہؒ کے استاذ حضرت عامر بن شراحیل الشعبی نے لکھی، جو"أبواب الشعبي" کے نام سے مشہور ہے،(۱) "صحاح ستة" میں "نسائي"، "أبو داود"، "ترمذي" اور"ابن ماجه" سُنن ہیں، چنانچہ"سنن أربعه" کا لفظ بول کر یہی چار کتب مراد لی جاتی ہیں، سننِ اربعہ کے علاوہ"سنن بیهقي"، "سنن دارمي"، "سنن دار قطني" اور"سنن سعید بن منصور" اس نوع کی مشہور کتابیں ہیں، ان کے علاوہ"سنن ابن جریج" اور "سنن وکیع بن الجراح" اس نوع کی قدیم کتابیں ہیں، نیز"مصنَّف عبد الرزاق"، "مصنف ابن أبي شيبة" وغیرہ بھی اسی نوع میں شامل ہیں، بعض حضرات مکحول کی کتاب"السنن" کو بھی اسی میں شمار کرتے ہیں۔

المسانید:

مسانید "مسند" کی جمع ہے، اُن کتبِ حدیث کا نام ہے، جن میں احادیث کو صحابۂ کرامؓ کی ترتیب سے جمع کیا گیا ہو، یعنی ایک صحابی کی تمام مرویات ایک مرتبہ میں ذکر کردی جائیں، خواہ وہ کسی باب سے متعلق ہوں، پھر دوسرے صحابی کی وَهَلُمَّ جَرًّا، پھر اُن میں بعض اوقات حروفِ تہجی کی ترتیب کا اعتبار ہوتا ہے، بعض اوقات سابقية في الإسلام کا اعتبار کرکے ایسے صحابی کی حدیث کو پہلے رکھا جاتا ہے اور بعض اوقات فضیلت کا اعتبار کیا جاتا ہے، نیز طبقاتِ مہاجرین اور انصار کی ترتیب پر بھی مسانید کو مرتب کیا جاتا ہے۔(۲)

سب سے پہلی"مسند" حضرت نُعیم بن حماد نے لکھی،(۳) اس کے بعد بے شمار مسانید لکھی گئیں، یہاں

(۱) تدريب الراوي للسيوطي ۹۴/۱، ونصه: «أما جمع حديث إلى مثله في باب واحد، فقد سبق إليه الشعبي، فإنه روي عنه أنه قال: هذا باب من الطلاق جسيم، وساق فيه أحاديث». (ج)

(۲) الرسالة المستطرفة للكتاني، ص: ۶۰، ونصه: «ومنها كتب ليست على الأبواب ولكنها على المسانيد، جمع مسند وهي الكتب التي موضوعها جعل حديث كل صحابي على حدة، صحيحا كان أو حسنا أو ضعيفا مرتبين على حروف الهجاء في أسماء الصحابة كما فعله غير واحد وهو أسهل تناولا، أو على القبائل، أو السابقة في الإسلام، أو الشرافة النسبية، أو غير ذلك». (ج)

(۳) لامع الدراري للشيخ زكريا الكاندهلوي ۴۸/۱، ونصه: «قال السيوطي رحمه الله في التدريب: قال الدار قطني رحمه الله أول من صنّف مسندًا نعيم بن حماد، وقال الخطيب وقد صنّف أسد بن موسى مسندًا وكان أكبر من نعيم سبعةً في حديثه، وقال الحاكم: أول من صنّف المسند على تراجم الرجال في الإسلام عبيد الله بن موسى العنسي وأبو داود الطيالسي، وقال ابن عدي: يقال: إن يحيى الحماني أول من صنّف المسند بالكوفة وأول من صنفه بالبصرة مسدد وأول من صنفه بمصر أسد السنة». (ر)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

تک کہ اس زمانہ میں یہ مشہور ہو گیا تھا کہ کوئی بڑا محدث ایسا نہیں کہ جس نے مسند نہ لکھی ہو، چنانچہ امامِ بخاریؒ کے بہت سے اساتذہ مسانید کے مؤلف ہیں، نیز عثمان بن ابی شیبہ، اسحاق بن راہویہ[1] اور ابوبکر بن ابی شیبہ[2] نے بھی مسانید لکھی ہیں، اِن مسانید میں "مسند أسد بن موسی"، "مسند عبد بن حمید" "مسند البزار"[3] اور "مسند أبي يعلى"[4] معروف ہیں، آج کل تین مسانید مطبوعہ شکل میں ملتی ہیں اور معروف ہیں، ایک "مسند أبي داود الطيالسي" جو دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن سے شائع ہو چکی ہے۔ دوسری "مسند حميدي" ہے جو مجلسِ علمی نے شائع کی ہے، اس کے مصنف امام بخاریؒ کے استاذ ہیں۔ تیسری "مسند إمام أحمد" ہے جو نہایت جامع مسند ہے اور سب سے زیادہ مشہور و متداول ہے، اس کا تعارف گذر چکا ہے اور اب حال ہی میں علامہ البنا الساعاتی نے اس کو ابواب کی ترتیب پر مرتب کر کے شائع کیا ہے، جو "الفتح الرباني لترتيب مسند الإمام أحمد بن حنبل الشيباني" کے نام سے معروف ہے، جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا۔

المعجَم:

عام طور سے مشہور یہ ہے کہ "معجم" اُس کتاب کو کہتے ہیں، جس میں کسی محدث نے اپنے شیوخ اور اساتذہ کی ترتیب سے احادیث جمع کی ہوں، یعنی ایک شیخ کی احادیث ایک جگہ اور دوسرے کی دوسری جگہ

---

(۱) آپ کا پورا نام إسحاق بن إبراهيم بن مخلد ہے، (۱۶۱ - ۲۳۸ھ = ۷۷۸ - ۸۵۳م) مشہور امام، محدث اور فقیہ ہے، آپ نے سفیان بن عیینہ اور اسماعیل بن علیہ رحمہما اللہ سے روایات لی ہیں، آپ سے روایت کرنے والوں میں امام بخاری، مسلم اور ترمذی رحمہم اللہ شامل ہیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۱۱/۳۵۸). (ج)

(۲) آپ کا پورا نام عبد الله بن محمد بن أبي شيبة ہے، (۱۵۹ - ۲۳۵ھ = ۷۷۶ - ۸۵۳م) حافظ، مفسر اور محدث ہیں، آپ نے شریک بن عبداللہ اور سفیان بن عیینہ رحمہما اللہ سے روایات لی ہیں اور آپ سے امام بخاری، مسلم اور ابوداؤد رحمہم اللہ نے روایات لی ہیں، آپ نے کئی کتابیں لکھیں، جن میں "مصنف ابن أبي شيبة" بہت مشہور ہے۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۱۱/۱۲۳). (ج)

(۳) یہ امام بزار ابوبکر احمد بن عمرو العتکی رحمہ اللہ کی کتاب ہے، یہ کتاب مختلف محققین کی تحقیق کے ساتھ ۱۸ جلدوں میں مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ منورہ سے ۲۰۰۹ء میں شائع ہو چکی ہے۔ (ج)

(۴) یہ ابویعلی امام احمد بن علی بن مثنیٰ کی تالیف ہے، یہ کتاب ۱۳ جلدوں میں "دار المأمون للتراث" دمشق سے ۱۴۰۴ھ میں طبع ہو چکی ہے۔ (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

وَهَلُمَّ جرًّا، لیکن حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ[۱] نے لکھا ہے کہ یہ تعریف درست نہیں، درحقیقت "معجم" حدیث کی وہ کتاب ہے جس میں حروفِ تہجی کی ترتیب قائم کی گئی ہو، خواہ یہ ترتیب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں ہو، یا شیوخ میں،[۲] اس طرح "معجم" اور "مسند" میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہوگئی،[۳] اس نوع کی بھی متعدد کتابیں مشہور ہیں، مثلاً: "معجم إسماعيلي"، "معجم ابن الفوطي"[۴] وغیرہ۔[۵]

لیکن سب سے زیادہ مشہور امام طبرانیؒ کی معاجم ہیں، انہوں نے تین معاجم لکھی ہیں:

۱) المعجم الکبیر: جس میں صحابۂ کرامؓ کی ترتیب سے احادیث جمع کی ہیں۔

۲) المعجم الأوسط: جس میں شیوخ کی ترتیب سے احادیث جمع کی ہیں۔

۳) المعجم الصغیر: جس میں امام طبرانی نے اپنے تمام شیوخ میں سے ہر ایک کی ایک ایک حدیث ذکر کی ہے، پہلی دو کتابیں نایاب ہیں،[۶] البتہ ان کی احادیث علامہ ہیثمیؒ کی "مجمع الزوائد"[۷] میں مل جاتی ہیں، البتہ "المعجم الصغیر" پہلے ہندوستان میں اور پھر مصر میں شائع ہوچکی ہے۔

المستدرك:

اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں کسی دوسری کتابِ حدیث کی اُن چُھٹی ہوئی احادیث کو جمع کیا گیا ہو، جو

---

(۱) آپ کا پورا نام محمد زکریا بن محمد یحیی کاندھلوی ہے، (۱۳۱۵-۱۴۰۲ھ= ۱۸۹۸-۱۹۸۳م) آپ امام، مصلح اور محدث ہیں، آپ کے اساتذہ میں آپ کے والد گرامی مولانا یحییٰ، مولانا الیاس اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہم اللہ شامل ہیں، آپ کی تصنیفات میں "أوجز المسالك" اور "فضائل أعمال" مشہور ہیں۔ (تتمة الأعلام لمحمد خير رمضان يوسف ۲/۱۵۷). (ج)

(۲) تقرير صحيح البخاري، شيخ الحديث حضرت مولانا زكريا رحمه الله ۱/۵۰. (ج)

(۳) یعنی ہر مسند معجم ہے، لیکن ہر معجم مسند نہیں ہے، مسند خاص مطلق ہے اور معجم عام مطلق ہے۔ (ج)

(۴) یہ عبد الرزاق بن احمد ابن الفوطی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے، جس میں انہوں نے اپنے شیوخ کے اعتبار سے احادیث کو جمع کیا ہے، ان شیوخ کی تعداد پانچ سو (۵۰۰) تک پہنچتی ہے۔ (تذكرة الحفاظ للذهبي، الطبقة الثانية عشرة ۳/۱۰۶). (ج)

(۵) الكنز المتواري للشيخ زكريا الكاندهلوي، المقدمة، الفائدة التاسعة في نوعية الكتاب ۱/۲۲۹، ونصه: «المعاجم الكثيرة، منها معجم ابن الفوطي». (ر، ت)

(۶) یہ دو کتابیں پہلے نایاب تھیں لیکن اب طبع ہوچکی ہیں۔ (ج)

(۷) یہ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی رحمہ اللہ کی تالیف ہے، یہ کتاب ۱۰ جلدوں میں دار الفکر سے طبع ہوچکی ہے۔ (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

مذکورہ کتاب کی شرائط کے مطابق ہوں،(۱) "صحیحین" پر متعدد علماء نے "مستدرك" لکھی ہے، جن میں "كتاب الإلزامات للدار قطني" اور "المستدرك على الصحيحين للحافظ أبي ذر عبد" مشہور ہیں،(۲) لیکن مشہور ترین کتاب امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوریؒ کی "المستدرك على الصحيحين" ہے جو سب سے زیادہ رائج رہی ہے، اس میں انہوں نے وہ احادیث نقل کی ہیں جو "صحيحين" میں موجود نہیں، لیکن اُن کے خیال میں "بخاري" یا "مسلم" کی شرائط پر پوری اترتی ہیں، لیکن امامِ حاکم تصحیح احادیث کے معاملہ میں بہت متساہل ہیں،(۳) چنانچہ انہوں نے بہت سی حسن، ضعیف، منکر، بلکہ موضوع احادیث کو بھی صحیح على شرط الشيخين قرار دے کر "مستدرك" میں داخل کر دیا ہے، اس لیے حافظ ذہبیؒ(۴) نے اس کی تلخیص کر کے امام حاکم کی غلطیوں پر متنبہ کیا ہے،(۵) یہ تلخیص حاکم کی "مستدرك" کے ساتھ شائع ہو چکی ہے، جب تک حدیث کے بارے میں وہ صحت کی تصدیق نہ کر دے،

---

(۱) الوسيط في علوم ومصطلح الحديث لمحمد بن محمد أبي شهبة، فوائد مهمة تتعلق بالصحيح، الفائدة الرابعة، ص: ۲۳۹، ونصه: «معنى الاستدراك هو أن يتتبع إمام من الأئمة إماما آخر في أحاديث فاتته ولم يذكرها في كتابه، وهي على شرطه، أخرج عن رواتها في كتابه أو عن مثلهم فيحصي المستدرِك بكسر الراء هذه الأحاديث المتروكة ويذكرها في كتاب يسمى "المستدرَك" بفتح الراء غالبا أو ما في هذا المعنى». (ج)

(۲) الرسالة المستطرفة للكتاني، ص: ۲۳، ونصه: «كتاب الإلزامات لأبي الحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي الدارقطني... وهو أيضا كالمستدرك على الصحيحين جمع فيه ما وجده على شرطهما من الأحاديث وليس بمذكور في كتابيهما وألزمهما ذكره... وكتاب المستدرك عليهما أيضا للحافظ أبي ذر عبد بغير إضافة ابن أحمد». (ر،ز)

(۳) تدريب الراوي للسيوطي، الثانية أول مصنف في الصحيح المجرد صحيح البخاري ۱/۱۰۵، ونصه: «اعتنى الحافظ أبو عبد الله الحاكم في المستدرك بضبط الزائد عليهما مما هو شرطهما أو شرط أحدهما أو صحيح وإن لم يوجد شرط أحدهما... وهو متساهل في التصحيح». (ج)

(۴) آپ کا پورا نام محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز الذهبي ہے، (۶۷۳-۷۴۸ھ = ۱۲۷۴-۱۳۴۸م) محقق، مؤرخ اور حافظ تھے، مختلف فنون میں کتابیں لکھیں، آپ کی تصنیفات میں "سير أعلام النبلاء"، "الكاشف"، "ميزان الاعتدال" وغیرہ شامل ہیں۔ (طبقات الشافعية الكبرى للسبكي، الطبقة السابعة ۹/۱۰۰). (ج)

(۵) سير أعلام النبلاء للذهبي ۱۷/۱۷۵، ونصه: «في المستدرك شيء كثير على شرطهما، وشيء كثير على شرط أحدهما، ولعل مجموع ذلك ثلث الكتاب بل أقل، فإن في كثير من ذلك أحاديث في الظاهر على شرط أحدهما أو كليهما، وفي الباطن لها علل خفية مؤثرة، وقطعة من الكتاب إسنادها صالح وحسن وجيد، وذلك نحو ربعه، وباقي الكتاب مناكير وعجائب، وفي غضون ذلك أحاديث نحو المائة يشهد القلب ببطلانها، كنت قد أفردت منها». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

اُس وقت تک محض حاکمؒ کی تصحیح کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔[۱]

المستخرج:

اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں کسی دوسری کتاب کی احادیث کو اپنی ایسی سند سے روایت کیا گیا ہو، جس میں مصنِّف کا واسطہ نہ آتا ہو،[۲] جیسے: "مستخرج أبي عوانة على صحيح مسلم" جس میں انہوں نے "صحیح مسلم" کی روایات ایسی سند سے روایت کی ہیں، جس میں مصنِّف کا واسطہ نہیں آتا، اسی طرح "مستخرج أبي نعيم على صحيح مسلم"۔[۳]

الجزء:

اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں کسی ایک جزوی مسئلہ سے متعلق تمام احادیث یکجا کردی گئی ہوں،[۴] جیسے: "جزء القراءة للإمام البخاري" و"جزء القراءة للبيهقي" و"جزء رفع اليدين للبخاري" و"جزء الجهر ببسم الله للدار قطني" و"جزء الجهر ببسم الله للخطيب البغدادي" و"كتاب القراءة للبيهقي"۔

آخری دَور میں حضرت شاہ صاحب اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی کتاب "التصريح بما تواتر في نزول المسيح"[۵] اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کی "جزء حجة

---

(۱) تدريب الراوي للسيوطي، النوع الأول الصحيح ۱/ ۱۱۲، ۱۱۳، ونصه: «وقد لخص الذهبي مستدركه، وتعقب كثيرا منه بالضعف والنكارة... قال البدر بن جماعة: والصواب أنه يتتبع ويحكم عليه بما يليق بحاله من الحسن، أو الصحة، أو الضعف، ووافقه العراقي». (ج)

(۲) المصدر السابق ۱/ ۱۱۷، ونصه: «وموضوع المستخرج كما قال العراقي: أن يأتي المصنف إلى الكتاب فيخرج أحاديثه بأسانيد لنفسه من غير طريق صاحب الكتاب، فيجتمع معه في شيخه أو من فوقه». (ج)

(۳) الشذا الفياح لبرهان الدين الأبناسي ۱/ ۹۳، ونصه: «المستخرج على صحيح مسلم لأبي عوانة ولأبي نعيم». (ج)

(۴) شرح شرح نخبة الفكر لملا علي القارئ، الاعتبار، ص: ۳۵۷، ونصه: «(والأجزاء) وهي ما دوّن فيه حديث شخص واحد، أو أحاديث جماعة في مادة واحدة». (ج)

(۵) یہ رسالہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا ہے، جس میں قیامت کی بڑی بڑی نشانیوں کی وضاحت کی گئی ہے اور خصوصاً نزولِ عیسیٰ علیہ السلام اور خروج الدجال وغیرہ کے متعلق پچھتر (۷۵) احادیث اور پچیس (۲۵) آثارِ صحابہ جمع کی گئی ہیں، اس رسالہ کو پہلے مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے شائع کیا تھا، بعد میں شیخ عبد الفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ نے اپنی قیمتی تعلیقات کے ساتھ دوبارہ شائع کیا اور اب "المجلس العلمي کراچی سے "مجموعة رسائل الكشميري" میں طبع ہو چکا ہے۔ (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

الوداع"[۱] بھی اسی قسم میں داخل ہے۔ بعض حضرات نے اس کے ساتھ کتب حدیث کی ایک اور نوع "الرسالة" بھی بیان کی ہے اور اس کی تعریف یہ کی ہے کہ وہ کتابِ حدیث جس میں صرف کسی ایک شیخ کی احادیث جمع کی گئی ہوں، لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ کوئی مستقل نوع نہیں ہے، بلکہ "الجزء" کا مرادف ہے۔[۲]

المشيخة:

اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں صرف کسی ایک یا چند شیوخ کی احادیث جمع کر دی گئی ہوں، جیسے: مشيخة ابن البخاري وعليها ذيل للحافظ المزّي، مشيخة ابن شاذان الكبرى، مشيخة ابن القاري[۳] وذكر الشيخ في لامع الدراري كثيرًا.[۴]

الأفراد والغرائب:

اُن کتبِ حدیث کو کہتے ہیں جس میں کسی ایک شخص کے تفردات کو جمع کیا گیا ہو، "ككتاب الأفراد للدار قطني"۔[۵]

التجريد:

کسی کتابِ حدیث سے سند اور مکررات کو حذف کر کے صرف صحابی کا نام اور حدیث کا متن بیان کر دیا جائے، تو وہ "تجريد" کہلاتی ہے، جیسے: "تجريد البخاري للزبيدي" اور "تجريد المسلم للقرطبي" اور "تجريد الصحيحين" وغیرہ۔

---

(۱) بذل المجهود في حل سنن أبي داود لخليل أحمد السهارنفوري، تقديم الكتاب ۱/۲۳، ونصه: «ووُفّق لتقديم عدة كتب قيمة ومؤلفات عظيمة لتلميذه الأبرّ الأكبر شيخنا العلاّمة محمد زكريا بن محمد يحيى الكاندهلوي السهارنفوري، كـ"مقدمة أوجز المسالك" و"مقدمة لامع الدراري" و"جزء حجة الوداع». (ج)

(۲) كما مرّ آنفًا بإحالة شرح شرح نخبة الفكر. (ج)

(۳) الرسالة المستطرفة للكتاني، كتب المشيخات، ص: ۱۴۰-۱۴۲، ونصه: «ومنها كتب المشيخات: وهي التي تشتمل على ذكر الشيوخ الذين لقيهم المؤلف وأخذ عنهم». (ج)

(۴) الكنز المتواري للشيخ زكريا الكاندهلوي، المقدمة، الفائدة التاسعة في نوعية الكتاب ۱/۲۲۹، ونصه: «والمشيخة جمع روايات شيخ واحد أو شيوخ عديدة». (ج)

(۵) الرسالة المستطرفة للكتاني، كتب الأحاديث، ص: ۱۱۴، ونصه: «ومنها كتب الأحاديث الأفراد... وهو ما تفرد به راويه عن كل أحد من الثقات وغيرهم بأن لم يروه أحد من الرواة مطلقا... ومن الكتب المصنفة فيها: كتاب الأفراد للدار قطني». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

التخریج:

وہ کتاب جس میں کسی دوسری کتاب کی معلق یا بے حوالہ احادیث کی سند اور اس کا حوالہ بیان کیا جائے،[۱] مثلاً: "هداية" میں ساری حدیثیں بلاحوالہ ہیں، ان احادیث کی سند اور حوالہ تلاش کرنے کی غرض سے جو کتابیں لکھی گئیں وہ "هداية" کی تخریج کہلائیں، مثلاً: "نصب الراية في تخريج أحاديث الهداية للزيلعي"[۲] اور حافظ ابنِ حجر کی "الدراية في تخريج أحاديث الهداية"[۳] نیز انہوں نے ہی "التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير"[۴][۵] کے نام سے ایک مفصل کتاب لکھی ہے، جس میں شافعی فقہ کی ایک مشہور کتاب "الرافعي الكبير" کی احادیث کی تخریج کی ہیں، ان کی یہ کتاب احادیثِ احکام کا جامع ترین ذخیرہ سمجھی جاتی ہے، اسی طرح انہی کی کتاب ہے: "الكاف الشاف في تحرير أحاديث الكشاف"[۶] اسی طرح حافظ زین الدین عراقی کی "المغني عن

---

(۱) حصول التفريج للشيخ أحمد بن محمد الغماري، التخريج والإخراج والاستخراج، ص: ۱۳، ونصه: «أما التخريج: فهو عزو الحديث التي تذكر في المصنفات معلقةً غير مسندة، ولا معزوة إلى كتاب، أو كتب مسندة إلخ». (ج)

(۲) یہ عبد اللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی رحمہ اللہ کی کتاب ہے، جو کہ علامہ محمد عوامہ رحمہ اللہ کی تحقیق کے ساتھ چار جلدوں میں مؤسسة الرسالة بیروت سے ۱۴۱۸ھ میں شائع ہو چکی ہے۔ (ج)

(۳) یہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے، جس میں "الهداية" کے احادیث کی تخریج کی گئی ہے، یہ کتاب تحقیق کے ساتھ دو جلدوں میں دار المعرفة بیروت سے شائع ہو چکی ہے۔ (ج)

(۴) یہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی کتاب ہے، امام غزالی رحمہ اللہ نے اصولِ فقہ میں "الوجیز" لکھی، جس کی شرح علامہ رافعی رحمہ اللہ نے "الشرح الكبير" کے نام سے لکھی، اس شرح کے احادیث کی کئی حضرات نے تخریجات لکھیں، تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان تمام تخریجات کی تلخیص لکھی۔ (ج)

(۵) الرسالة المستطرفة للكتاني، ومنها كتب في تخريج الأحاديث الواقعة في كلام إلخ، ص: ۱۸۹، ونصه: «وأحاديث الشرح الكبير للرافعي على وجيز الغزالي في الفقه الشافعي لسراج الدين عمر بن الملقن وهو المسمى: بالبدر المنير في تخريج الأحاديث والآثار الواقعة في الشرح الكبير في سبع مجلدات، ثم لخصه في أربع مجلدات وسماه: خلاصة البدر المنير، ثم انتقاه في جزء وسماه: منتقى خلاصة البدر المنير، وللحافظ ابن حجر وهو المسمى: بالتخليص الحبير في تخريج أحاديث شرح الوجيز الكبير». (ر)

(۶) كشف الظنون لحاجي خليفة، باب الكاف، الكشاف عن حقائق التنزيل ۲/۱۴۷۵، ونصه: «وممن خرج أحاديثه الإمام المحدث، جمال الدين: عبد الله بن يوسف الزيلعي الحنفي... ولخص كتابه الحافظ الكبير شهاب الدين أبو الفضل أحمد بن علي بن حجر في كتاب سماه: (الكاف الشاف في تحرير أحاديث الكشاف) في مجلد، واستدرك عليه في مجلد آخر، ...قال ابن حجر: استوعب ما فيه من الأحاديث المرفوعة، فأكثر =

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

حمل الأسفار في الأسفار فی تخریج ما في الإحیاء من الأخبار" المعروف بہ "تخریج أحادیث الإحیاء" جو کہ بڑی مفید کتاب ہے، اس میں حافظ عراقی نے امام غزالی کی "إحیاء العلوم" کی احادیث کی تخریج کی ہے۔[1]

کتب الجمع:

ان کتابوں کو کہتے ہیں، جن میں ایک سے زائد کتبِ حدیث کی روایتوں کو بحذفِ تکرار جمع کر دیا جائے، اس نوع کی سب سے پہلی کتاب امام حمیدیؒ کی "الجمع بین الصحیحین" ہے، ان کے بعد حافظ رزین بن معاویہؒ نے "تجرید الصحاح والسنن" لکھی، جن میں "صحاح ستہ" کی تمام احادیث کو جمع کیا گیا، البتہ ان کی اصطلاح میں "ابن ماجه" کی بجائے "موطأ إمام مالك"، "صحاح ستہ" میں شامل تھی، اسی لیے انہوں نے اپنی کتاب میں "ابن ماجه" کی بجائے "موطأ امام مالك" کی احادیث کو جمع کیا، ان کے بعد حافظ ابن اثیر جزری رحمہ اللہ[2] نے "جامع الأصول" کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس میں "صحاح ستہ" کی احادیث کو جمع کیا اور حافظ رزین بن معاویہؒ سے جو احادیث چھوٹ گئی تھیں، اُن کو بھی شامل کر لیا، لیکن اُن کی اصطلاح میں بھی "موطأ إمام مالك"، "صحاح ستہ" میں شامل تھی، نہ کہ "ابن

= من تبين طرقها، وتسمية مخرجيها على نمط ما في أحاديث (الهداية)، لكنه فاته كثير من الأحاديث المرفوعة التي يذكرها الزمخشري بطريق الإشارة، ولم يتعرض غالبالشيء من الآثار الموقوفة». (ج)

(۱) المصدر السابق، باب الألف، إحياء علوم الدين ۱/ ۱۰۱، ونصه: «إحياء علوم الدين للإمام حجة الإسلام أبي حامد محمد بن محمد الغزالي الشافعي... وقد صنف الحافظ زين الدين عبد الرحيم بن الحسين العراقي (المتوفى: سنة ۸۰۶ ست وثمانمائة) كتابين في تخريج أحاديثه، أحدهما: كبير، وهو الذي صنفه سنة (۷۵۱ إحدى وخمسين وسبعمائة) وقد تعذر الوقوف فيه على بعض أحاديثه، ثم ظفر كثيرا مما عزب عنه إلى سنة: ستين وسبعمائة، فصنف صغيره المسمى بـ (المغني عن حمل الأسفار بالأسفار) في تخريج ما في (الإحياء) من الأخبار». (ج)

(۲) آپ کا پورا نام عز الدين أبو الحسن علي بن محمد بن عبد الكريم الجزري ہے، (۵۵۵- ۶۳۰ھ = ۱۱۶۰ - ۱۲۳۲م) ان کے اساتذہ میں ابو الفضل عبد اللہ احمد الطوسی اور ابو القاسم یعیش رحمہما اللہ زیادہ مشہور ہیں، ان کی تصانیف میں "أسد الغابة في معرفة الصحابة"، "الكامل في التاريخ" وغیرہ شامل ہیں۔ (تاريخ الإسلام للذهبي ۱۳/ ۹۲۵). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ماجه"،(۱) ان کے بعد علامہ نورالدین ہیثمیؒ (۲) تشریف لائے اور انہوں نے "مجمع الزوائد ومنبع الفوائد" کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی اور اس میں "مسند أحمد"، "مسند بزار"، "مسند أبي يعلى" اور امام طبرانی کی "معاجم ثلاثة" کی اُن زائد احادیث کو یکجا کر دیا، جو "صحاح ستہ" میں نہیں آئیں،(۳) لیکن علامہ ہیثمیؒ کی اصطلاح میں "ابن ماجه"، "صحاح ستہ" میں شامل تھی، نہ کہ "موطأ إمام مالك"، اس لیے انہوں نے "مجمع الزوائد" میں "ابن ماجه" کی احادیث نہیں لیں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ "ابن ماجه" کی احادیث نہ "جامع الأصول" میں جمع ہوسکیں، نہ "تجريد الصحاح والسنن" میں اور نہ ہی "مجمع الزوائد" میں۔

ان کے بعد علامہ محمد بن محمد بن سلیمانؒ نے "جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد" کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس میں ایک طرف تو "جامع الأصول" اور "مجمع الزوائد" کی تمام احادیث کو بحذفِ تکرار جمع کر دیا، نیز "ابن ماجه" جو ان دونوں سے چھوٹ گئی تھی، اُس کی روایات بھی لے لیں، بلکہ اس کے علاوہ "سنن دارمي" کی روایات بھی جمع کر دیں،(۴) اس طرح یہ کتاب چودہ

---

(۱) الرسالة المستطرفه للكتاني، ومنها كتب في الجمع إلخ ۱/۱۴۳، ۱۴۴: «والجمع بينهما أيضا لأبي عبد الله محمد بن أبي نصر ... الحميدي بالتصغير... والجمع بين الأصول الستة أي: الصحاح الثلاثة التي هي للبخاري ومسلم والموطأ والسنن الثلاثة وهي: سنن أبي داود والترمذي والنسائي لأبي الحسن رزين...وهو المسمى: بالتجريد للصحاح والسنن ...والجمع بينها أيضا لأبي السعادات ... المعروف بابن الأثير الجزري ...وهو المسمى جامع الأصول من أحاديث الرسول على وضع كتاب رزين إلا أن فيه زيادات كثيرة عليه في عشرة أجزاء». (ج)

(۲) آپ کا پورا نام علی بن أبي بكر بن سليمان الهيثمي ہے، (۷۳۵-۸۰۷ھ=۱۳۳۴-۱۴۰۴م) علامہ، امام اور محدث تھے، آپ امام زین الدین عراقی رحمہ اللہ کے شاگرد اور داماد ہیں، آپ کی تصنیفات میں "المقصد العلي"، "غاية المقتصد"، "كشف الأستار" وغیرہ شامل ہیں۔ (بهجة الناظرين لمحمد بن أحمد العامري ۱/۲۲۷). (ج)

(۳) مجمع الزوائد للهيثمي، مقدمة المؤلف ۱/۷، ونصه: «فقد كنت جمعت زوائد مسند الإمام أحمد، وأبي يعلى الموصلي، وأبي بكر البزار، ومعاجيم الطبراني الثلاثة». (ج)

(۴) جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد لمحمد بن محمد الروداني المالكي، مقدمة المؤلف ۱/۱۹، ونصه: «فهذا جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد... فاقتضى الجمع أن أضيف إليهما سنن ابن ماجه... فلهذا أفردت زوائده وعزوته إليه، ولما كان اختلاف القوم في سادس الستة أهو ابن ماجه، أو الموطأ، أو مسند الدارمي، راعيت هذا الخلاف فأضفت لذلك أيضا زوائد الدارمي مفردة». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

کتبِ حدیث کا مجموعہ بن گئی، بلاشبہ "جمع الفوائد" اپنے اختصار کے باوجود احادیث کا بڑا جامع مجموعہ ہے، لیکن احقر کا تجربہ یہ ہے کہ اس میں بہت سی احادیث چھوٹ گئی ہیں اور اگر کوئی حدیث اس میں نہ ملے تو یہ سمجھنا غلط ہوگا کہ یہ چودہ کتابوں میں بھی نہیں ہے۔

اب تک "کتب الجمع" کے تحت ہم نے جن کتابوں کو ذکر کیا، ان میں "جمع بین الصحیحین" کے علاوہ کتابیں ابواب کی ترتیب پر لکھی گئی ہیں، (۱) بعض حضرات نے احادیث کو حروفِ تہجی کی ترتیب سے بھی جمع کیا ہے، اس نوع کی سب سے پہلی معلوم کتاب "فردوس الديلمي" ہے، لیکن یہ کتاب نایاب ہے۔ (۲)

اس کے بعد علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے "جمع الجوامع" کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس میں پورے ذخیرۂ احادیث کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے، اس میں انہوں نے قولی احادیث کو حروفِ تہجی کی ترتیب سے جمع کیا ہے اور فعلی احادیث کو صحابۂ کرامؓ کی ترتیب سے۔ (۳)

پھر علامہ سیوطی رحمہ اللہ ہی نے اس کتاب کی تلخیص کی: "الجامع الصغير من حديث البشير النذير صلى الله عليه وسلم"، (۴) اس کتاب میں تمام موجود کتبِ حدیث میں سے قولی احادیث کو حروفِ تہجی کی ترتیب سے جمع کر دیا گیا ہے، (۵) "جمع الجوامع" تو آج کل نایاب

---

(۱) الجمع بين الصحيحين لمحمد بن أبي نصر الحميدي، المقدمة ۱/۷۵، ونصه: «وجمعنا حديث كل صاحب على حدة، ورتبناهم على خمس مراتب: فبدأنا بمسند العشرة، ثم بالمقدمين بعد العشرة، ثم بالمكثرين، ثم بالمقلين، ثم بالنساء». (ج)

(۲) الرسالة المستطرفة للكتاني، كتب ليست على الأبواب ولكنها على المسانيد، ص: ۷۵، ونصه: «كتاب الفردوس لوالده المحدث المؤرخ سيد حفاظ زمانه أبي شجاع شيرويه بن شهردار بن شيرويه بن فناخسرو الديلمي الهمذاني... مرتبة على نحو من عشرين حرفا من حروف المعجم من غير ذكر إسناد». (ج)

(۳) جمع الجوامع للسيوطي، مقدمة المصنف ۱/۴۳، ونصه: «هذا كتاب شريف حافل... وقسمته قسمين: الأول: أسوق فيه لفظ المصطفى بنصه... مرتبا ترتيب اللغة على حروف المعجم، مراعيا أول الكلمة فما بعده... والثاني: الأحاديث الفعلية المحضة، أو المشتملة على قول وفعل أو سبب أو مراجعة أو نحو ذلك مرتبا على مسانيد الصحابة على ما يأتي بيانه في أول القسم الثاني، وقد سميته جمع الجوامع». (ج)

(۴) الرسالة المستطرفة للكتاني، ص: ۱۸۲، ونصه: «والجوامع الثلاثة للسيوطي وهي الصغير ... مجلد وسط». (ج)

(۵) كشف الظنون لحاجي خليفة، باب الجيم ۱/۵۶۰، ونصه: «الجامع الصغير من حديث البشير النذير للشيخ الحافظ جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي... وهو مجلد، لخصه من كتابه جمع الجوامع مرتبا على الحروف». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ہو چکی ہے،(۱) لیکن "الجامع الصغیر" مروّج ہے اور اس میں ہر حدیث کے ساتھ اس کے حوالہ کے علاوہ اس کی اسنادی حیثیت بھی اس طرح متعین کی گئی ہے کہ صحیح کے لئے حرف "صح"، ضعیف کیلئے حرف "ض" اور حسن کے لیے حرف "ح" لکھ دیا گیا ہے، لیکن شیخ عبد الفتاح ابو غدہؒ نے "التعلیقات الحافلة علی الأجوبة الفاضلة" کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ان علامتوں میں بقول علامہ مناویؒ کافی تحریف ہوئی ہے اور ہر جگہ رمز علّامہ سیوطیؒ کا لگایا ہوا نہیں ہے، نیز علامہ مناویؒ "فیض القدیر" میں فرماتے ہیں کہ ان جگہوں پر انہوں نے بذاتِ خود علامہ سیوطیؒ کے خط میں یہ رمز دیکھے ہیں۔(۲)

"الجامع الصغیر" کی متعدد شروح بھی لکھی گئی ہیں، جن میں سے علامہ مناویؒ کی "فیض القدیر" اور علامہ عزیزیؒ(۳) کی "السراج المنیر" مشہور و معروف اور متداول ہیں، ان دونوں میں سے علامہ مناوی تصحیح احادیث کے معاملہ میں زیادہ محتاط ہیں، ان کے برخلاف علامہ عزیزیؒ قدرے متساہل ہیں۔

اس سلسلہ کا سب سے زیادہ قابلِ قدر اور جامع کام علامہ علی المتقیؒ(۴) نے کیا، اُن کی کتاب "کنز العمال في سنن الأقوال والأفعال" جسے بلاشبہ احادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع ترین کتاب کہنا چاہیے، انہوں نے

---

(۱) یہ کتاب دار الکتب العلمیه سے (۲۰۰۱م) میں شیخ خالد عبد الفتاح شبل رحمہ اللہ کی تحقیق کے ساتھ پندرہ (۱۵) جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ (التعليقات المستطرفة لأبي يعلى المغربي ۱۰/۲۱).(ج)

(۲) التعليقات الحافلة على الأجوبة الفاضلة لعبد الفتاح أبي غدة، ص:۱۲۷، ۱۲۸، ونصه: «ولذا لا ينبغي أن يوثق بهذه الرموز، قال المناوي رحمه الله تعالى: وأما ما يوجد في بعض النسخ من الرمز إلى الصحيح والحسن والضعيف بصورة رأس "صاد وحاء وضاد" فلا ينبغي الوثوق به لغلبة تحريف النساخ على أنه وقع له ذلك في بعض دون بعض كما رأيته بخطه... وقد أفاد كلام المناوي هذا أن الرموز التي يراها الناظر في الجامع الصغير عقب بعض الأحاديث رمز الصحتها أو حسنها أو ضعفها لا يجوز الاعتماد عليها بذاتها خاصة».(ر)

(۳) آپ کا پورا نام علي بن أحمد بن محمد العزيزي البولاقي الشافعي ہے، (۰۰۰-۱۰۷۰ھ=۰۰۰-۱۶۶۰م) آپ عزیزیہ مصر میں پیدا ہوئے، آپ فقیہ اور محدث تھے، آپ کی تصانیف میں سے ایک مشہور تصنیف "السراج المنیر" ہے، جو تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ (خلاصة الأثر للمحبي الحموي ۳/۲۰۱).(ج)

(۴) آپ کا پورا نام علي بن عبد الملك الشهير بـ المتقي ہے، (۸۸۸-۹۷۵ھ=۱۴۸۳-۱۵۶۷م) فقیہ اور رجال حدیث میں سے ہیں، آپ ہندوستان کے رہنے والے تھے، لیکن بعد میں حجاز منتقل ہوئے، آپ کی تصانیف میں "کنز العمال"، "منهج العمال"، "المواهب العلية فی الجمع بين الحكم القرآنية الحديثية" اور "جوامع الكلم" مشہور ہیں۔ (الأعلام للزركلي ۴/۳۰۹)(ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

اپنی اس کتاب کو علامہ سیوطیؒ کی "جمع الجوامع" کے خلاصے "الجامع الصغير وزوائده" پر مبنی کیا ہے، یعنی پہلے ہر باب کی وہ قولی احادیث جمع کیں، جو "الجامع الصغير وزوائده" میں موجود تھیں، اس کے بعد وہ قولی احادیث جمع کیں، جو علامہ سیوطیؒ سے چھوٹ گئی تھیں اور اُن کا نام "الإكمال لمنهج العمال" رکھا، پھر "الجامع الصغير وزوائده" کی فعلی احادیث کو جو صحابۂ کرامؓ کی ترتیب پر مرتب تھیں، ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا اور اس مجموعہ کا نام "كنز العمال" ہے، اس میں ہر حدیث کے ساتھ اس کے مأخذ کا حوالہ رموز میں دیا ہے، جیسے "بخاري" کے لیے "خ" اور "مستدرك حاكم" کے لیے "ك" وغیرہ، علامہ علی المتقیؒ نے اپنی اس کتاب میں تقریباً تیس کتبِ حدیث کو جمع کردیا ہے، اس طرح یہ کتاب کسی حدیث کی تحقیق کے لیے بے نظیر رہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔[۱]

الفهارس:

وہ کتبِ حدیث جن میں ایک یا زائد کتابوں کی احادیث کی فہرست جمع کردی گئی ہو، تاکہ حدیث کا نکالنا آسان ہو،[۲] مثلاً: علامہ زاہد الکوثری کے ایک شاگرد نے "فهارس البخاري" کے نام سے ایک بڑی مفید کتاب لکھی ہے، جس کے ذریعہ "بخاري" سے حدیث نکالنا بہت آسان ہوگیا ہے،[۳] اس سلسلہ کا ایک جامع اور مفید کام اللہ تعالیٰ نے مستشرقین کی ایک جماعت سے لیا، جس میں "ڈاکٹر وینسنک"

---

(۱) كنز العمال للمتقي الهندي، المقدمة ۱/ ۳، ۴ ونصه: «فيقول أحقر عباد الله علي بن حسام الدين الشهير عند الناس بالمتقي: لما رأيت كتابي الجامع الصغير وزوائده، تأليفي شيخ الإسلام جلال الدين السيوطي عامله الله بلطفه محصنا من قسم الأقوال من جامعه الكبير وهو مرتب على الحروف، جمعت بينهما مبوبا ذلك على الأبواب الفقهية... وأذكر أولا أحاديث منهج العمال... فصار ذلك كتابا واحدا مميزا فيه ماسبق بحيث أن من أراد تحصيل قسم الأقوال أو الأفعال منفردا أو تحصيلهما مجتمعين أمكنه ذلك، وسميته: كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال». (ج)

(۲) علم فهرسة الحديث ليوسف عبد الرحمن المرعشلي، الفصل الخامس أشهر فهارس الأحاديث، ص: ۵۹، ونصه: «تنوعت مناهج المفهرسين في كتبهم على أنواع: فمنهم من وضع كتابه على الأطراف إلخ». (ج)

(۳) فهارس البخاري للشيخ رضوان محمد رضوان، مقدمة الكتاب، قبل صفحة (و)، ونصه: «قال المؤلف بعد الخطبه وهذه ثروة ولا شك يصعب على الباحث معها المرتقى إلى فنن تلك الأحاديث والآثار... فرأيت مساهمة في الخير ومعاونة عليه أن أزف إلى قراء ذلك الجامع النفيس الممتع فهارس أسهل عليهم الوصول إلى تلك الأحاديث والآثار». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

(Dr.Wensink)[1] کی سربراہی میں سات ضخیم جلدوں پر مشتمل ایک مفصل کتاب مرتب کی ہے، جس کا نام ہے "المعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوي" جس میں انہوں نے "صحاحِ ستہ"، "موطأ إمام مالك"، "سنن دارمي" اور "مسند أحمد" کی احادیث کی فہرست مرتب کی ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ حروفِ تہجی کے حساب سے انہوں نے ہر لفظ کے تحت یہ بیان کیا ہے کہ یہ لفظ کون کون سی حدیث میں آیا ہے اور وہ حدیث کہاں کہاں مذکور ہے، البتہ اس کتاب میں یہ لوگ احادیث کے استیعاب پر قادر نہیں ہوسکے، بلکہ اس میں بہت سی احادیث چھوٹ گئی ہیں، پھر اسی کتاب کی ایک تلخیص ''وینسنک'' ہی نے "مفتاح كنوز السنة" کے نام سے شائع کی ہے، جو مختصر ہونے کی وجہ سے انتہائی مفید ہے اور ہر طالبِ علم کے لیے ناگزیر ہے۔[2]

الأطراف:

وہ کتبِ حدیث جن میں احادیث کے بنیادی الفاظ ذکر کیے گئے ہوں، جن سے پوری حدیث کو پہچانا جاسکے اور آخر میں اس حدیث کا حوالہ ذکر کردیا گیا ہو کہ فلاں فلاں کتبِ حدیث سے یہ احادیث لی گئی ہیں، اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بسا اوقات ایک شخص کو کسی حدیث کے اول یا آخر الفاظ تو یاد ہوتے ہیں، لیکن نہ پوری حدیث ذہن میں ہوتی ہے اور نہ اُس کی اسنادی حیثیت کا علم ہوتا ہے، ایسے مواقع پر اطراف کی کتب بے حد کام دیتی ہیں۔

اس موضوع پر سب سے پہلے ابومسعود الدمشقیؒ اور ابومحمد خلف بن محمدؒ وغیرہ نے "أطراف الصحيحين"

---

(۱) پورا نام ارندجان وینسنک (Amd Jan Wensink) ہے، (۱۲۹۹-۱۳۵۸ھ=۱۸۸۲-۱۹۳۹م) مستشرقین میں سے تھے، جامعہ لیڈن میں وفات تک عربی کا مدرّس رہے، اسلام اور مسلمانوں سے متعلق انگریزی میں مختلف کتابیں لکھیں، جن میں "المعجم المفهرس لألفاظ الحديث" وغیرہ شامل ہے۔ (الأعلام للزركلي ۱/۲۸۹).(ج)

(۲) فائدہ: "الأعلام للزركلي" اور دیگر ذرائع تحقیق سے "مفتاح كنوز السنة" اور "المعجم المفهرس" سے متعلق جو بات سامنے آتی ہے یہ ہے کہ وینسنک نے چودہ (۱۴) مختلف کتابوں کا ایک معجم تیار کیا، جو (۱۹۲۷) میں لندن سے شائع ہوا، جس کا عربی میں ترجمہ "شیخ فواد عبد الباقي" نے (۱۹۴۱) میں کیا اور اس کا نام "مفتاح كنوز السنة" رکھا، آخری عمر میں وینسنک نے "المعجم المفهرس لألفاظ الحديث" پر کام شروع کیا اور ابھی صرف اس کی ایک ہی جلد منظرِ عام پر آگئی تھی کہ وینسنک کا انتقال ہوگیا، پھر اس کام کو دوسرے مستشرقین نے آگے بڑھایا یہاں تک کہ (۱۹۶۹) میں اس کی ساتویں جلد منظرِ عام پر آگئی۔ (الأعلام للزركلي ۱/۲۸۹)(ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

پر کام کیا۔(۱)

ان کے بعد محمد بن طاہر مقدسیؒ نے "أطراف الکتب الستّة" تحریر فرمائی،(۲) آج کل اس نوع کی سب سے زیادہ متداول کتاب حافظ مزّیؒ کی "تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف" ہے، "الفهارس" کے ذیل میں بیان کردہ "المعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوي" جس کی تبویب حروف ہجا پر کی گئی ہے اور "مفتاح كنوز السنة" جو انگریزی سے عربی میں مترجم ہے اور اس کی تبویب موضوعات کے اعتبار سے کی گئی ہے، بھی اسی نوع کے تحت آتی ہیں۔

الأربعينات:

جمع "الأربعين" بمعنی "چہل حدیث" ان کتابوں کو کہتے ہیں، جن میں چالیس حدیثیں کسی ایک باب اور موضوع کی یا ابوابِ مختلفہ کی جمع کی گئی ہوں،(۳) "والمصنفات في ذلك مما لا تعدّ ولا تحصى"، چنانچہ بے شمار محدثین نے "أربعين" لکھی ہیں اور اُن کا مقصدِ تالیف امام بیہقی کی اس حدیث پر عمل کرنا ہے، جو کہ انہوں نے "شعب الإيمان" میں حضرت ابوالدرداءؓ سے مرفوعاً نقل کی ہے:

قال: سئل رسول الله ﷺ: ما حد العلم الذي إذا بلغه الرجل كان فقيها؟ فقال رسول الله ﷺ: «من حفظ على أمتي أربعين حديثا في أمر دينها بعثه الله فقيها وكنت له يوم القيامة شافعًا وشهيدًا».

یہ حدیث عوام الناس میں بہت مشہور ہوگئی، لیکن امام بیہقیؒ کا قول ہے کہ "هذا متن مشهور في ما

(۱) الرسالة المستطرفة للكتاني، كتب الأطراف، ص: ۱٦۷، ونصه: «فمنها كتب الأطراف وهي: التي يقتصر فيها على ذكر طرف الحديث الدال على بقيته مع الجمع لأسانيده، إما على سبيل الاستيعاب، أو على جهة التقيد بكتب مخصوصة ... كأطراف الصحيحين لأبي مسعود إبراهيم بن محمد بن عبيد الدمشقي الحافظ المتوفى: سنة إحدى وأربعمائة، ولأبي محمد خلف بن محمد بن علي بن حمدون الواسطي». وكذا في كشف الظنون لحاجي خليفة، أطراف الصحيحين ۱/۸۱. (ج)

(۲) كشف الظنون لحاجي خليفة، باب أطراف الكتب الستة ۱/۸۱، ونصه: «أطراف الكتب الستة للشيخ شمس الدين محمد بن طاهر المقدسي». (ج)

(۳) المصدر السابق، باب الألف ۱/۱۲۹، ونصه: «كتب الأربعينات، في الحديث، وغيره ... وقد صنف العلماء: في هذا الباب ما لا يحصى من المصنفات، واختلفت مقاصدهم في: تأليفها، وجمعها، وترتيبها». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

بين الناس وليس له إسناد صحيح"۔[۱]

چنانچہ امام نوویؒ اپنی "أربعين" کے شروع میں اس حدیث کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: "اتفق الحفاظ على أنه حديث ضعيف وإن كثرت طرقه" چنانچہ یہ حدیث سنداً ضعیف ہے، البتہ تعددِ طرق اور کثرتِ اسانید کی وجہ سے اس کو حسن لغیرہ کہا جاسکتا ہے،[۲] اسی بناء پر امت کے بہت سے علماء اور محدثین نے اس پر عمل کیا ہے اور "أربعينات" لکھی ہیں، ہمارے علم میں سب سے پہلی "أربعين" عبداللہ بن مبارکؒ نے لکھی، پھر محمد بن اسلم طوسیؒ نے، بعد میں بے شمار اہلِ علم نے مختلف موضوعات پر "أربعينات" مرتب کیں، مثلاً: امام دارقطنی، حاکم، ابونعیم، ابوعبدالرحمن سلمی اور ابوبکر بیہقی وغیرہ۔[۳]

الموضوعات:

یعنی وہ کتابیں، جن میں احادیثِ موضوعہ کو جمع کردیا گیا ہو یا متہم بالوضع احادیث کی تحقیق کی گئی ہو،[۴] شروع میں کتبِ موضوعہ اس انداز پر لکھی جاتی تھیں کہ ضعیف راویوں کا تذکرہ کیا جاتا تھا اور ان کے احادیث کی تحقیق کی جاتی تھی جن میں سے کچھ قابل استدلال بھی ہوتیں اور اُن سے جو موضوع یا ضعیف احادیث مروی ہیں، اُن کی نشاندہی کی جاتی تھی، حافظ ابنِ عدی کی "الكامل" اور عقیلی کی "الضعفاء" اسی طرح کی ہیں۔[۵]

بعد میں موضوعات کا طریقہ یہ ہوگیا کہ موضوع یا متہم بالوضع احادیث کو ابواب کی ترتیب سے یا حروفِ

---

(۱) شعب الإيمان للبيهقي، فصل في فضل العلم وشرف مقداره، رقم: ۱۵۹۷، ۱۵۹۸. (ر، ت)

(۲) الأربعون النووية للنووي، مقدمة المؤلف، ص: ۳۸، ونصه: «واتفق الحفاظ على أنه حديث ضعيف وإن كثرت طرقه». (ج)

(۳) المصدر السابق، ص: ۳۹، ۴۰، «وقد صنف العلماء رضي الله تعالى عنهم في هذا الباب ما لا يحصى من المصنفات. فأول من علمته صنف فيه: عبد الله بن المبارك، ثم محمد بن أسلم الطوسي... والدارقطني، والحاكم، وأبو نعيم، وأبو عبد الرحمن السلمي، ... وأبو بكر البيهقي، وخلائق لا يحصون من المتقدمين والمتأخرين». (ج)

(۴) السنة ومكانتها في التشريع الإسلامي للسباعي، الباب الأول، ص: ۱۲۱، ونصه: «ثم تتبع العلماء الأحاديث الموضوعة فأفردوها بالجمع والتأليف تنبيها للعامة حتى لا يغتروا بها». (ج)

(۵) المصدر السابق، الباب الأول، الفصل الرابع، ثالثا علم الجرح والتعديل، ص: ۱۱۱، ونصه: «ومنها ما أفرد للضعفاء فقط، وممن ألف فيهم البخاري والنسائي وابن حبان والدارقطني والعقيلي وابن الجوزي وابن عدي، وكتابه الكامل في الضعفاء أو في الكتب في ذلك، وقد ذكر فيه كل من تكلم فيه وإن كان من رجال». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

تہجی کی ترتیب سے ذکر کر کے یہ بتایا جاتا ہے کہ ان کو کس نے روایت کیا ہے اور اس میں سنداً کیا نقص ہے، اس موضوع پر زیادہ مشہور علامہ ابن الجوزیؒ(۱) کی دو کتابیں ہیں: ایک "العلل المتناهية في الأحاديث الواهية" اور دوسری "الموضوعات الكبرى"، ان میں سے دوسری کتاب آج بھی دستیاب ہے، لیکن اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ علامہ ابن الجوزیؒ احادیث پر وضع کا حکم لگانے میں نہایت متشدد ہیں اور انہوں نے بہت سی صحیح احادیث کو بھی موضوع قرار دے دیا ہے، اس لیے بعد کے محقق علماء نے ان کی کتابوں پر تنقیدیں لکھیں، چنانچہ حافظ ابنِ حجرؒ نے اُن کی تردید میں "القول المسدد في الذب عن مسند أحمد" میں اُن کی بہت اچھی تردید کی ہے، اس کتاب میں حافظؒ نے "مسند أحمد" کی ان احادیث کی تحقیق کی ہے جنہیں ابن الجوزیؒ نے موضوع قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ جن احادیث پر ابن الجوزیؒ نے موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے، اُن میں سے ایک حدیث "صحيح مسلم" میں بھی موجود ہے (۲) اور ایک حدیث "بخاري" کے "حماد بن شاكر" والے نسخہ میں بھی ہے (۳) اور ایسی احادیث تو بہت سی ہیں، جو امام بخاری نے تعلیقاً روایت کی ہیں اور ابن الجوزیؒ نے انہیں موضوع قرار دے دیا ہے، پھر علامہ سیوطیؒ نے ابن الجوزی

---

(۱) آپ کا پورا نام أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد ہے، (۵۰۹-۵۹۷ھ=۱۱۱۶-۱۲۰۰م) شیخ الاسلام، امام، حافظ، مفسر، محدث، فقیہ اور مؤرخ ہیں، آپ کے اساتذہ میں ابو القاسم بن حصین، علی بن عبد الواحد الدینوری، ابو منصور بن خیرون رحمہم اللہ شامل ہیں، آپ کے شاگردوں میں موفق الدین ابن قدامہ اور محب الدین ابن النجار رحمہما اللہ شامل ہیں۔ آپ نے تقریباً دو سو پچاس (۲۵۰) کتابیں لکھیں، جن میں "زاد المسير"، "جامع المسانيد"، "الموضوعات"، "الضعفاء"، "الناسخ والمنسوخ" اور "غريب الحديث" مشہور ہیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۳۶۵/۲۱). (ج)

(۲) صحيح مسلم، كتاب صفة النار، باب أهل الجنة وأهل النار، رقم: ۷۲۹۸، ونصه: «عن عبد الله بن رافع، مولى أم سلمة، قال: سمعت أبا هريرة، يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول: إن طالت بك مدة إلخ، وفي الموضوعات لابن الجوزي، كتاب الأحكام السلطانية، رقم: ۱۵۴۴، ونصه: «عن عبد الله بن رافع، قال: سمعت أبا هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن طالت بك مدة إلخ»، وفي القول المسدد لابن حجر العسقلاني، الحديث الثالث، ص: ۳۱، ونصه: «عن عبد الله بن رافع سمعت أبا هريرة يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن طالت بك مدة... وهذا الحديث أخرجه مسلم». (ج)

(۳) ملاحظہ: صحیح بخاری کی جس حدیث سے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس کو موضوع قرار دیا ہے، بظاہر درست معلوم نہیں ہوتا: کیونکہ سب سے پہلے دیلمی رحمہ اللہ نے "مسند الفردوس" میں "كيف بك يا ابن عمر إذا عمرت بين قوم يخبئون رزق سنتهم" کی نسبت بخاری کی طرف کی تھی، عراقی رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ روایت مشہورہ میں تو یہ حدیث نہیں، لیکن حافظ مزی رحمہ اللہ نے اسے بروایت حماد بن شاکر قرار دیا ہے، شیخ محمد عوامہ رحمہ اللہ نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا کلام بھی نقل =

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

کی موضوعات پر ایک مفصّل تنقید لکھی، جس کا نام "النکت البدیعات علی الموضوعات" رکھا، بعد میں اس کی تلخیص کی اور اس میں کچھ اضافے کیے جو "اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة" کے نام سے معروف ہے، جو کئی جلدوں میں شائع ہو چکی ہے، لیکن علامہ سیوطی حدیث کے معاملہ میں قدرے متساہل ہیں، اس لیے بعض ضعیف یا منکر احادیث کو بھی صحیح قرار دے دیتے ہیں، علامہ ابن الجوزیؒ کے بعد حافظ صغانی کی موضوعات بھی بہت مقبول ہوئیں، (۱) علامہ ابن الجوزیؒ اور سیوطیؒ کے بعد بہت سے حضرات نے موضوعات پر کتابیں لکھیں، جن میں ملّا علی قاری کی "الموضوعات الکبیر" نہایت مقبول ومعروف ہے، آخری دَور میں قاضی شوکانیؒ کی "الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة للكتاني" اور علامہ محمد بن طاہر پٹنی کی "تذکرة الموضوعات" مختصر مگر مفید کتابیں ہیں۔

اس نوع کا جامع ترین کام علامہ ابنِ عراقؒ نے انجام دیا، انہوں نے اپنی کتاب "تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشنيعة الموضوعة" میں علامہ ابنِ جوزیؒ اور علامہ سیوطیؒ کی بیان کردہ احادیث میں سے صرف اُن احادیث کو جمع کیا ہے جو فی الواقع موضوع ہیں۔ (۲) نیز انہوں نے ہر حدیث کی

= کیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی واضح کیا ہے کہ "بخاری" کی حدیث نمبر (۶۴۸۰) "یا عبدالله بن عمر و کیف بك إذا بقيت في حثالة من الناس" اور ابن الجوزی رحمہ اللہ کی ذکر دہ حدیث کے ابتدائی ٹکڑے کے باہمی تشارک کی وجہ سے علامہ دیلمی اور حافظ عراقی رحمہما اللہ کو وہم ہوا ہے اور "بخاری" کے کسی بھی نسخے سے مروی کسی حدیث پر ابن الجوزی رحمہ اللہ نے وضع کا حکم نہیں لگایا، دیکھیے:
تدريب الراوي للسيوطي، النوع الحادي والعشرون، الموضوع ۳/ ۴۵۴، ونصه: «ومنها ما هو في صحيح البخاري رواية حماد بن شاكر، وهو حديث ابن عمر: "كيف يا ابن عمر إذا عمرت بين قوم يخبئون رزق سنتهم" هذا الحديث أورده الديلمي في مسند الفردوس وعزاه للبخاري، وذكر سنده إلى ابن عمر ورأيت بخط العراقي أنه ليس في الرواية المشهورة وأن المزي ذكر أنه في رواية حماد بن شاكر، فهذا حديث ثان من أحاديث الصحيحين». حاشية تدريب الراوي للشيخ عوامة ۳/ ۴۵۴، ونصه: «وعلى هذا فيكون الحكم على حديث البخاري هذا بأنه موضوع سهوة من الحافظين، الديلمي أو لا ثم العراقي، وأن الصواب الذي لا شك فيه أن حديث البخاري صحيح وأن ابن الجوزي بريء من هذا الحكم إلخ». (ج)

(۱) الرسالة المستطرفة للكتاني، فصل في ذكر كتب الموضوعات ۸/ ۳۴، ونصه: «ومما بعثني إليه أنه اشتهر في البلدان موضوعات الصغاني وغيره وظني أن أمامهم كتاب ابن الجوزي». (ج)

(۲) تنزيه الشريعة المرفوعة لابن عراق، مقدمة المؤلف ۱/ ۳، ونصه: «معرفة الأحاديث الموضوعة على سيد المرسلين لتتقى، وللإمام الحافظ أبي الفرج ابن الجوزي فيها كتاب جامع... وقد اعتني... السيوطي بكتاب ابن الجوزي... وهذا كتاب لخصت فيه هذه المؤلفات». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

خوب تحقیق کی ہے، اس طرح اُن کی کتاب جامع ترین بھی ہے اور محقق ترین بھی، جو بسا اوقات پچھلی تمام کتابوں سے مستغنی کر دیتی ہے۔

كتب الأحاديث المشتهرة:

یعنی وہ کتابیں جن میں اُن احادیث کی تحقیق کی گئی ہو، جو عام طور سے مشہور اور زباں زد ہوتی ہیں، لیکن اُن کی سند کا علم عام طور سے نہیں ہوتا، (۱) اس موضوع پر سب سے پہلے علامہ زرکشیؒ نے "التذكرة في الأحاديث المشتهرة" کے نام سے ایک کتاب لکھی، ان کے بعد حافظ ابنِ حجرؒ نے "اللآلي المنثورة في الأحاديث المشهورة" لکھی، بعد میں علامہ سیوطیؒ کی "الدرر المنتثرة في الأحاديث المشتهرة" اور علّامہ ابنِ درویشؒ کی "أسنى المطالب في أحاديث مختلفة المراتب" (۲) بھی اپنے اختصار کے باوجود کافی مشہور ہوئیں، لیکن اس نوع کی کتابوں میں سب سے زیادہ مشہور اور متداول کتاب حافظ شمس الدین سخاویؒ کی "المقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة" ہے، جسے اُنہوں نے حروفِ تہجی کی ترتیب پر مرتب کیا ہے اور ہر حدیث کی خوب تحقیق کی ہے۔

غريب الحديث:

یعنی وہ کتابیں جن میں احادیث میں وارد ہونے والے کلمات کی لغوی و اصطلاحی تحقیق و تشریح کی گئی ہو، اس موضوع پر سب سے پہلی کتاب امام نضر بن شمیل اور ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ کی ہے، بعد میں امام اصمعی اور علامہ ابنِ قتیبہ دینوریؒ نے بھی اس موضوع پر قلم اُٹھایا، اس کے بعد علامہ خطابیؒ (۳) نے اُن سب کو جمع کر دیا،

---

(۱) الرسالة المستطرفة للكتاني، ص: ۱۹۲، ونصه: «ومنها كتب في الأحاديث المشهورة على الألسنة كالمقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة للحافظ شمس الدين أبي الخير محمد بن عبد الرحمن السخاوي... والتذكرة في الأحاديث المشتهرة لبدر الدين الزركشي إلخ». (ج)

(۲) یہ علامہ محمد بن درویش ابو عبدالرحمٰن الحوت الشافعی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: ۱۲۷۷ھ) کی کتاب ہے، اس میں مختلف احادیث کی تخریج اور ان پر کلام کیا گیا ہے، مصطفیٰ عبد القادر عطاء رحمہ اللہ کی تحقیق کے ساتھ ۱۴۱۸ھ میں دار الکتب العلمیہ سے چھپ چکی ہے۔ (الرسالة المستطرفة للكتاني، ص: ۱۹۲). (ج)

(۳) آپ کا پورا نام أبو سليمان حمد بن محمد بن إبراهيم الخطاب ہے، (۳۱۹-۳۸۸ھ = ۹۳۱-۹۹۸م) فقیہ، ادیب اور محدث تھے، آپ کے اساتذہ میں ابو علی الصفار، ابو جعفر الرزاز رحمہما اللہ شامل ہیں، جب کہ حاکم ابو عبداللہ نیسابوری اور عبدالغفار الفارسی رحمہما اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ کی تصانیف میں "غريب الحديث"، "معالم السنن" اور "إعلام السنن" مشہور ہیں۔ (وفيات الأعيان لابن خلكان ۲/۲۱۴). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

لیکن اس موضوع پر سب سے پہلی جامع اور مفصل کتاب امام ابوعبیدہ قاسم بن سلامؒ کی "غریب الحدیث" ہے جو حیدرآباد دکن سے شائع ہو چکی ہے، البتہ اس سے کسی لفظ کے معنی تلاش کرنا بہت مشکل ہے؛ کیونکہ اس میں حروفِ تہجی کی ترتیب کا کوئی لحاظ نہیں ہے۔ (۱)

اس کے بعد علّامہ زمخشریؒ (۲) نے "الفائق" کے نام سے ایک کتاب لکھی جو حُسنِ ترتیب کے لحاظ سے سابقہ تمام کتابوں پر فائق ہے، لیکن اس نوع کا سب سے زیادہ جامع کام علامہ مجد الدین ابن اثیر الجزریؒ نے کیا، جن کی کتاب "النهاية في غريب الحديث والأثر" نہایت جامع بھی ہے اور مرتّب بھی، اس کو انہوں نے حروفِ تہجی کی ترتیب پر مرتب کیا ہے، اسی لیے اس موضوع پر اس کا فائدہ عام ہوا اور وہ مأخذ میں شمار ہوئی، اس موضوع پر اور بھی بہت سی مفید کتابیں لکھی گئی ہیں، جیسے: عبدالغافر فارسیؒ کی "مجمع الغرائب" اور قاسم سرقسطیؒ کی "غریب الحدیث" وغیرہم۔

آخری دَور میں علّامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ نے "مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار" تالیف فرمائی، جو اس نوع کی مقبول، مستند اور متداول کتاب ہے، علامہ انور شاہ کشمیریؒ (۳) اس کتاب کو غریب الحدیث کی تمام کتابوں پر فوقیت دیا کرتے تھے، جس کی وجہ یہ تھی کہ اس کتاب میں صرف

---

(۱) إرشاد طلاب الحقائق للنووي، النوع الثاني والثلاثون: معرفة غريب الحديث ۲/ ۵۵۰، ونصه: «غريب الحديث: هو عبارة عما وقع في متون الأحاديث من الألفاظ الغامضة البعيدة من الفهم، لقلة استعمالها... وقد أكثر العلماء من التصنيف فيه قال الحاكم: أول من صنف فيه النضر بن شميل، وقال غيره: أولهم أبو عبيدة معمر بن المثنى، وكتاباهما صغيران، ثم صنف بعدهما أبو عبيد القاسم بن سلام كتابه المشهور القدوة في هذا الشأن... ثم تتبع ما فاتهما أبو سليمان الخطابي، فوضع فيه كتابه المشهور، فهذه الثلاثة هي أمهات ما ألف فيه إلخ». (ج)

(۲) آپ کا پورا نام أبو القاسم محمد بن عمر وجار الله الزمخشري ہے، (۴۶۷-۵۳۸ھ=۱۰۷۵-۱۱۴۴م) مفسر، ادیب، مناظر، فقیہ اور شاعر تھے، آپ معتزلی عقائد کے حامل تھے، آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں، جن میں "الكشاف عن غوامض التنزيل" بہت مشہور ہوئی۔ (الفوائد البهية في تراجم الحنفية لعبد الحي اللكنوي ۱/ ۲۰۹). (ج)

(۳) آپ کا پورا نام محمد أنور شاہ بن معظم شاہ الکشمیري ہے، (۱۲۹۲-۱۳۵۲ھ=۱۸۷۵-۱۹۳۴م) فقیہ، محدث اور مجتہد ہیں، آپ تقویٰ، حفاظت نظر اور قوی حافظہ میں شہرت رکھتے تھے، آپ کے اساتذہ میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ مشہور ہیں، آپ کے رسمی افادات میں "فيض الباري"، "العرف الشذي" اور تصانیف میں "إكفار الملحدين" اور "خاتم النبيين" وغیرہ شامل ہیں۔ (نفحة العنبر للبنوری، خصائصه البارعة، ص: ۲۷۳) (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

الفاظ ہی کی تشریح نہیں کی گئی، بلکہ ہر لفظ جن احادیث میں آیا ہے، اُن احادیث کی بھی مختصر اور ملخص تشریح اس میں موجود ہے اور حضرت شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اس کے مؤلف نے الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے کتبِ لغت کی تمام شروحِ حدیث کو بھی سامنے رکھا ہے۔

مشكل الحديث:

اس نوع کو "شرح الآثار" اور "مختلف الحدیث" بھی کہتے ہیں اور اس سے مراد وہ کتبِ حدیث ہیں جن میں متعارض احادیث کی تطبیق اور مشکل المراد احادیث کے محمل کی تعیین کی گئی ہو، اس میں کوئی خاص ترتیب نہیں ہوتی، بلکہ مؤلف کیف ما اتفق احادیث کو ذکر کر کے ان کی تشریح کرتا ہے، اس نوع کی بھی بہت سی کتب لکھی گئی ہیں، کہا جاتا ہے کہ اس نوع میں سب سے پہلے مصنف امام شافعی رحمہ اللہ ہیں، جنہوں نے اپنی کتاب "الأم" کے بعض حصوں میں یہی کام کیا ہے،[1] لیکن با قاعدہ طور پر اس موضوع پر سب سے پہلے امام ابنِ جریج[2] نے قلم اُٹھایا، نیز ابو محمد بن قتیبہؒ اور امام ابن عبد البرؒ نے بھی کتابیں لکھیں، مگر یہ سب کتابیں نایاب ہیں، موجودہ دَور میں اس موضوع پر دو کتابیں معروف ومتداول ہیں، ایک امام ابوجعفر طحاویؒ کی "مشکل الآثار" جو چار جلدوں میں ہے، دوسری علامہ ابوبکر ابن فورکؒ کی "مشکل الحدیث"، یہ دونوں کتابیں حیدر آباد دکن سے شائع ہو چکی ہیں۔

أسبابُ الحديث:

حدیث میں ان کی وہی حیثیت ہے، جو تفسیر میں اسبابُ النزول کی ہے، یعنی اس میں قولی احادیث کا

---

(۱) الباعث الحثيث لابن كثير، النوع السادس والثلاثون، ص: ۱۷۴، ونصه: «معرفة مختلف الحديث وقد صنف فيه الشافعي فصلا طويلا من كتابه "الأم" نحوًا من مجلد، وكذلك ابن قتيبة، له فيه مجلد مفيد، وفيه ما هو غث، وذلك بحسب ما عنده من العلم والتعارض بين الحديثين قد يكون بحيث لا يمكن الجمع بينهما بوجه، كالناسخ والمنسوخ، فيصار إلى الناسخ ويترك المنسوخ، وقد يكون بحيث يمكن الجمع، ولكن لا يظهر لبعض المجتهدين، فيتوقف حتى يظهر له وجه الترجيح بنوع من أقسامه، أو يهجم فيفتي بواحد منهما، أو يفتي بهذا في وقت». (ج)

(۲) آپ کا پورا نام عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج ہے، (۸۰-۱۵۰ھ=۶۹۹-۷۶۷م) مشہور محدث، حافظ الحدیث اور فقیہ ہیں، آپ نے عطاء بن ابی رباح اور نافع مولیٰ ابن عمر رحمہما اللہ سے روایات لی ہیں، امام اوزاعی اور لیث رحمہما اللہ نے آپ سے روایات لی ہیں۔ (سیر أعلام النبلاء للذهبي ۶/۳۲۵). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

سببِ ورود بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سا ارشاد کن حالات میں ارشاد فرمایا،[۱] اس نوع میں بہت کم کتابیں لکھی گئیں، اس میں سب سے پہلی تصنیف امام ابوحفص العکبریؒ کی ہے، اُن کے بعد ابوحامد بن کوتاہ[۲] اور علامہ سیوطیؒ نے بھی اس موضوع پر قلم اُٹھایا ہے،[۳] ہمارے دَور میں اس نوع کی صرف ایک کتاب باقی رہ گئی ہے، جس کا نام "البيان والتعريف في أسباب الحديث الشريف" ہے اور وہ علامہ إبراهيم بن محمد الشهير بابن حمزة الحسيني الدمشقي الحنفي کی تالیف ہے، جو شائع ہوچکی ہے۔[۴]

الترتيب:

یعنی وہ کتاب جس میں کسی دوسری غیر مرتب کتاب کی احادیث کو کسی خاص ترتیب سے جمع کردیا گیا ہو، مثلاً: "ترتيب مسند أحمد على الحروف لابن كثير[۵] اور ترتيب مسند أحمد على الحروف لابن المحب"۔[۶] اسی طرح آخری دَور میں علامہ البناء الساعاتیؒ نے "مسند أحمد" کو "الفتح الرباني" کے نام

---

(۱) ألفية السيوطي في علم الحديث للسيوطي، أسباب الحديث، ص: ۱۰۵، ونصه: «أسباب الحديث: أول من قد ألف الجوباري... فالعكبري في سبب الآثار... كما في سبب القرآن... مبين للفقه والمعاني». (ج)

(۲) تدريب الراوي للسيوطي، النوع التاسع والثمانون ۲/ ۹۲۸، ونصه: «معرفة أسباب الحديث: هذا النوع ذكره البلقيني في محاسن الاصطلاح، وشيخ الإسلام في النخبة، وصنف فيه أبو حفص العكبري، وأبو حامد بن كوتاه الجوباري، قال الذهبي: ولم يسبق إلى ذلك»، وفي تاريخ الإسلام للذهبي، الطبقة التاسعة والخمسون ۱۲/ ۶۶۳، ونصه: «محمد بن أبي مسعود عبد الجليل بن محمد بن عبد الواحد أبو حامد كوتاه الأصبهاني والد أبي بكر محمد... محدث حافظ مصنف، له كتاب "أسباب الحديث"... لم يسبق إلى مثله». (ج)

(۳) كشف الظنون لحاجي خليفة، باب الألف ۱/ ۶۴۱، ونصه: «أسباب الحديث للشيخ جلال الدين السيوطي». (ج)

(۴) إيضاح المكنون لإسماعيل باشا، باب الباء الموحدة ۳/ ۲۰۶، ونصه: «البيان والتعريف في أسباب الحديث الشريف للسيد إبراهيم بن محمد بن كمال الدين بن محمد بن حسين ابن حمزة الحسيني الحنفي الدمشقي المتوفى سنة (۱۱۲۰ھ) في مجلد ضخم». (ج)

(۵) طبقات الحفاظ للسيوطي، الطبقة الثانية والعشرون، ص: ۵۳۴، ونصه: «ابن كثير الإمام المحدث... ورتب مسند أحمد على الحروف». (ح)

(۶) الرسالة المستطرفة للكتاني، كتاب الأئمة الأربعة، ص: ۱۹، ونصه: «ومسند الإمام الأوحد محي السنة أبي عبد الله أحمد المروزي... ورتبه على حروف المعجم في أسماء المقلين الحافظ أبو بكر بن المحب». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

سے ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔[۱]

الزوائد:

یعنی وہ کتاب جس میں کسی دوسری کتاب کی صرف وہ احادیث جمع کردی گئی ہوں، جو حدیث کی دوسری متعین کتابوں میں موجود نہ ہوں، مثلاً: علامہ نورالدین ہیثمی رحمہ اللہ کی "موارد الظمآن إلی زوائد ابنِ حبان" جس میں "صحیح ابن حبان" کی صرف وہ احادیث جمع کی گئی ہیں، جو "صحیحین" میں موجود نہیں ہیں،[۲] اسی طرح "زوائد ابنِ حبان علی الصحیحین للحافظ مغلطائي"۔[۳]

بعض مرتبہ زوائد کا لفظ "مستدرك" کے مرادف سمجھا جاتا ہے،[۴] چنانچہ "زوائد مسند أحمد لعبد الله بن أحمد" اسی معنی میں ہے۔

العِلَل:

یعنی وہ کتبِ حدیث جن میں ایسی احادیث ذکر کی گئی ہوں، جن کی سند یا متن پر کلام ہو، جیسے: "کتاب العلل للبخاري" و "کتاب العلل لمسلم و کتاب العلل الصغیر و الکبیر للترمذي"[۵] اسی

---

(۱) التعليقات المستظرفة لأبي يعلى المغربي، كتب الأئمة الأربعة ۳/ ۴۱، ونصه: «ورتبه أيضا على الأبواب... محمد بن عبد الرحمن البنا الساعاتي، سماه: الفتح الرباني لترتيب مسند الإمام أحمد بن حنبل الشيباني». (ج)

(۲) الرسالة المستطرفة للكتاني، كتب الزوائد، ص: ۱۷۰، ونصه: «منها كتب الزوائد أي: الأحاديث التي يزيد بها بعض كتب الحديث على بعض آخر معين... وزوائد صحيح ابن حبان على الصحيحين لنور الدين الهيثمي أيضا وسماها موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان». (ج)

(۳) كشف الظنون لحاجي خليفة، مغلطائي التركي ۶/ ۲۶۷، ونصه: «الحافظ علاء الدين مغلطائي... قال السيوطي في حسن المحاضرة له مائة مصنف منها... زوائد ابن حبان على الصحيحين». (ج)

(۴) الأعلام للزركلي، حرف العين، عبد الله بن أحمد ۴/ ۶۵، ونصه: «عبد الله بن أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني ...له "الزوائد" على كتاب الزهد لأبيه، و"زوائد المسند" زاد به على مسند أبيه نحو عشرة آلاف حديث». (ج)

(۵) الرسالة المستطرفة للكتاني، ومنها كتب في العلل، ص: ۱۴۷، ونصه: «ومنها كتب في العلل أي علل الأحاديث جمع علة وهي عبارة عن سبب غامض خفي قادح في الحديث مع أن الظاهر السلامة منه: ككتاب العلل للبخاري ولمسلم وللترمذي». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

طرح امام دارقطنیؒ (۱) اور امام ابن ابی حاتمؒ (۲) کی ''کتاب العلل'' بھی معروف ہیں۔

الأمالي:

پہلے زمانہ میں تدریس کا طریقہ یہ تھا کہ استاذ اپنی یاد کی ہوئی حدیثیں شاگردوں کو املاء کراتا تھا، اس طرح شاگردوں کے پاس جو مجموعہ تیار ہوتا تھا، اُسے شیخ کی ''أمالي'' کہتے تھے، چنانچہ حافظ ابنِ حجرؒ کی ''أمالي'' مشہور ہیں، (۳) جب طباعت کا رواج عام ہوگیا تو احادیث کی تدریس کے لیے املاء کی ضرورت باقی نہ رہی، لیکن احادیث کی تشریح اور اس کے متعلقات جو اُستاذ بطورِ تقریر بیان کرتا ہے، اُسے قلم بند کرنے کا دستور اب تک جاری ہے اور آج کل ان ہی تقاریر کو ''أمالي'' کہتے ہیں۔

اس نوع کی بہت سی تقاریر شائع ہوچکی ہیں جن میں مفصل ترین کتاب ''فیض الباري'' ہے، جو ''صحیح البخاري'' پر علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی تقاریر کا مجموعہ ہے، جسے حضرت مولانا بدرِ عالم میرٹھیؒ نے مرتب فرمایا ہے، اسی طرح علامہ کشمیریؒ ہی کی تقریر ترمذی ہے جو ''العرف الشذي'' (۴) کے نام سے شائع ہوچکی ہے، اسی طرح ''الکوکب الدري'' ترمذی پر حضرت گنگوہیؒ (۵) کی ''أمالي'' ہیں اور ''لامع

---

(۱) آپ کا پورا نام أبو الحسن علي بن عمر بن أحمد الدار قطني ہے، (۳۰۶-۳۸۵ھ=۹۱۸-۹۹۵م) آپ امام، حافظ الحدیث اور فقیہ ہیں، آپ اپنے زمانے کے کبار علماء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کی تصنیفات میں ''السنن''، ''المختلف و المؤتلف'' اور ''الضعفاء'' شامل ہیں۔ (وفیات الأعیان لابن خلکان ۲۹۷/۳).(ج)

(۲) آپ کا پورا نام عبدالرحمن بن محمد ابن أبي حاتم الرازي ہے، (۲۴۰-۳۲۷ھ=۸۵۴-۹۳۸م) آپ حافظ، صاحب تصانیف اور جرح وتعدیل کے امام تھے، آپ نے اپنے والد اور امام ابو زرعہ رحمہ اللہ سے فیض حاصل کیا، آپ کی تصنیفات میں ''الجرح والتعدیل''، ''العلل'' اور ''تفسیر القرآن'' مشہور ہیں۔ (طبقات الشافعیة لابن کثیر ۲۵۴/۱).(ج)

(۳) کشف الظنون لحاجي خلیفة، باب الألف ۱۶۰/۱، ونصه: «الأمالي هو جمع الإملاء وهو: أن يقعد عالم، وحوله تلامذته بالمحابر والقراطيس، فيتكلم العالم بما فتح الله سبحانه وتعالى عليه من العلم، ويكتبه التلامذة فيصير كتابا، ويسمونه: الإملاء، والأمالي... أمالي ابن حجر: أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، الحافظ».(ج)

(۴) یہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ترمذی ہے، جسے ان کے شاگرد مولانا چراغ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دورانِ درس ضبط کیا ہے اور ''سنن ترمذی'' کے پاکستانی نسخوں کے حاشیہ میں چھپ چکی ہے اور یہ پانچ جلدوں میں شیخ محمود شاکر کی تحقیق کے ساتھ ''دار التراث العربي بیروت'' سے ۱۴۲۵ھ میں شائع ہوچکی ہے۔ (ج)

(۵) آپ کا پورا نام رشید أحمد بن هدایت أحمد أنصاري الکنکوهي ہے، (۱۲۴۴-۱۳۲۳ھ=۱۸۲۹-۱۹۰۵م) ہندوستان کے معروف عالم دین اور محدث تھے، آپ کا سلسلہ نسب ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، آپ کے

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

الدراري" "بخاری" پر انہی کی "أمالي" ہیں، جسے حضرت مولانا محمد یحییٰ سہارنپوریؒ نے مرتب فرمایا ہے، جس پر حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کی تعلیقات بھی ہیں۔

التراجم:

ان کتبِ حدیث کو کہتے ہیں، جن میں ایک طریقِ سند کی تمام احادیث ایک باب میں یکجا کردی گئی ہوں، مثلاً: اس میں باب اس طرح قائم کیا جاتا ہے: (۱) "ذكر ما روى مالك عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنه" اور اس کے تحت وہ تمام احادیث نقل کی جاتی ہیں جو اس سند سے مروی ہیں، اسی نوع میں وہ کتابیں بھی داخل ہیں جو "من روى عن أبيه عن جَدّه" کہلاتی ہیں۔

الثلاثیات:

یعنی وہ کتبِ احادیث جن میں صرف وہ حدیثیں ذکر کی گئی ہوں جو مصنف رحمۃ اللہ علیہ کو صرف تین واسطوں سے پہنچیں، یعنی جن کی سند میں مصنف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کُل تین واسطے ہوں، جیسے: "ثلاثيات البخاري"، "ثلاثيات الدارمي"، "ثلاثيات عبد بن حميد" وغیرہ۔ (۲)

الوحدان:

یعنی اُن راویوں کی احادیث کا مجموعہ، جن سے صرف ایک ایک حدیث مروی ہے۔ (۳)

= خلفاء میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا عبدالرحیم رائے پوری رحمہم اللہ زیادہ مشہور ہیں، آپ کے افادات "الكوكب الدري"، "لامع الدراري" اور "فتاویٰ رشدیہ" کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔ (الأعلام للزركلي ۲۶/۳، ونزهة الخواطر لعبد الحي الحسني ۱۲۳۱/۸). (ج)

(۱) النكت على مقدمة ابن الصلاح للزركشي، النوع الثاني ۳۴۵/۱، ۳۴۶، ونصه: «والفرق بين الأبواب والتراجم أن التراجم شرطها أن يقول المصنف ذكر ما روي عن أبي بكر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم يترجم هذا المسند فيقول ذكر ما روى قيس بن أبي حازم عن أبي بكر صحيحا كان أو سقيما». (ج)

(۲) كشف الظنون لحاجي خليفة، باب الثاء المثلثة ۵۲۲/۱، ونصه: «ثلاثيات البخاري وهو الإمام أبو عبد الله: محمد بن إسماعيل الجعفي، الحافظ... والمراد به ما اتصل إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، من الحديث بثلاثة رواة... ثلاثيات الدارمي وهو الإمام الحافظ أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن السمرقندي... ثلاثيات عبد بن حميد الكنشي». (ج)

(۳) اليواقيت والدرر لعبد الرؤوف المناوي، الجهالة بالراوي ۱۳۴/۲، ونصه: «وقد صنفوا فيه الوحدان وهو من لم يرو عنه إلا واحد». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

شروح الحديث:

یعنی وہ کتابیں جن میں کسی حدیث کی کتاب کی شرح کی گئی ہو، مثلاً: "فتح الباري"، "عمدة القاري" وغیرہ۔(۱)

الأذكار:

یہ وہ کتبِ حدیث ہیں، جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول دعائیں جمع کی گئی ہوں، جیسے: امام نوویؒ کی "کتاب الأذكار" اور علامہ ابن الجزری(۲) کی "الحصن الحصین من کلام سید المرسلین"۔

الترغيب والترهيب:

یہ وہ کتبِ حدیث ہیں، جن میں صرف ترغیب وترہیب کی احادیث جمع کی گئی ہوں،(۳) اس میں سب سے زیادہ جامع کتاب حافظ منذریؒ(۴) کی "الترغیب والترھیب" ہے۔

كتب المَصاحف:

اُن کتابوں کو کہتے ہیں، جن میں قرآنِ کریم کی جمع وترتیب، اختلافِ قراءات اور اختلافِ نُسخ وغیرہ کی

---

(۱) الرسالة المستطرفة للكتاني، كتب من التفاسير والشروح الحديثية، ص: ۱۹۵، ونصه: «ومنها كتب من التفاسير والشروح الحديثية، لأهلها حفظ للحديث ومعرفة به واعتناء بشأنه وإكثار فيما يتعلق به... ككتاب الاستذكار في شرح مذاهب علماء الأمصار مما رسمه مالك في موطئه من الراي، والآثار للحافظ أبي عمر بن عبد البر، وكفتح الباري للحافظ ابن حجر، وعمدة القاري لبدر الدين قاضي القضاة أبي محمد وأبي الثناء محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين العيني». (ج)

(۲) آپ کا پورا نام أبو الخير محمد بن محمد شمس الدين الجزري ہے، (۷۵۱-۸۳۳ھ=۱۳۵۰-۱۴۲۹م) آپ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اور علامہ بلقینی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، آپ کی مشہور کتاب "الحصن الحصین" ہے۔ (الشقائق النعمانية لزاش زاده، ص:۲۸). (ج)

(۳) الرسالة المستطرفة للكتاني، كتب مفردة في الآداب، ص: ۵۰، ونصه: «منها كتب مفردة في الآداب والأخلاق والترغيب والترهيب والفضائل ونحو ذلك ككتاب ذم الغيبة إلخ». (ج)

(۴) آپ کا پورا نام عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ ہے، (۵۸۱-۶۵۶ھ=۱۱۸۵-۱۲۵۸م) حدیث ولغت عربی کے عالم اور حافظ ومؤرخ ہیں، آپ موفق الدین ابن قدامہ رحمہ اللہ کے شاگرد اور حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ کے استاد ہیں، آپ کی تصانیف میں "الترغیب والترھیب"، "شرح التنبیہ" اور "مختصر سنن أبي داود" شامل ہیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبی ۲۲/۳۱۹). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

روایات موجود ہوتی ہیں، مثلاً: ابنِ عامر کی "کتاب المصاحف"، اس کے علاوہ بہت سے لوگوں نے "کتاب المصاحف" کے نام سے کتابیں لکھی ہیں، جن میں "کتاب المصاحف لابن أشتہ"، "کتاب المصاحف لابن أبي داود"، "کتاب المصاحف لابن الأنباري" زیادہ مشہور ہیں،(۱) لیکن آج اُن میں سے صرف ایک کتاب موجود ہے اور وہ ہے: "کتاب المصاحف لابن أبي داود"، جو امام ابوداؤد صاحب السنن کے صاحبزادے کی تالیف ہے اور کچھ عرصہ پہلے اسے ایک انگریز مستشرق نے شائع کیا ہے۔

المسلسلات:

اُن کتابوں کو کہا جاتا ہے جن میں ایسی احادیث ذکر کی جائیں، جن کی روایت میں تمام راوی کسی ایک صفت یا خاص لفظ یا خاص فعل پر متفق ہو گئے ہوں، مثلاً: کسی حدیث کے تمام راوی فقیہ ہوں یا محدث ہوں، یا اس کے ہر راوی نے روایتِ حدیث کے وقت کوئی خاص کام کیا ہو، مثلاً: ہر راوی نے روایت کے وقت مصافحہ کیا ہو، وغیرہ إنتہی۔(۲)

---

(۱) الرسالة المستطرفة للكتاني، كتب في المصاحف، ص: ۷۹، ونصه: «منها كتب في المصاحف والقرآت فيها أيضا أحاديث وآثار بأسانيد، ككتاب المصاحف لابن أبي داود ولأبي بكر محمد بن القاسم بن محمد بن بشار الأنباري». (ج)

(۲) المصدر السابق، كتب في الأحاديث المسلسلة، ص: ۸۱، ونصه: «منها كتب في الأحاديث المسلسلة وهي التي تتابع رجال إسنادها على صفة أو حالة كالمسلسل بالأولية إلخ». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

طبقات کتب الحدیث باعتبار الصحة:

حدیث کے طالب علم کے لیے یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ حدیث کی کون سی کتاب صحت کے اعتبار سے کیا درجہ رکھتی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے ایک شاگرد کو ایک مکتوب لکھا، جو کہ ایک مختصر رسالہ کی حیثیت رکھتا ہے، جس کا نام "ما یجب حفظه للناظر" ہے، اس میں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے کتبِ حدیث کو پانچ طبقات پر منقسم کیا ہے، ہم یہاں ان پانچ طبقات کے بارے میں چند ضروری معلومات پیش کرتے ہیں:

پہلا طبقہ: صحاح مجردہ:

پہلا طبقہ اُن کتبِ حدیث کا ہے، جن کے مصنّفین نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ ان کی کتاب میں تمام احادیث صحیح کی شرائط پر پوری اُترتی ہوں، ایسی کتابوں کو "صحاح مجردة" کہتے ہیں، چنانچہ اس طبقہ کی کتابوں میں ہر حدیث کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ اس کے مؤلف کے نزدیک صحیح ہے۔

اس طبقہ میں مندرجہ ذیل کتابوں کو شامل کیا جاتا ہے:

صحيح البخاري، صحيح مسلم، موطأ إمام مالك، مستدرك حاكم، صحيح ابن حبان،صحيح ابن خزيمة، المنتقى لأبي محمد عبد الله بن الجارود، المختارة لضياء الدين المقدسي، صحيح ابن السكن، صحيح أبي عوانة.(۱)

---

(۱) رسالة ما يجب حفظه للناظر للشاه عبدالعزيز الدهلوي، ص: ۱، ونصه: «في ما يجب حفظه للناظر في هذا الكتاب وأمثاله: أن يعرف مراتب التي صنفت لجميع الأحاديث النبوية، على مصدرها أفضل السلام والتحية، وهي على مراتب خمسة: أحدها: الكتب المجردة للصحاح فلا يوجد فيها ما يحكم عليه بالضعف؛ فضلا عن الوضع، مثل: الموطأ، وصحيح البخاري، وصحيح مسلم، وصحيح ابن حبان، والحاكم، والمختارة للضياء المقدسي، وصحيح ابن خزيمة، وأبي عوانة، وصحيح ابن السكن، والمنتقى لابن الجارود»، وكذا في لامع الدراري للشيخ زكريا الكاندهلوي، المقدمة، الفائدة التاسعة ۱/۲۱۲.(ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

البتہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ان کتابوں کو صحاحِ مجردہ میں شمار کرنا اس اعتبار سے ہے کہ ان کے مؤلفین نے صرف وہ احادیث لی ہیں، جو اُن کے اپنے زعم میں صحیح تھیں، لیکن نفس الأمر میں اُن کا صحیح ہونا ضروری نہیں، جہاں تک "صحیحین" اور "موطأ" کا تعلق ہے، اُن کے بارے میں اتفاق ہے کہ ان کی تمام احادیث نفس الأمر میں بھی صحیح ہیں، صرف چند علما مثلاً امام دارقطنی نے اس سے اختلاف کیا ہے اور اپنی کتاب "التتبع علی الصحیحین" میں "صحیحین" کی بہت سی احادیث پر تنقید کر کے انہیں غیر صحیح ثابت کیا ہے۔(۱)

لیکن حافظ ابنِ حجرؒ نے "هدي الساري مقدمة فتح الباري" میں "صحيح البخاري" کی ان تمام احادیث کو ذکر کیا ہے، جو امام دارقطنی نے اعتراض کے لیے منتخب کی تھیں اور پھر اُن تمام اعتراضات کے جوابات دینے کی کوشش کی ہے،(۲) چنانچہ ان کے بعد کے تمام علماء "صحیحین" کی ہر حدیث کی صحت پر متفق ہیں۔

"مستدرک حاکم":

مستدرک حاکم کو بھی صحاح مجردہ میں شامل کیا گیا ہے لیکن اس کے بارے میں یہ کہنا درست ہے کہ وہ نفس الأمر میں صحیح مجرد نہیں ہے، چنانچہ تقریباً تمام اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ حقیقت میں "مستدرك حاكم" تیسرے طبقہ سے تعلق رکھتی ہے؛ کیونکہ امام حاکم تصحیح أحادیث کے معاملہ میں بہت متساہل ہیں اور انہوں نے نہ صرف ضعیف اور منکر بلکہ موضوع احادیث تک کو صحیح قرار دے دیا ہے،(۳) جہاں تک اس کو پہلے طبقہ میں شمار کرنے کا تعلق ہے، وہ صرف اس وجہ سے ہے کہ اس کے مصنف نے اپنے زعم کے مطابق تمام حدیثیں "بخاري" یا "مسلم" کی شرائط کے مطابق صحیح جمع کی ہیں، اگرچہ وہ اپنی اس کوشش میں قطعاً کامیاب نہیں ہو سکے، چنانچہ امامِ حاکم کا تساہل اس قدر مشہور و معروف ہے کہ ابو سعد المالینی رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہ کہہ دیا کہ

---

(۱)عمدة القاري للعيني، مقدمة ۱/۸، ونصه: «وقد طعن الدارقطني في كتابه المسمى بالاستدراكات والتتبع على البخاري ومسلم في مائتي حديث فيهما ولأبي مسعود الدمشقي عليهما استدراك وكذا لأبي علي الغساني في تقييده»، وكذا في الإلزامات والتتبع للدارقطني، كتاب التتبع، ص:۲۱۴.(ج)

(۲)هدي الساري لابن حجر العسقلاني، الفصل الثامن، ص: ۳۴۶، ونصه: «الفصل الثامن في سياق الأحاديث التي انتقدها عليه حافظ عصره أبو الحسن الدارقطني وغيره من النقاد، وإيرادها حديثا حديثا على سياق الكتاب وسياق ما حضر من الجواب عن ذلك».(ج)

(۳)الباعث الحثيث لابن كثير، النوع الأول، الزيادات على الصحيحين، ص: ۲۹، ونصه: «وقد تكلم الشيخ أبو عمرو بن الصلاح على الحاكم... "قلت": في هذا الكتاب أنواع من الحديث كثيرة... وفيه الحسن والضعيف والموضوع أيضاً».(ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

"مستدرك" میں ایک حدیث بھی صحیح نہیں،(۱) لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس میں بہت سی احادیث صحیح ہیں۔

چنانچہ حافظ شمس الدین ذہبیؒ جو حاکم کے سب سے بڑے نقاد ہیں، اُن کا قول علامہ سیوطیؒ نے "تدریب الراوي" میں یہ نقل کیا ہے کہ:

"مستدرك حاكم" کی تقریباً نصف احادیث تو بے شک "بخاري" یا "مسلم" کی شرائط پر پوری اُترتی ہیں اور ایک رُبع ایسی ہیں جن کے رجال قابلِ استدلال ہیں، لیکن ان میں کوئی علت پائی جاتی ہے، باقی ایک چوتھائی حصہ انتہائی ضعیف، منکر اور موضوع احادیث پر مشتمل ہے۔(۲)

حافظ ذہبیؒ نے "مستدرك" کی تلخیص میں جو "مستدرك" کے ساتھ چھپی ہوئی ہے، مستدرک حاکم کی اکثر احادیث پر تبصرہ فرمایا ہے۔

امامِ حاکم کے تساہل کے اسباب:

پھر علماء میں یہ بات زیرِ بحث رہی ہے کہ امامِ حاکم جیسے حافظِ حدیث سے ایسا تساہل کیوں سرزد ہوا؟ اس کی بہت سی وجوہ بیان کی گئی ہیں:

بعض حضرات نے اُن پر تشیّع کا الزام لگایا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں۔ بعض نے کہا کہ روافض کے ساتھ اختلاط کی وجہ سے انہیں بہت سی احادیث کے ضعف کا احساس نہ ہو سکا۔(۳)

لیکن اس سوال کا سب سے بہترین اور فاضلانہ جواب حافظ جمال الدین زیلعیؒ(۴) نے "نصب

---

(۱)سير أعلام النبلاء للذهبي، الطبقة الثانية والعشرون ۱۷/۱۷۵، ونصه:«وسمعت المظفر بن حمزة بجرجان، سمعت أبا سعد الماليني يقول: طالعت كتاب (المستدرك على الشيخين) الذى صنفه الحاكم من أوله إلى آخره فلم أر فيه حديثا على شرطها». (ج)

(۲)تدريب الراوي للسيوطي، أنواع الحديث، مظان معرفة الزيادة على الصحيح ۱/ ۱۱۲ ونصه: «وقد لخص الذهبي مستدركه، وتعقب كثيرا منه بالضعف والنكارة». (ر،ز)

(۳)فيض الباري للكشميري، مقدمة، تحقيق كون الحديث على شرط البخاري ۱/ ۳۲، ونصه: «وقال بعضهم: إنه ليس فيه حديث صحيح، وتوهم بعضهم أن فيه إلحاقا من الروافض إلخ». (ر،ت)

(۴) آپ کا پورا نام عبدالله بن یوسف بن محمد جمال الدین الزیلعي ہے، (۰۰۰ - ۷۶۲ھ = ۰۰۰ - ۱۳۶۰م) امام اور محدث تھے، آپ علامہ فخر الدین زیلعی رحمہ اللہ صاحب "تبیین الحقائق" کے شاگرد ہیں، آپ کی مشہور تصنیف "نصب الراية" ہے، جس میں ہدایہ کی احادیث کی تخریج کی گئی ہے۔ (الفوئد البهية لعبد الحي اللكنوي، ص: ۲۳۰). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

الرایة‘‘ میں جہرِ بسملہ کی بحث کے تحت ابن عبد الہادیؒ سے نقل کر کے دیا ہے، اس کلام کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تساہل کے متعدد اسباب معلوم ہوتے ہیں:

(۱) حاکمؒ کے تساہل کا پہلا سبب یہ ہے کہ امامِ بخاری اور امامِ مسلم بعض اوقات کسی متکلّم فیہ راوی کی روایت بھی نقل کرتے ہیں، لیکن اس وقت جب کہ اس کے بہت سے متابعات اور شواہد بھی موجود ہوں، مثلاً: ابواُویس متکلم فیہ ہے، لیکن امامِ مسلم نے ان کی حدیث ”قسمت الصلاة بيني وبين عبدي نصفين“(۱) نقل کی ہے، وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث دوسرے قوی راویوں، مثلاً: امام مالک، شعبہ اور ابنِ عیینہ وغیرہ سے بھی مروی ہے، ایسے مواقع پر حاکم صرف یہ دیکھتے ہیں کہ ابواُویس ”مسلم“ کے راوی ہیں اور اُن کی وہ احادیث بھی نقل کر دیتے ہیں جن کی متابعات موجود نہیں، اس کے باوجود یہ کہتے ہیں: ”هذا صحيح على شرط مسلم“۔(۲)

(۲) بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک راوی کی احادیث ایک شیخ سے قوی اور صحیح ہوتی ہیں، لیکن دوسرے شیخ سے قوی نہیں ہوتیں، ایسے مواقع پر بخاری و مسلم اس کی صرف وہ احادیث لیتے ہیں جو پہلے شیخ سے مروی ہیں، مثلاً: بخاری و مسلم دونوں نے خالد بن مخلد القطوانیؒ کی وہ احادیث روایت کی ہیں، جو سلیمان بن بلال سے مروی ہیں، حاکم نے صرف خالد بن مخلدؒ کا نام دیکھا اور ان کو شیخین کا راوی سمجھ کر ان کی ہر حدیث کو ”صحیح علی شرط الشیخین“ کہہ دیا، حالانکہ دوسرے شیوخ سے اُن کی روایات اس درجہ کی نہیں تھیں، جس درجہ کی سلیمان بن بلالؒ سے تھیں، چنانچہ اگر کوئی شخص کسی اور روایت میں خالد بن مخلد عن عبد اللہ بن المثنی دیکھ کر یہ سمجھے کہ خالدؒ اور عبد اللہؒ دونوں ”بخاري“ کے راوی ہیں، لہٰذا یہ حدیث بھی ”صحيح على شرط البخاري“ ہے، تو یہ انتہائی غلط ہوگا؛ کیونکہ خالد بن مخلدؒ کی روایات عبد اللہ بن المثنیٰ سے مقبول نہیں۔

(۳) بعض اوقات امام مسلم کسی ضعیف راوی کو ثقہ راوی کے ساتھ ملا کر ذکر کر دیتے ہیں، مثلاً: امامِ مسلم

---

(۱) صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة إلخ، قبيل الرقم: ۳۹۴.(ر)

(۲) نصب الراية للزيلعي، باب صفة الصلاة ۱/۳۴۱، ونصه: «ومجرد الكلام في الرجل لا يسقط حديثه، ولو اعتبرنا ذلك لذهب معظم السنة، إذ لم يسلم من كلام الناس إلا من عصمه الله، بل خرج في الصحيح لخلق ممن تكلم فيهم... ولكن صاحبا الصحيح رحمهما الله إذا أخرجا لمن تكلم فيه، فإنهم ينتقون من حديثه ما توبع عليه، وظهرت شواهده، وعلم أن له أصلا، ولا يروون ما تفرد به، سيما إذا خالفه الثقات كما أخرج مسلم لأبي أويس حديث قسمت الصلاة بيني وبين عبدي؛ لأنه لم يتفرد به».(ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

نے عبداللہ بن لہیعہ (۱) کو عمرو بن الحارثؒ کے ساتھ ملا کر ذکر کر دیا، یعنی "عن عمرو بن الحارث وعبد الله بن لهيعة" اس کا مطلب عبداللہ بن لہیعہ کی توثیق نہیں، بلکہ دراصل انہوں نے روایت کا مدار عمرو بن الحارث پر رکھا ہے اور عبداللہ بن لہیعہ کو ضمناً ذکر کر دیا ہے، اب اگر کوئی شخص اس بناء پر ابنِ لہیعہ کو "مسلم" کا راوی قرار دے کر اس کی ہر حدیث کو "صحيح على شرط مسلم" کہے تو یہ بدترین تساہل ہوگا۔

(۴) حاکمؒ کے تساہل کا ایک اور سبب یہ بھی ہے کہ امامِ حاکمؒ ایک سند کے بعض راویوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ "بخاري" کے راوی ہیں اور دوسرے بعض کو دیکھتے ہیں کہ وہ "مسلم" کے راوی ہیں، تو اس سند کو "صحيح على شرط الشيخين" قرار دے دیتے ہیں، حالانکہ یہ درست نہیں ہوتا۔

(۵) ایک سبب یہ ہے کہ امامِ حاکم بعض اوقات ایک سند کے اکثر راویوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ "صحيحين" کے راوی ہیں، لیکن ان میں سے کوئی ایک یا دو راوی ضعیف ہوتے ہیں، ان کے ضعف پر اُن کی نگاہ نہیں جاتی۔ (۲)

(٦) حاکم کے تساہل کا تیسرا سبب یہ ہے کہ بعض اوقات ایک راوی کی احادیث ایک مخصوص زمانہ تک صحیح ومقبول ہوتی ہیں اور اس کے بعد کی روایات ضعیف ومردود، امامِ بخاری ایسے مواقع پر اس بات کا اہتمام کرتے

---

(۱) آپ کا پورا نام عبد الله بن لهيعة بن عقبة المصري ہے، (۹۷- ۱۷۴ھ= ۷۱۵- ۷۹۰م) آپ محدث اور قاضی تھے، آپ نے عطاء بن ابی رباح اور عکرمہ رحمہما اللہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایات لی ہیں اور سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک رحمہما اللہ نے آپ سے روایات لی ہیں۔ (مغاني الأخيار للعيني، حرف العين المهملة ۲/ ۱۲۴). (ج)

(۲) نصب الراية للزيلعي، باب صفة الصلاة ۱/ ۳۴۲، ونصه: «ومن أكثرهم تساهلا الحاكم أبو عبد الله في كتابه المستدرك. فإنه يقول: هذا حديث على شرط الشيخين، أو أحدهما... (۱) بل الحاكم كثيرا ما يجيء إلى حديث لم يخرج لغالب رواية في الصحيح كحديث روي عن عكرمة عن ابن عباس، فيقول فيه: هذا حديث على شرط البخاري يعني لكون البخاري أخرج لعكرمة، وهذا أيضا تساهل، (۲) وكثيرا ما يخرج حديثا بعض رجاله للبخاري، وبعضهم لمسلم، فيقول: هذا على شرط الشيخين، وهذا أيضا تساهل، (۳) وربما جاء إلى حديث فيه رجل قد أخرج له صاحبا الصحيح عن شيخ معين لضبطه حديثه وخصوصيته به، ولم يخرجا حديثه عن غيره لضعفه فيه، أو لعدم ضبطه حديثه، أو لكونه غير مشهور بالرواية عنه، أو لغير ذلك، فيخرجه هو عن غير ذلك الشيخ، ثم يقول: هذا على شرط الشيخين، أو البخاري. أو مسلم، وهذا أيضا تساهل، لأن صاحبي الصحيح لم يحتجا به إلا في شيخ معين، لا في غيره، فلا يكون على شرطهما، وهذا كما أخرج البخاري ومسلم حديث خالد بن مخلد القطواني عن سليمان بن بلال وغيره، ولم يخرجا حديثه عن عبد الله بن المثنى، فإن خالدا غير معروف بالرواية عن ابن المثنى، فإذا قال قائل في حديث يرويه خالد بن مخلد عن ابن المثنى: هذا على شرط البخاري ومسلم كان متساهلا إلخ» (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ہیں کہ ایسے راوی کے صرف پہلے دَور کی روایات لی جائیں، مثلاً: مروان بن الحکم کے بارے میں علماء رجال کے مختلف اقوال ہیں، لیکن اُن کے بارے میں قولِ فیصل یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے ان کے مناقشات سے پہلے پہلے کی ان کی روایات مقبول ہیں اور بعد کی مردود، امام بخاریؒ نے ان سے مناقشات سے پہلے کی روایات نقل کی ہیں، بعد کی نہیں اب اگر کوئی شخص صرف مروان بن الحکم کا نام دیکھ کر یہ سمجھ بیٹھے کہ یہ "بخاري" کے راوی ہیں، لہٰذا ان کی ہر حدیث صحیح ہے تو یہ غلط ہوگا، امامِ حاکم کو اس قسم کے مغالطات بھی لگے ہوئے ہیں۔ (۱)

علّامہ کتانیؒ مغربی نے "الرسالة المستطرفة" میں امامِ حاکم کے تساہل کا ایک اور عذر بھی بیان کیا ہے اور وہ یہ کہ امامِ حاکم کتاب کا مسوّدہ تیار کرنے کے بعد اس پر نظرِ ثانی نہ کر سکے اور تصحیح و تنقیح سے پہلے ہی اُن کی وفات ہوگئی، یہی وجہ ہے کہ کتاب کے پہلے خمس میں جس پر وہ نظرِ ثانی کر چکے تھے، تسامحات بہت کم ہیں۔ (۲)

بہرحال مندرجہ بالا اسباب کے تحت امامِ حاکم تصحیح کے معاملہ میں بہت متساہل سمجھے جاتے ہیں اور اسی بناء پر حافظ ذہبیؒ نے "تلخيص المستدرك" (۳) میں بعض مقامات پر اُن پر شدید نکیر کی ہے۔

"صحيح ابن حبان":

اس طبقہ کی دوسری کتاب "صحيح ابن حبان" ہے، بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ کتاب بھی "مستدرك" کی طرح صحت کو نہیں پہنچی؛ کیونکہ ابنِ حبان (۴) بھی تصحیح کے معاملہ میں حاکم کی طرح متساہل

---

(۱) شرح الزرقاني على الموطأ، كتاب الطهارة، باب الوضوء من مس الفرج ۱/۱۸۶، ونصه: «وهؤلاء أخرج البخاري أحاديثهم عنه في صحيحه لما كان أميرا عندهم بالمدينة قبل أن يبدو منه الخلاف على ابن الزبير ما بدا». (ج)

(۲) الرسالة المستطرفة للكتاني، كتب التزم أهلها فيها الصحة إلخ، ص: ۲۲، ونصه: «ويقال: إن السبب في التساهل الواقع فيه أنه صنفه أواخر عمره وقد حصلت له غفلة وتغير أو أنه لم يتيسر له تحريره وتنقيحه ويدل له أن تساهله في قدر الخمس الأول منه قليل جدا بالنسبة لباقيه». (ج)

(۳) تدريب الراوي للسيوطي، أنواع الحديث، مظان معرفة الزيادة على الصحيح ۱/۳۲، ونصه: «وقد لخص الذهبي مستدركه، وتعقب كثيرا منه بالضعف والنكارة». (ج)

(۴) آپ کا پورا نام محمد بن حبان بن أحمد ہے، (۲۷۲-۳۵۴ھ=۸۸۵-۹۶۵م) آپ محدث، مؤرخ اور مصنف ہیں، آپ نے امام نسائی، حسن بن سفیان اور ابو یعلی رحمہم اللہ سے علم حاصل کیا، آپ کے شاگردوں میں ابن مندہ اور ابو عبداللہ الحاکم رحمہما اللہ مشہور ہیں، آپ کی تصانیف میں "تاريخ الثقات"، "المسند الصحيح"، "الصحابة"، "التابعين"، "المعجم" اور "كتاب المجروحين" شامل ہیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۱۲/۱۸۳). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ہیں، لیکن علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ "صحیح ابن حبان" اس لحاظ سے "مستدرك" پر فائق ہے کہ ابنِ حبّان نے جو شرائط مقرر کی ہیں، اُن کی انہوں نے پوری پابندی کی ہے، البتہ یہ درست ہے کہ تصحیح کے معاملہ میں ابنِ حبّان کی شرائط دوسرے تمام محدثین کے مقابلہ میں نرم ہیں، جس کی دو وجوہ ہیں:

ایک تو یہ کہ ابنِ حبّان حسن احادیث کو بھی صحیح قرار دیتے ہیں، اُن کے نزدیک حسن کوئی الگ قسم نہیں، بلکہ صحیح ہی کا ایک حصہ ہے، لہٰذا انہوں نے اپنی کتاب میں ایسی بہت سی احادیث روایت کی ہیں، جو دوسرے محدثین کے نزدیک صحیح کے مرتبہ کو نہیں پہنچیں، لیکن ابنِ حبّان نے حسن ہونے کی بناء پر انہیں صحیح قرار دے دیا۔(۱)

دوسری وجہ یہ ہے کہ ابنِ حبّانؒ کے نزدیک اگر ایک مجہول راوی کے استاذ اور شاگرد دونوں معروف اور ثقہ ہوں اور اس کی روایت کردہ حدیث منکر بھی نہ ہو، تو اس کی جہالت مضر نہیں ہوتی، بلکہ اس کی حدیث اُن کے نزدیک صحیح قرار پاتی ہے،(۲) جب کہ دوسرے محدثین اس حدیث کو جہالتِ راوی کی بناء پر رد کرتے ہیں، ابنِ حبّان کا یہ دستور اُن کی "کتاب الثقات" میں بھی جاری رہا ہے؛ کیونکہ ان کے نزدیک ثقہ کی تعریف یہ ہے کہ جس پر کوئی سببِ جرح ثابت نہ ہو، لہٰذا انہوں نے بہت سے مجہول راویوں کو ثقات کی فہرست میں شمار کرلیا ہے، اسی بناء پر عام محدثین کسی راوی کی توثیق محض اس بناء پر نہیں کرتے کہ اسے ابنِ حبّان نے ثقات میں شمار کیا ہے، تاوقتیکہ اس کا غیر مجہول ہونا ثابت نہ ہو،(۳) بہر حال "صحیح ابن حبان" اس لحاظ سے تو

---

(۱) تدريب الراوي للسيوطي، النوع الأول الصحيح ۱/۱۱۴، ونصه: «(ويقاربه) أي: صحيح الحاكم في حكمه صحيح أبي حاتم بن حبان... قيل: وما ذكر من تساهل ابن حبان ليس بصحيح فإن غايته أنه يسمّي الحسن صحيحا، فإن كانت نسبته إلى التساهل باعتبار وجدان الحسن في كتابه فهي مشاحة في الاصطلاح، وإن كانت باعتبار خفة شروطه؛ فإنه يخرج في الصحيح ما كان راويه ثقة غير مدلس، سمع من شيخه وسمع منه الآخذ عنه، ولا يكون هناك إرسال ولا انقطاع، وإذا لم يكن في الراوي جرح ولا تعديل، وكان كل من شيخه والراوي عنه ثقة، ولم يأت بحديث منكر فهو عنده ثقة، وفي كتاب الثقات له كثير ممن هذه حاله... فالحاصل أن ابن حبان وفى بالتزام شروطه ولم يوف الحاكم». (ج)

(۲) المجروحين لابن حبان، التقدمة ۱/۱۳، ونصه. «وإذا لم يكن في الراوي جرح ولا تعديل وكان كل من شيخه والراوي عنه ثقة، ولم يأت بحديث منكر، فهو عنده ثقه». (ج)

(۳) تعلق الرفع والتكميل للشيخ عبد الفتاح أبي غدة، إيقاظ-۲۰- في بيان خطة ابن حبان في كتابه الثقات، ص:۳۳۷، ونصه: «فإذا رأيت في كتب الرجال أو كتب الجرح والتعديل قولهم: وثقه ابن حبان أو ذكره ابن حبان في الثقات، فالمراد بتوثيقه عنده أن الجهالة عينه قد انتفت ولم يعلم فيه جرح». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

بیشک "مستدرك" پر فائق ہے کہ ابنِ حبّان نے اپنی شرائط کی پابندی کی ہے، لیکن یہ شرائط بھی اتنی نرم ہیں کہ حسن بلکہ ضعیف احادیث بھی اُن کے تحت صحیح کی تعریف میں آجاتی ہیں، اس لیے اس کتاب کو "مستدرك" پر تو اگرچہ فوقیت حاصل ہے، لیکن دوسری صحاح مجرّدہ کا مقام اس کو حاصل نہیں۔

"صحيح ابن خزيمة":

تیسری کتاب "صحيح ابن خزيمة" ہے، اس کو صحت کے اعتبار سے "صحيح ابن حبّان" پر فوقیت دی گئی ہے، شیخ عبد الفتاح ابوغدہ حفظہ اللہ نے لکھا ہے کہ "صحيح ابن خزيمة" میں تمام احادیث صحیح نہیں، بلکہ بعض احادیث ضعیف بھی آگئی ہیں، مثلاً: اس میں ایک حدیث مروی ہے:

عن كثير بن عبد الله المزني عن أبيه عن جدّه قال: سئل رسول الله ﷺ عن هذه الآية "قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى" قال: أنزلت في زكاة الفطر.[1]

لیکن حافظ منذریؒ نے "الترغيب والترهيب" میں اس حدیث کو "صحيح ابن خزيمة" کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد فرمایا: "قال الحافظ: كثير بن عبد الله واهٍ"،[2] شیخ عبد الفتاح ابوغدہ حفظہ اللہ نے اسی طرح کی کچھ مزید مثالیں بھی دی ہیں، لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ "صحيح ابن خزيمة" کو صحیح مجرّد قرار دینا خود اس کے مؤلف کے زعم کے مطابق ہے، لیکن نفس الأمر میں اس کی بعض احادیث ضعیف ہیں۔

حافظ ابنِ فہد مکیؒ نے "لحظ الألحاظ بذيل طبقات الحفّاظ" میں حافظ ابنِ حجرؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "صحيح ابن خزيمة" کا تین چوتھائی حصہ حافظ ابنِ حجرؒ کے وقت سے پہلے ہی نایاب ہوچکا تھا اور صرف ایک رُبع حصہ ملتا تھا،[3] حافظ سخاویؒ "فتح المغيث" میں لکھتے ہیں کہ یہ چوتھائی حصہ بھی

---

(۱) التعلیقات الحافلة على الأجوبة الفاضلة للشيخ عبد الفتاح أبي غدة، السوال الثالث، ص: ۱۴۵، ۱۴۶ ونصه: «وإليك على سبيل المثال ثلاثة أحاديث ضعفية من صحيح ابن خزيمة ... كحديث كثير بن عبد الله المزني عن أبيه». (ج)

(۲) الترغيب والترهيب للمنذري، كتاب الصوم، الترغيب في صدقة الفطر وبيان تأكيدها، رقم: ۲. (ج)

(۳) لحظ الألحاظ بذيل طبقات الحفاظ لابن فهد المكي، طبقة أخرى صغرى، ص: ۲۱۳ ونصه: «ابن حجر أحمد بن علي... إتحاف المهرة بأطراف العشرة وهي الموطأ ومسند الشافعي وأحمد والدارمي وابن خزيمة.. وإنما زاد العدد واحدا؛ لأن صحيح ابن خزيمة لم يوجد سوى قدر ربعه». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ہمارے اس زمانہ میں انتہائی نایاب ہے،[۱] اس کے بعد بھی سالہا سال تک اس کتاب کا کوئی پتہ معلوم نہ تھا، اب حال ہی میں استنبول کے ایک کتب خانہ میں ایک قلمی نسخہ دریافت ہوا ہے، جس سے نقل کرکے دو جلدیں بعض اہلِ مدینہ نے شائع کردی ہیں۔

"المنتقى":

چوتھی کتاب "المنتقى لأبي محمد عبد الله بن الجارود" ہے، یہ چوتھی صدی ہجری کی تصنیف ہے اور اس کی اکثر احادیث صحیح ہیں، البتہ معدودے چند احادیث پر تنقید کی گئی ہے، لیکن یہ ایک مختصر کتاب ہے اور اس میں زیادہ تر وہی احادیث ہیں جو "صحیحین" میں مروی ہیں،[۲] تقریباً یہی حال "المنتقى للقاسم بن أصبغ" کا ہے۔[۳]

"المختارة":

پانچویں کتاب "المختارة لضياء الدين المقدسي" جو ساتویں صدی ہجری کی تصنیف ہے، یہ حروفِ تہجی کے لحاظ سے صحابہؓ کی ترتیب پر مرتب ہے اور ضخیم کتاب ہے، لیکن نفس الأمر کے اعتبار سے اس کو بھی صحیح مجرد کہنا مشکل ہے؛ کیونکہ اس میں بھی غیر صحیح احادیث آگئی ہیں، اگرچہ ان کی تعداد بہت کم ہے۔[۴]

"صحیح ابن سکن":

چھٹی کتاب "صحیح ابن السکن" ہے، یہ چونکہ عرصۂ دراز سے نایاب ہے، اس لیے اس کے

---

(۱) فتح المغيث للسخاوي، الصحيح الزائد على الصحيحين ۱/ ۵۳ ونصه: «(و) نحو صحيح إمام الأئمة أبي بكر (ابن خزيمة) بمعجمتين أو لاهما... وأخر عنه مع تقدمه؛ لكون صحيحه عدم أكثره». (ج)

(۲) الرسالة المستطرفة للكتاني، كتب التزم أهلها فيها الصحة إلخ، ص: ۲۵، ونصه: «كتاب المنتقى: أي المختار من السنن المسندة عن رسول الله ﷺ في الأحكام لأبي محمد عبد الله بن علي بن الجارود النيسابوري... وهو كالمستخرج على صحيح ابن خزيمة في مجلد لطيف وأحاديثه تبلغ نحو الثمان مائة وتتبعت فلم ينفرد عن الشيخين منها إلا بيسير». (ج)

(۳) المصدر السابق، ونصه: «كتاب المنتقى لأبي محمد قاسم بن أصبغ بن محمد يوسف... وهو على نحو كتاب المنتقى لابن الجارود». (ج)

(۴) المصدر السابق، ص: ۲۴، ونصه: «كتاب الأحاديث الجياد المختارة مما ليس في الصحيحين أو أحدهم، الضياء الدين أبي عبد الله محمد بن عبد الواحد أحمد عبد الرحمن السعدي المقدسي... وهو مرتب على المسانيد على حروف المعجم لا على الأبواب في ستة وثمانين جزءا ولم يكمل، التزم فيه الصحة وذكر فيه أحاديث لم يسبق إلى تصحيحها وقد سلم له فيه إلا أحاديث يسيره جدا تعقبت عليه». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

بارے میں علیٰ وجہ البصیرۃ کچھ کہنا مشکل ہے۔ (۱)

بہرحال مذکورہ تفصیل سے یہ ثابت ہوا کہ طبقۂ اولیٰ کی اُن کتابوں میں صرف "بخاري" اور "مسلم" ہی ایسی ہیں کہ انہیں نفس الأمر کے اعتبار سے بھی صحیح مجرد کہا جاسکتا ہے اور جو حدیث ان میں نظر آئے، اسے بے کھٹکے صحیح کہہ سکتے ہیں، باقی کوئی کتاب اس درجہ کی نہیں، البتہ باقی کتابوں کی احادیث کے مقابلہ میں یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ اُن کے مؤلفین کے نزدیک وہ صحیح ہیں اور بسا اوقات حدیث کی تصحیح وتضعیف میں محدثین کا اختلاف ہوجاتا ہے، ایسی صورت میں ان حضرات کی تصحیح قابلِ لحاظ ہوتی ہے۔

دوسرا طبقہ: درجہ حسن کا التزام:

اس طبقہ میں وہ کتابیں آتی ہیں جن کے مؤلفین نے یہ التزام کیا ہے کہ کوئی حدیث درجۂ حسن سے کم نہ آنے پائے اور اگر کوئی حدیث ضعیف آ گئی ہے، تو انہوں نے اس کے ضعف پر تنبیہ کرنے کا اہتمام کیا ہے، لہٰذا جس حدیث سے یہ لوگ سکوت کریں، تو وہ ان کے نزدیک کم از کم حسن ضرور ہوگی۔ (۲)

"سنن النسائي":

اس طبقہ میں سب سے اعلیٰ مقام "سنن النسائي" کا ہے، چنانچہ اس میں کوئی حدیث ایسی نہیں، جو امام نسائیؒ کے نزدیک حسن سے کم ہو، الا یہ کہ انہوں نے خود اس کے ضعف کی تصریح کردی ہو۔

"سنن أبي داود":

دوسرے نمبر پر "سنن أبي داود" ہے، اس میں بھی امامِ ابوداؤد جس حدیث پر سکوت کریں، وہ ان کے نزدیک قابلِ استدلال ہوتی ہے، (۳) البتہ بعض اوقات حدیث کی سند میں معمولی ضعف ہوتا ہے، امام ابوداؤد

---

(۱) سير أعلام النبلاء للذهبي، الطبقة والعشرون، ابن السكن ۱۱۷/۱۶، ونصه: «ابن السكن ... ولم نر تواليفه. (ح)

(۲) رسالة ما يجب حفظه للناظر للشاه عبد العزيز الدهلوي، ص:۱، ونصه: «وثانيها: الكتب التي لا ينزل أحاديثها من الصالح للأخذ، منها: سنن أبي داود، وجامع الترمذي، ومسند أحمد، فإن الضعيف الذي يوجد فيها يقرب من الحسن كما قال شيخنا الأجل ولي الله الدهلوي المحدث، وكلام الأكثرين يدل على أن النسائي أيضا من هذا القبيل»، وكذا في لامع الدراري للشيخ زكريا الكاندهلوي، المقدمة، الفائدة الثامنة ۲۱۲/۱. (ج)

(۳) رسالة أبي داود إلى أهل مكة في وصف سننه لأبي داود، المسكوت عنه صالح، ص:۲۷، ونصه: «ما لم أذكر فيه شيئا فهو صالح». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

اس کو گوارا کرلیتے ہیں اور اس پر بھی سکوت فرماتے ہیں، "أبو داود" کی ایک تلخیص حافظ منذریؒ نے لکھی ہے، اس میں وہ معمولی ضعف کو بھی بیان کیے بغیر نہیں چھوڑتے، لہٰذا "أبو داود" کی جس حدیث پر امام ابوداؤد کے علاوہ حافظ منذریؒ نے بھی سکوت کیا ہو، اس کا درجۂ قوت بڑھ جاتا ہے۔

حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ: "أبو داود" کی احادیث چھ قسم پر ہیں: تقریباً نصف احادیث تو وہ ہیں، جن کی تخریج شیخین نے بھی کی ہے اور بعض احادیث وہ ہیں جن کی تخریج شیخین میں سے کسی ایک نے کی ہے اور بعض وہ ہیں کہ شیخین نے ان کی تخریج نہیں کی لیکن اس کی اسناد بہت اچھی ہو اور علت اور شذوذ سے محفوظ ہو اور بعض احادیث وہ ہیں جن کی اسناد اچھی ہو اور علماء نے ان کو قبول کیا ہو، ان کی دو سندوں سے منقول ہونے کی وجہ سے، جن میں سے ہر ایک دوسرے کے لیے مضبوطی کا باعث ہو اور بعض احادیث ایسی ہیں جن کے کسی راوی میں حافظہ کی کمی پائی جاتی ہے، جس کی وجہ سے وہ صحیح کے مرتبہ سے اُتر کر حسن میں داخل ہوگئی ہیں، ان پر امام ابوداؤدؒ عموماً سکوت کرتے ہیں، البتہ چھٹی قسم اُن احادیث کی ہے جن میں واضح ضعف اور نکارت پائی جاتی ہو، ایسی احادیث پر امام ابوداؤدؒ عموماً سکوت نہیں کرتے، البتہ شاذ و نادر کسی موقع پر ایسی احادیث کو بغیر کسی کلام کے اس لیے نقل کردیتے ہیں کہ ان کی نکارت بے حد مشہور ہوتی ہے۔ (۱)

یہاں پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ فقہی اختلافات کے مباحث میں بعض اوقات ایسا دیکھنے میں آتا ہے کہ بعض ائمہ اُن احادیث کی سند پر بھی کلام کرکے انہیں چھوڑ دیتے ہیں، جنہیں ابوداؤد نے سکوت کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ابوداؤد کا سکوت صرف اس بات کی علامت ہے کہ وہ حدیث ابوداؤد کے نزدیک قابلِ استدلال ہے، لیکن کوئی محدث جو علومِ حدیث میں اجتہاد کے مرتبہ پر فائز ہو، امام ابوداؤدؒ کی رائے سے اختلاف کرسکتا ہے۔

"جامع الترمذی":

تیسرے درجہ پر "جامع ترمذي" ہے، وہ اس لحاظ سے تمام کتبِ حدیث میں منفرد ہے کہ اس میں ہر حدیث کے ساتھ اس کا مرتبۂ صحت بھی صراحۃً بیان کردیا گیا ہے، چنانچہ امامِ ترمذی کوئی حدیثِ ضعیف بغیر

---

(۱) سير أعلام النبلاء للذهبي، الطبقة الخامسة عشرة، أبو داود ۱۳/ ۲۱۴، ونصه: «فكتاب أبي داود أعلى ما فيه من الثابت ما أخرجه الشيخان، وذلك نحو من شطر الكتاب إلخ». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

تنبیہ علی الضعف کے ذکر نہیں کرتے،(۱) البتہ بعض علماء نے اُن کو تحسین اور تصحیح کے مقابلہ میں نسبۃً متساہل قرار دیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بعض ایسی احادیث کی تصحیح و تحسین کردی ہے، جو دوسروں کے نزدیک ضعیف ہیں،(۲) اس مسئلہ پر مکمل بحث ان شاء اللہ آگے آئے گی۔

"سنن الدارمي اور مسند أحمد":

یہ تینوں کتابیں بالاتفاق دوسرے طبقہ میں شامل ہیں، بعض حضرات نے اس میں "سنن الدارمي" کو بھی داخل کیا ہے، لیکن بعض نے اس کو تیسرے طبقہ میں شمار کیا ہے اور شاہ ولی اللہ ؒ نے فرمایا کہ "مسند أحمد" بھی اسی طبقہ میں داخل ہے،(۳) لیکن حضرت شاہ صاحب کا یہ ارشاد درحقیقت اس اعتبار سے ہے کہ "مسند أحمد" کی روایات کو بے اصل نہیں کہا جا سکتا، چنانچہ انہوں نے خود تصریح کی ہے کہ "مسند أحمد" کی بہت سی روایات ضعیف ہیں، اسی لیے بعض علماء نے اس کو طبقۂ ثالثہ میں شمار کیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے، یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ یہ اختلاف اصل "مسند أحمد" کے بارے میں ہے، "مسند أحمد" کا ایک حصہ "زیادات" بھی ہے، جو اُن کی وفات کے بعد اُن کے صاحبزادے عبداللہ بن احمد نے جمع کیا ہے اور مسند کے ساتھ لگایا، اس حصہ کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ یہ تیسرے طبقہ میں شامل ہے، یعنی اس میں احادیثِ ضعیفہ بھی موجود ہیں۔

تیسرا طبقہ: ہر قسم کی روایات پر مشتمل کتب:

اس طبقہ میں وہ کتابیں آتی ہیں، جن میں ہر طرح کی احادیث موجود ہیں، صحیح اور حسن بھی، ضعیف و منکر اور

---

(۱) شرح علل الترمذي لابن رجب، الباب الأول، الغريب ۲ /۶۲۵، ونصه: «وقد اعترض على الترمذي رحمه الله بأنه في غالب الأبواب يبدأ بالأحاديث الغريبة الإسناد غالبًا وليس ذلك بعيب؛ فإنه رحمه الله يبين ما فيها من العلل، ثم يبين الصحيح في الإسناد وكان مقصده رحمه الله ذكر العلل». (ج)

(۲) ميزان الاعتدال للذهبي، حرف الكاف، كثير بن عبد الله ۳ /۴۰۳، ونصه: «وأما الترمذي فروى من حديثه: الصلح جائز بين المسلمين وصححه، فلهذا لا يعتمد العلماء على تصحيح الترمذي وقال ابن عدي: عامة ما يرويه لا يتابع عليه». (ج)

(۳) حجة الله البالغة للشاه ولي الله الدهلوي، القسم الأول، باب طبقات كتب الحديث ۱ /۲۳۲، ونصه: «الطبقة الثانية: كتب لم تبلغ مبلغ الموطأ والصحيحين، ولكنها تتلوها... وكاد مسند أحمد يكون من جملة هذه الطبقة؛ فإن الإمام أحمد جعله أصلا يعرف به الصحيح والسقيم قال: ما ليس فيه فلا تقبلوه». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

موضوع بھی،(۱) اس طبقہ کی کتابوں کا مختصر تعارف ضروری ہے:

"سنن ابن ماجه":

یہ اگرچہ "صحاح ستہ" میں شامل ہے، لیکن اس میں ضعیف اور منکر احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے، یہاں تک کہ اس میں کم از کم اُنیس روایات موضوع بھی ہیں،(۲) اسی بناء پر علماء کی ایک بڑی جماعت نے اس کو صحاح میں شامل نہیں کیا، بعض نے اس کی جگہ "موطأ امام مالك" کو رکھا ہے اور بعض نے "سنن الدارمي" کو۔(۳)

"سُنن الدار قطني":

یہ امام ابوالحسن الدار قطنی کی تصنیف ہے، جو اونچے درجے کے حافظِ حدیث ہیں، انہوں نے اس کتاب میں ہر فقہی باب کے تحت تمام متعلقہ احادیث کو اختلافِ متن وسند کے ساتھ جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے؛ اس لیے یہ کتاب احادیثِ احکام کا جامع ذخیرہ ہے۔ امام دارقطنی ہر حدیث ذکر کر کے اس کی سند پر مختصر کلام بھی کرتے ہیں، اس میں بھی ہر قسم کی رطب ویابس احادیث موجود ہیں،(۴) لیکن عموماً امام دارقطنیؒ احادیث کے ضعف پر

---

(۱) رسالة ما يجب حفظه للناظر للشاه عبد العزيز الدهلوي، ص: ۱، ۲، ونصه: «وثالثها: الكتب التي يوجد فيها كل نوع من الأحاديث: الحسن والصالح والمنكر، منها: سنن ابن ماجه، ومسند الطيالسي، وزيادات ابن أحمد بن حنبل، ومسند عبد الرزاق، ومسند سعيد بن منصور، ومصنف أبي بكر بن أبي شيبة، ومسند أبي يعلى الموصلي، ومسند البزار، ومسند ابن جرير، وتهذيب الآثار، وتفسير القرآن له، والتاريخ له، وتفسير ابن مردويه، وكذا سائر التفاسير، والمعاجم الثلاثة للطبراني: الكبير، والأوسط، والصغير، وسنن الدار قطني، وغرائبه، والحلية لأبي نعيم، وسنن البيهقي»، وكذا في لامع الدراري للشيخ زكريا الكاندهلوي، المقدمة، الفائدة الثامنة ۱/ ۲۱۲. (ج)

(۲) تاريخ مدينة دمشق لابن عساكر، محمد بن يزيد بن ماجه ۵۶/ ۲۷۲، ونصه: «قال أبو زرعة الرازي طالعت كتاب أبي عبد الله ابن ماجه، فلم أجد فيه إلا قدرا يسيرا مما فيه شيء، وذكر قريب تسعة عشر». (ج)

(۳) النكت على كتاب ابن الصلاح لابن حجر العسقلاني، النوع الثاني: الحسن ۱/ ۴۸۶، ونصه: «وكان الحافظ صلاح الدين العلائي يقول: ينبغي أن يعد كتاب الدارمي سادسا للكتب الخمسة بدل كتاب ابن ماجه ... قلت: وبعض أهل العلم لا يعد السادس إلا الموطأ كما صنع رزين السرقسطي، وتبعه المجد ابن الأثير في جامع الأصول». (ج)

(۴) الرسالة المستطرفة للكتاني، كتب تعرف بالسنن، ص: ۳۵، ونصه: «سنن الدار قطني جمع فيها غرائب السنن وأكثر فيها من رواية الأحاديث الضعيفة والمنكرة بل والموضوعة». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

تنبیہ کردیتے ہیں، اس کتاب پر مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ[۱] نے جو مشہور علمائے اہلِ حدیث میں سے ہیں، ایک حاشیہ لکھا ہے، جس کا نام "التعليق المغني على سنن الدار قطني" ہے، امام دارقطنیؒ سے حدیث کی سند پر کلام کے سلسلہ میں جو کمی رہ جاتی ہے، عموماً یہ اس کو پورا کردیتے ہیں، یہ حاشیہ اصل کتاب کے ساتھ چھپا ہوا ہے۔[۲]

"السُّنن الكبرى للبيهقي":

امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہ کتاب فقہ شافعی کے مشہور متن "مختصر المزني" کی ترتیب پر لکھی ہے اور اُن کا اصل مقصد فقہ شافعی کے دلائل بیان کرنا ہے، چنانچہ وہ اپنے مستدلات کی توثیق اور مخالفین کے دلائل کی تضعیف وتوہین کرتے رہتے ہیں، اس پر حافظ علاء الدین المارديني ؒ نے جو ابن الترکمانی رحمہ اللہ کے نام سے بھی مشہور ہیں، ایک حاشیہ لکھا ہے، جس کا نام "الجوهر النقيّ في الردّ على البيهقي" ہے، یہ حنفی المسلک ہیں اور علمِ حدیث میں مقامِ بلند کے حامل ہیں، اس لیے امام بیہقیؒ کے دلائل پر مستحکم تنقید کرتے ہیں[۳] اور اس میں حنفیہ کے دلائل کا نہایت عمدہ ذخیرہ ملتا ہے۔

"مُصَنَّف عبد الرّزاق":

یہ امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانیؒ کی تالیف ہے، جو امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں اور امام بخاریؒ وغیرہ

---

(۱) آپ کا پورا نام شمس الحق محمد بن علی بن مقصود ہے، (۱۲۷۳-۱۳۲۹ھ=۱۸۵۷-۱۹۱۱م) آپ عظیم آباد ہندوستان کے بڑے جلیل القدر عالم دین تھے، آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں "التعليق المغني على سنن الدار قطني"، "غاية المقصود" اور "عون المعبود شرح سنن أبي داود" مشہور ہیں، آپ مسلکاً اہلِ حدیث تھے۔ (الأعلام للزركلي ۶/۳۰۱). (ج)

(۲) ہندستان سے (۱۳۰۶ھ) میں "سنن الدار قطني" کا جو نسخہ چھپ چکا ہے اس کے ساتھ یہ حاشیہ بھی چھپ چکا ہے، مگر بیروت سے جو نسخہ شیخ شعیب الارنؤوط کی تحقیق کے ساتھ چھپ چکا ہے اس کے ساتھ یہ حاشیہ نہیں ہے۔ (ج)

(۳) الرسالة المستطرفة للكتاني، كتب تعرف بالسنن، ص: ۳۳، ونصه: «سنن الإمام الحافظ الكبير الشهير شيخ السنة أبي بكر أحمد بن الحسين بن علي بن عبد الله بن موسى البيهقي... الصغرى، وهي في مجلدين والكبرى، ويقال لها: كتاب السنن الكبير، وهي في عشر مجلدات، وهما على ترتيب مختصر المزني لم يصنف في الإسلام مثلهما، والكبرى مستوعبة لأكثر أحاديث الأحكام، وعليها حاشية للشيخ علاء الدين... المارديني الحنفي المعروف بابن التركماني المتوفى: سنة خمسين وسبعمائة، سماها: الجوهر النقي في الرد على البيهقي في سفر كبير، أكثرها اعتراضات عليه ومناقشات له ومباحثات معه». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

کے استاذ الاستاذ،(۱) اس میں انہوں نے احادیثِ مرفوعہ کے علاوہ صحابہ وتابعین کے فتاوی بھی بکثرت نقل کیے ہیں اور اس میں بھی ہر طرح کی احادیث ملتی ہیں، یہ کتاب اب تک نایاب تھی، اب حال ہی میں طبع ہو کر آئی ہے۔

"مُصنَّف ابن أبي شيبة":

یہ امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ کی تالیف ہے، جو اکثر ائمۂ ستہ کے استاذ ہیں(۲) اور اس کا طرزِ تالیف "مُصنَّف عبد الرّزاق" کی طرح ہے،(۳) ان دونوں کتابوں میں حنفیہ کے دلائل کا ایک بڑا ذخیرہ ملتا ہے۔

"مسند أبي داود الطيالسي":

امام ابوداؤد الطیالسیؒ کی تصنیف ہے، جو امام ابوداؤد سجستانیؒ سے مقدم ہیں، بعض حضرات نے فرمایا کہ مسند کی تالیف میں اوّلیت کا شرف ان کو حاصل ہے، لیکن یہ بات درست نہیں ہے،(۴) یہ کتاب حیدر آباد دکن سے شائع ہو چکی ہے۔(۵)

---

(۱) مغاني الأخيار للعيني، حرف العين المهملة، باب عبد الرزاق ۲/۲۲۲، ونصه: «عبد الرزاق بن همام بن نافع الحميرى، مولاهم اليماني، أبو بكر الصنعاني... روى عنه إبراهيم بن عباد الدبري... وأحمد بن حنبل... قلت: وروى عبد الرزاق بن همام عن الإمام أبي حنيفة، وأكثر من روايته». (ج)

(۲) سير أعلام النبلاء للذهبي، الطبقة الثانية عشرة، ابن أبي شيبة ۱۱/۱۲۲، ونصه: «ابن أبي شيبة عبد الله بن محمد العبسي... حدث عنه: الشيخان، وأبو داود، وابن ماجه». (ج)

(۳) الرسالة المستطرفة للكتاني، كتب مرتبة على الأبواب الفقهية، ص: ۴۰، ونصه: «مصنف أبي بكر عبد الله بن محمد بن أبي شيبة... جمع فيه الأحاديث على طريقة المحدثين بالأسانيد وفتاوى التابعين وأقوال الصحابة مرتبا على الكتب والأبواب على ترتيب الفقه». (ج)

(۴) المصدر السابق، ومنها كتب ليست على الأبواب إلخ، ص: ۶۰، ونصه: «مسند أبي داود سليمان بن داود بن الجارود الطيالسي نسبة إلى الطيالسة التي تجعل على العمائم القرشي مولى آل الزبير الفارسي الأصل البصري الحافظ الثقة المتوفى: بالبصرة سنة ثلاث أو أربع ومائتين، قيل: وهو أول مسند صنف ورد بأن هذا صحيح لو كان هو الجامع له؛ لتقدمه لكن الجامع له غيره، وهو بعض حفاظ خراسان جمع فيه ما رواه يونس بن حبيب عنه خاصة، وله من الأحاديث التي لم تدخل هذا المسند قدره أو أكثر» (ر،ز)

(۵) اب مصر کے مکتبہ دار ہجر سے (۱۴۱۹ھ) میں بھی چھپ چکی ہے۔ (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

"سُنن سعيد بن منصور":

اس کتاب میں معضل و منقطع اور مرسل احادیث بکثرت موجود ہیں،[۱] یہ کتاب "مجلسِ علمی" نے شائع کردی ہے۔

"مسند الحميدي":

اس کے مؤلف امام بخاریؒ کے استاذ ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کے سخت مخالفین میں سے ہیں،[۲] اُن کی یہ کتاب بھی دو جلدوں میں "مجلسِ علمی" سے شائع ہوچکی ہے۔

"مَعاجم الطبراني":

ان کا تعارف پہلے آچکا ہے۔

یہ چند کتابیں تو وہ تھیں جن کے حوالے بکثرت آتے ہیں، ان کے علاوہ بہت سی مزید کتابیں اسی طبقہ میں داخل ہیں جن میں سے "مسند بزّار"، "مسند أبي يعلى الموصلي"، "مسند عبد بن حميد"، "مسند أحمد ابن منيع"، "حلية الأولياء لأبي نُعَيم"، "دلائل النبوة لأبي نُعَيم وللبيهقي"، "مسند بن جرير" اور انہی کی "تهذيب الآثار"، "تفسير القرآن" اور "التاريخ"، "تفسير ابن مردويه"۔

اسی طرح تفسیر کی بیشتر کتب بھی اسی طبقہ میں داخل ہیں، البتہ "تفسیر ابن کثیر" اس سے مستثنیٰ ہے؛ کیونکہ حافظ ابنِ کثیر[۳] حدیث کے محقق نقّال ہیں اور وہ عمومًا ضعیف احادیث پر تنبیہ کرنے کے عادی

---

(۱) الرسالة المستطرفة للكتاني، ومنها: كتب تعرف بالسنن، ص: ۳۴، ونصه: «سنن أبي عثمان سعيد بن منصور بن شعبة المرزي، ويقال: الطالقاني ثم البلخي، ثم الخراساني المتوفى: بمكة، وبها صنف السنن سنة سبع وعشرين ومائتين، وهي من مظان المعضل والمنقطع والمرسل كمؤلفات ابن أبي الدنيا». (ج)

(۲) تاريخ مدينة السلام للخطيب البغدادي، ذكر ما قاله العلماء في ذم الآية إلخ ۱۳/ ۳۹۹، ونصه: «حدثنا الحميدي قال سمعت سفيان يقول: ما ولد في الإسلام مولود أضر على الإسلام من أبي حنيفة». (ج)

(۳) آپ کا پورا نام إسماعيل بن عمر بن كثير ہے، (۷۰۱-۷۷۴ھ = ۱۳۰۱-۱۳۷۳م) مفسر، حافظ، محدث، فقیہ اور مؤرخ ہیں، آپ کے اساتذہ میں حافظ ابن تیمیہ اور برھان الدین الفزاری رحمہا اللہ شامل ہیں اور شاگردوں میں علامہ زین الدین عراقی رحمہ اللہ شامل ہیں، آپ نے حصولِ علم کے لیے سفر کیے، آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں، جن میں "تفسير القرآن العظيم" اور "البداية والنهاية" مشہور ہیں۔ (المجمع المؤسس لابن حجر العسقلاني ۲/ ۶۰۵). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ہیں۔(۱)

اس تیسرے طبقہ کی کتابوں میں کوئی حدیث دیکھ کر اس وقت تک اس پر اطمینان نہ کرنا چاہیے، جب تک کہ اس کی سند کی مکمل تحقیق نہ ہوجائے، خواہ اس کے مؤلّف کتنے ہی جلیل القدر ہوں۔

چوتھا طبقہ: کثرتِ ضعف والی روایات کا مجموعہ:

ان کتابوں کا ہے، جن کی احادیث کی اکثریت ضعیف ہے، بلکہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اُن کی ہر حدیث ضعیف ہے،(۲) جیسے: أبو عبدالله محمد بن علي بن الحسن ابن بشر(۳) (جو کہ حکیم ترمذی کے نام سے معروف ہیں) کی "نوادر الأصول في أحاديث الرسول" اور ابن عدیؒ کی "الكامل" جو ساٹھ اجزاء پر مشتمل ہے اور بارہ جلدوں میں ہے، البتہ مرتضی زبیدی، کی "تاج العروس"(۴) میں ہے کہ آٹھ جلدوں میں ہے،(۵) کتبِ جرح میں "كامل ابن عدي" کا مقام بہت بلند ہے اور یہ جامع ترین کتاب سمجھی جاتی ہے، ابنِ طاہرؒ نے اس کی احادیث کو جمع کر کے "معجم" کی ترتیب پر مرتب کیا ہے اور ابن الرّومية

---

(۱) كشف الظنون لحاجي خليفة، باب التاء ۱/۴۳۹، ونصه: «تفسير ابن كثير هو الإمام، الحافظ، أبو الفدا: إسماعيل بن عمر القرشي، الدمشقي... فسر بالأحاديث، والآثار، مسندة من أصحابها، مع الكلام على ما يحتاج إليه، جرحا، وتعديلا». (ج)

(۲) رسالة ما يجب حفظه للناظر للشاه عبد العزيز الدهلوي، ص: ۲، ونصه: «ورابعها: الكتب التي كل ما يوجد فيها من الأحاديث يحكم عليه بالضعف، منها: نوادر الأصول للحكيم الترمذي، وتاريخ الخلفاء، وتاريخ ابن النجار، ومسند الفردوس للديلمي، وكتاب الضعفاء للعقيلي، والكامل لابن عدي، وتاريخ الخطيب البغدادي، وتاريخ ابن عساكر»، وكذا في لامع الدراري للشيخ زكريا الكاندهلوي، المقدمة، الفائدة الثامنة ۱/۲۱۴. (ج)

(۳) آپ کا پورا نام أبو عبدالله محمد بن علي بن الحسن بن بشر ہے، (۰۰۰-۳۲۰ھ=۰۰۰-۹۳۲م) معروف صوفی ہیں جو حکیم ترمذی کے نام سے مشہور ہیں، آپ نے کئی کتابیں لکھیں، جن میں سے "ختم الأولياء"، "نوادر الأصول في معرفة أحوال الرسول" اور "العلل الشريعة" وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔ (لسان الميزان لابن حجر العسقلاني ۵/۳۱۳). (ر، ت)

(۴) یہ سید مرتضیٰ حسن زبیدی رحمہ اللہ، متوفیٰ (۱۲۰۵ھ) کی لغتِ عربی کی موضوع پر لکھی ہوئی کتاب ہے، جس کا نام "تاج العروس من جواهر القاموس" ہے، جو کہ مجد الدین فیروز آبادی رحمہ اللہ متوفیٰ (۸۱۷ھ) کی "قاموس المحيط" کی شرح ہے۔ (إيضاح المكنون لإسماعيل باشا ۳/۲۱۰). (ج)

(۵) تاج العروس للزبيدي، مقدمة ۱/۹، ونصه: «الكامل لابن عدي في ثمان مجلدات». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

أبو العباس أحمد بن محمد بن مفرج الأموي الأندلسي الأشبيلي نے "الكامل" پر حاشیہ بھی لکھا ہے، جو "الحافل في تكملة الكامل" کے نام سے معروف ہے اور ایک ضخیم جلد پر مشتمل ہے،[1] دراصل یہ کتاب زیادہ تر ضعیف رواۃ کے حالات پر مشتمل ہے لیکن حافظ ابن عدیؒ نے ان کی مرویات کو یا تو ضعیف قرار دیا ہے یا ان کی تحقیق کر کے کچھ احادیث کو مقبول بھی قرار دیا ہے، اسی طرح "كتاب الضعفاء للعقيلي" اور علامہ دیلمیؒ کی "مسند الفردوس" جس میں انہوں نے دس ہزار مختصر قولی احادیث حروفِ تہجی کی ترتیب سے جمع کی ہیں اور علامہ سیوطیؒ کی "تاريخ الخلفاء" حافظ ابنِ عساکر کی "تاريخ دمشق" جو اسّی (۸۰) جلدوں میں ہے اور خطیبِ بغدادی[2] کی "تاريخ بغداد" جو تقریباً بیس (۲۰) جلدوں میں ہے، یہ تمام کتب بھی اسی طبقہ کے تحت آتی ہیں۔

باقی حضرت شاہ صاحب نے جو فرمایا ہے کہ ان کی تمام احادیث ضعیف ہیں، اس کا مطلب غالبًا یہ ہے کہ ان کتابوں میں وہ روایات ضعیف ہیں، جو ان کتابوں کے علاوہ کسی دوسری کتاب میں مروی نہ ہوں، ورنہ اُن میں بعض احادیث ایسی بھی ہیں، جو "صحاح ستہ" میں مروی ہیں، ایسی احادیث کو علی الاطلاق ضعیف نہیں کہا جاسکتا۔

پچواں طبقہ: موضوعی روایات کا مجموعہ:

ان کتب پر مشتمل ہے، جو موضوعات کے تذکرے میں لکھی گئی ہیں،[3] جیسے: "موضوعات کبری

---

(۱) الرسالة المستطرفة للكتاني، كتب في الضعفاء والمجروحين، ص: ۱۴۵، ونصه: «ولأبي أحمد عبد الله بن عدي... وكتابه هذا هو المعروف بالكامل، ذكر فيه كل من تكلم فيه ولو كان من رجال الصحيحين، وذكر في ترجمة كل واحد حديثا، فأكثر من غرائبه ومناكيره، وهو في مقدار ستين جزءا في اثنى عشر مجلدا، وهو أكمل كتب الجرح ... وقد جمع ابن طاهر أحاديثه، ورتبها على حروف المعجم وذيل عليه أعني: على الكامل أبو العباس أحمد بن محمد بن مفرج الأموي، مولاهم الأندلسي الأشبيلي المعروف بابن الرومية، المتوفى: سنة سبع وثلاثين وستمائة وذلك في مجلد كبير سماه الحافل في تكملة الكامل». (ج)

(۲) آپ کا پورا نام أحمد بن علي بن ثابت البغدادي ہے، (۳۹۲-۴۶۳ھ = ۱۰۰۲-۱۰۷۲م) خطیب بغدادی کے نام سے مشہور ہیں، آپ مؤرخ ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہ اور محدث بھی تھے، ساٹھ (۶۰) سے زیادہ کتابیں لکھیں، جن میں "تاريخ مدينة السلام" (تاریخ بغداد) اور "الفقيه والتفقه" سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ (تاريخ الإسلام للذهبي ۱۰/۱۷۵). (ج)

(۳) لامع الدراری للشيخ زكريا الكاندهلوي، المقدمة، الفائدة الثامنة ۱/۲۱۶، ونصه: «وههنا طبقة خامسة: منها ما اشتهر على ألسنة الفقهاء والصوفية والمؤرخين ونحوهم، وليس له أصل في هذا الطبقات الأربع». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

"لابن الجوزي، یا "الموضوعات" للصنعاني، یا "اللآلي المصنوعة" للسیوطي، [۱] ان کے بارے میں ظاہر یہی ہے کہ یہ موضوعات کے مجموعے ہیں۔

علمِ حدیث کے کثیر التالیف مصنّفین:

کتبِ حدیث کے ان طبقات کے ساتھ ان علماء ومحدثین کا حال معلوم کرنا بھی ضروری ہے، جو اپنی تصانیف میں احادیث کو بکثرت تعلیقاً نقل کرتے ہیں، مثلاً: امام غزالیؒ، علامہ ابن الجوزیؒ، حافظ منذریؒ، حافظ ابنِ حجرؒ، حافظ ذہبیؒ، علامہ سیوطیؒ، علامہ ابنِ تیمیہؒ، علامہ ابنِ قیّمؒ، علامہ قرطبیؒ، علامہ نوویؒ۔

امام غزالی رحمہ اللہ:

جہاں تک امام غزالیؒ کا تعلق ہے، وہ کلام، تصوف، معقولات اور اصولِ فقہ کے امام ہیں، لیکن علمِ حدیث سے ان کا اشتغال بہت کم رہا ہے، خود انہوں نے اس کا اعتراف اپنی ایک کتاب میں یوں کہہ کر کیا ہے:

"بضاعتي في علم الحديث مزجاة"۔ [۲]

چنانچہ امام غزالی اپنی کتابوں میں بکثرت ضعیف، منکر اور موضوع احادیث ذکر کردیتے ہیں، خاص طور سے اُن کی مشہور کتاب "إحياء علوم الدين" میں بہت سی ایسی احادیث مذکور ہیں، جو محدثین کے معیار سے بہت فروتر ہیں، [۳] اسی لیے متعدد محدثین نے "إحياء العلوم" کی تخریج بھی کی ہے، جس میں حافظ زین الدین عراقی کی تخریج مشہور ہے، جس میں ایسی احادیث کی سند پر کلام کیا گیا ہے، [۴] نیز علامہ مرتضیٰ

---

(۱) الرسالة المستطرفة للكتاني، كتب في الموضوعات، ص: ۱۴۹-۱۵۱، ونصه: «كتاب الموضوعات الكبرى لأبي الفرج عبد الرحمن بن علي بن الجوزي... والحافظ جلال الدين السيوطي وهو المسمى: باللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة... ورسالتان لرضي الدين أبي الفضائل الحسن بن محمد بن الحسن بن حيدر العدوي العمري الصغاني، ويقال: الصاغاني». (ج)

(۲) مجموعة رسائل للغزالي، قانون التأويل ۱/۵۸۵. (ج)

(۳) سير أعلام النبلاء للذهبي، الطبقة السابعة والعشرون ۱۹/۳۳۹، ونصه: «قلت: أما (الإحياء)، ففيه من الأحاديث الباطلة جملة، وفيه خير كثير». (ج)

(۴) المعجم المفهرس لابن حجر العسقلاني، الباب السادس، الفصل الثالث، ص: ۲۰۴، ونصه: «تخريج الأحاديث الواقعة به المسمى المغني عن حمل الأسفار في الأسفار لمعرفة ما في الإحياء من الأخبار لشيخنا حافظ الوقت أبي الفضل بن العراقي». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

زبیدیؒ[1] نے "إتحاف السادة المتقین بشرح إحیاء علوم الدین" میں بھی ان احادیث کی تخریج کر کے ان احادیث پر محدّثانہ کلام کیا ہے۔[2]

علامہ ابن الجوزیؒ:

دوسرے کثیر التصنیف عالم علامہ ابن الجوزیؒ ہیں، پیچھے گزر چکا ہے کہ یہ تنقیدِ حدیث کے معاملہ میں بہت محتاط اور متشدد ہیں، چنانچہ علمِ حدیث میں ان کی کتابیں ضرورت سے زیادہ متشدد ہیں اور انہوں نے بہت سی صحیح احادیث کو بھی موضوع قرار دے دیا ہے، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اپنے تشدد کے باوجود خود انہوں نے وعظ ونصیحت کے لیے جو کتابیں لکھی ہیں، مثلاً: "تلبیسِ إبلیس"، "ذم الھوی" اور "التبصرة" وغیرہ میں نقدِ حدیث کا وہ معیار باقی نہیں رہا، بلکہ ان میں بکثرت ضعیف، موضوع اور منکر احادیث بغیر کسی تنبیہ کے ذکر کرتے چلے گئے ہیں،[3] لہٰذا ان کی کتابوں پر اعتماد درست نہیں ہے۔

حافظ منذریؒ:

تیسرے کثیر التصنیف عالم حافظ منذریؒ ہیں، یہ جلیل القدر محدّث ہیں اور حدیث کے محقق نقال ہیں، چنانچہ یہ کوئی حدیثِ ضعیف بغیر تنبیہ کے نقل نہیں کرتے،[4] اس لیے اُن کا کسی حدیث کو بغیر تنقید کے نقل

---

(۱) آپ کا پورا نام سید مرتضی الزبیدي بن محمد بن محمد ہے، (۱۱۴۵-۱۲۰۵ھ = ۱۷۳۲-۱۷۹۰ء) آپ فقیہ، محدث، لغت اور اصول کے امام تھے، آپ نے عبد الرحمٰن العید، شیخ بلیدی، شیخ صعیدی اور شیخ احمد الملوی رحمہم اللہ سے علم حاصل کیا، آپ کی تصانیف میں "اتحاف السادة المتقین" اور "تاج العروس" شامل ہیں۔ (طبقات النسابین لأبي زید بکر بن عبدالله ۱/ ۱۸۱).(ج)

(۲) إیضاح المکنون لإسماعیل باشا، باب الألف ۳/۱۸، ونصه: «إتحاف السادة المتقین في شرح إحیاء علوم الدین لأبي الفیض السید محمد بن محمد الزبیدي الشهیر بمرتضی الحسیني». (ج)

(۳) فتح المغیث للسخاوي، الموضوع ۱/ ۳۱۲، ونصه: «و(عنی) ابن الصلاح لهذا الجامع الحافظ الشهیر (أبا الفرج) بن الجوزي، بل ربما أدرج فیها الحسن، والصحیح مما هو في أحد الصحیحین، فضلا عن غیرهما... بل قد أکثر في تصانیفه الوعظیة، وما أشبهها من إیراد الموضوع وشبهه». (ج)

(۴) تذکرة الحفاظ للذهبي، الطبقة الثامنة عشرة ۴/ ۱۵۳، ونصه: «المنذري عبد العظیم بن عبد القوي... عدیم النظیر في علم الحدیث علی اختلاف فنونه، عالما بصحیحه وسقیمه ومعلوله وطرقه، متبحرا في معرفة أحکامه ومعانیه ومشکله؛ قیما بمعرفة غریبه وإعرابه واختلاف ألفاظه، إماما حجة ثبتا ورعا متحریا فیما یقوله متثبتا فیما یرویه». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

کر دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اُن کے نزدیک وہ حدیث قابلِ استدلال ہے، لیکن انہوں نے اپنی مشہور کتاب "الترغیب والترهیب" میں ایک خاص اصطلاح مقرر کی ہے جس سے ناواقفیت کے سبب اکثر لوگوں کو دھوکہ ہو جاتا ہے، وہ اصطلاح یہ ہے کہ جو روایت اُن کے نزدیک صحیح یا حسن ہوتی ہے یا کسی درجہ میں مقبول ہو سکتی ہے، اس کو وہ لفظ "عَنْ" کے ساتھ روایت کرتے ہیں، مثلاً: عن أبي هريرة، لیکن جو حدیث بالکل ضعیف ہوتی ہے، وہ اس کو "روي عن" کہہ کر روایت کرتے ہیں، مثلاً: "روي عن ابن عمر رضي الله عنه كذا" اور سند پر کوئی کلام نہیں کرتے،(۱) جو لوگ اس اصطلاح سے ناواقف ہیں، وہ دوسری قسم کی احادیث کو بھی اس اعتماد پر قابلِ استدلال سمجھ لیتے ہیں کہ انہیں حافظ منذریؒ نے بغیر کسی کلام کے ذکر کیا ہے، حالانکہ وہ صحیح نہیں ہوتیں۔

حافظ ابن حجر العسقلانیؒ:

چوتھے کثیر التصنیف عالم حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ ہیں، یہ حدیث کے مشہور امام، حافظ اور نقاد ہیں، علماء نے لکھا ہے کہ ان کی کتاب "فتح الباري" اور "التلخيص الحبير" میں جو حدیث بغیر کسی کلام کے آئی ہو، وہ کم از کم حسن ضرور ہوتی ہے۔(۲)

علامہ ذہبیؒ:

پانچویں کثیر التصنیف عالم حافظ شمس الدین ذہبیؒ ہیں، یہ بلاشبہ علمِ حدیث کے بہترین نقاد ہیں،(۳) لہٰذا

---

(۱) الترغيب والترهيب للمنذري، مقدمة ۱/۳۷، ونصه: «فإذا كان إسناد الحديث صحيحا أو حسنا أو ما قاربهما صدّرته بلفظة: عن... وإذا كان في الإسناد من قيل فيه كذاب، أو وضاع، أو متهم، أو مجمع على تركه، أو ضعفه، أو ذاهب الحديث، أو هالك أو ساقط، أو ليس بشيء، أو ضعيف جدًا، أو ضعيف فقط، أو لم أر فيه توثيقا بحيث لا يتطرق إليه احتمال التحسين صدّرته بلفظة: روي، ولا أذكر ذلك الراوي ولا ما قيل فيه ألبتة فيكون للإسناد الضعيف دلالتان: تصديره بلفظة: روي، وإهمال الكلام عليه في آخره». (ج)

(۲) قواعد في علوم الحديث للعلامة ظفر أحمد العثماني، الفصل الثاني، ص: ۸۹، ونصه: «ما ذكره الحافظ من الأحاديث الزائدة في فتح الباري وسكت عنه، فهو صحيح، أو حسن عنده... قلت، وكذا في سكوت الحافظ عن حديث في التلخيص الحبير دليل على صحته أو حسنه». (ج)

(۳) طبقات الحفاظ للسيوطي، الطبقة الحادية والعشرين، ص: ۵۲۱، ونصه: «االذهبي الإمام الحافظ محدث العصر، وخاتمة الحفاظ، ومؤرخ الإسلام، وفرد الدهر، والقائم بأعباء هذه الصناعة». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ان کی کتابوں میں بھی کسی حدیثِ ضعیف کے بغیر کلام کے آجانے کا احتمال بہت کم ہے، البتہ ان کی ''کتاب الکبائر'' میں ضعیف احادیث بھی آگئی ہیں۔

علامہ سیوطیؒ:

چھٹے عالم علامہ جلال الدین سیوطیؒ ہیں، یہ اگرچہ ہر علم وفن میں مجتہدانہ مقام رکھتے ہیں، لیکن تصحیحِ احادیث کے معاملہ میں بہت متساہل ہیں، چنانچہ علمِ حدیث میں ان کا لقب ''حاطبِ لیل'' مشہور ہے،[1] چنانچہ یہ جب کسی موضوع پر احادیث نقل کرتے ہیں تو ہر قسم کی رطب و یابس احادیث لے آتے ہیں اور اُن پر کوئی تنقید نہیں کرتے، اُن کی کتاب "الخصائص الکبری" اور تفسیر "الدر المنثور" اور "الإتقان" ہر قسم کی رطب و یابس احادیث کا مجموعہ ہیں اور "الجامع الصغیر" کے بارے میں، اگرچہ انہوں نے خود ابتداءِ کتاب میں یہ لکھا کہ میں اس کتاب میں کسی کذاب یا وضاع کی حدیث نقل نہیں کروں گا،[2] لیکن اس کے باوجود انہوں نے "الجامع الصغیر" میں بہت سی موضوع احادیث بھی ذکر کردی ہیں،[3] یہاں تک کہ اُن میں بعض احادیث ایسی بھی ہیں، جنہیں خود علامہ سیوطیؒ نے "اللآلي المصنوعة" میں موضوع قرار دیا ہے، اب اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ ان سے سہو ہوگیا، یا یہ ہے کہ بعد میں ان کی رائے بدل گئی ہو اور یہ بات پہلے بھی ذکر کی جاچکی ہے کہ "الجامع الصغیر" میں ہر حدیث کے ساتھ ''صح''، ''ح''، یا ''ض'' کے جو موز بنے ہوئے ہیں، وہ قابلِ اعتماد نہیں ہیں؛ کیونکہ علامہ عبدالرؤف مناویؒ نے "فیض القدیر شرح لجامع الصغیر" میں لکھا ہے کہ ان میں سے بہت سے رموز بعد کے لوگوں نے لکھے ہیں اور جو علامہ سیوطیؒ نے لکھے ہیں، اُن میں بہت تحریف ہوگئی ہے۔

---

(۱) خلاصة الأثر لمحمد أمين المحبي، حرف الميم ۳۴۶/۳، ۳۴۷، ونصه: «كتب السيوطي؛ فإنها وإن كانت كثيرة فليست بهذه المثابة على أن كثيرا منها مجرد جمع بلا تحرير، وأكثرها في الحديث من غير تميز الطيب من غيره بل كأنه حاطب ليل». (ج)

(۲) التيسير بشرح الجامع الصغير للمناوي، المقدمة ۴/۱، ونصه: «(وصنته) أي: حفظت هذا الجامع (عما) أي: عن إثبات حديث (تفرد به) أي: بروايته راو (وضاع) للحديث على النبي (أو كذاب) أي: كثير الكذب في كلامه وإن لم يعرف بالوضع». (ج)

(۳) التنوير شرح الجامع الصغير للأمير الصنعاني، المقدمة ۱۳۱/۱، ونصه: «وصنته عما تفرد به وضاع أو كذاب، فإن هذا العزم لم يتم له الوفاء به، فقد وقع منه في الجامع الصغير نفسه وفي غيره من كتبه أيضا أحاديث كثيرة هي من الحديث الموضوع». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

علامہ ابن تیمیہؒ:

ساتویں کثیر التصنیف عالم ابنِ تیمیہؒ ہیں، یہ احادیث کے معاملہ میں ضرورت سے زیادہ متشدد ہیں اور صحیح وحسن احادیث کو بھی بعض اوقات ضعیف قرار دیتے ہیں، حافظ ابنِ حجرؒ نے "لسان المیزان" (۱) میں یوسف بن حسین بن مطہر الحلیؒ کے ترجمہ کے تحت لکھا ہے کہ علامہ ابنِ تیمیہ نے "منہاج السنۃ" میں بہت سی صحیح احادیث کو بھی نا قابلِ استدلال قرار دے دیا ہے۔ (۲)

علامہ ابن القیمؒ:

آٹھویں عالم علامہ ابن القیمؒ (۳) ہیں، یہ علامہ ابن تیمیہؒ کے شاگرد اور علمِ حدیث میں مقامِ بلند کے حامل ہیں، اکثر وبیشتر احادیث نقل کرنے میں صحت کا اہتمام کرتے ہیں، لیکن بعض اوقات ضعیف احادیث کی نہ صرف توثیق کرتے ہیں، بلکہ اُن کو متواتر کی طرح قطعی قرار دیتے ہیں اور بعض مرتبہ قابلِ استدلال احادیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔

علامہ قرطبیؒ:

نویں عالم علامہ قرطبیؒ ہیں، ان کے بارے میں ہمارے استاذ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ الحلبی (۴) حفظہ اللہ

---

(۱) یہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی کتاب ہے، رجال حدیث کے حالات پر مشتمل یہ کتاب دس جلدوں میں شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ کی تحقیق کے ساتھ دار البشائر الاسلامیہ سے ۲۰۰۲ میں چھپ چکی ہے۔ (ج)

(۲) لسان الميزان لابن حجر العسقلاني، حرف الياء، من اسمه يوسف ۸/۵۵۱، ونصه: «يوسف بن الحسن بن المطهر الحلي الرافضي المشهور، وقيل: اسمه يوسف بن الحسين... صنف كتابه في فضائل علي، فتعقبه الشيخ تقي الدين ابن تيمية في كتاب كبير... لكنه رد في رده كثيرا من الأحاديث الجياد». (ج)

(۳) آپ کا پورا نام شمس الدين محمد بن أبي بكر بن أيوب دمشقي ہے، (۶۹۱-۷۵۱ھ=۱۲۹۲-۱۳۵۰م) آپ نے ابن قیم جوزیہ کے نام سے شہرت پائی، آپ نے علامہ ابن تیمیہؒ سے کسب علم کیا اور ان کے اقوال ونظریات کو خوب جلاء بخشی حتی کہ ان کے تفردات کو بھی اختیار کیا، آپ نے "إعلام الموقعين"، "شفاء العليل"، "زاد المعاد"، "مدارج السالكين" سمیت کثیر کتب تصنیف فرمائیں۔ (الدرر الكامنة لابن حجر العسقلاني ۵/۱۴۰). (ج)

(۴) آپ کا پورا نام عبد الفتاح بن محمد بن بشير بن حسن أبو غدة ہے، (۱۳۳۵-۱۴۱۷ھ=۱۹۱۷-۱۹۹۷م) علامہ، محدث، فقیہ اور محقق ہیں۔ آپ نے جامعہ ازہر میں تعلیم پائی، آپ کے اساتذہ میں شیخ مصطفی الزرقا، راغب الطباخ اور علامہ زاہد کوثری رحمہم اللہ شامل ہیں، آپ نے جامعہ دمشق اور جامعہ امام محمد بن سعود ریاض سمیت کئی جامعات میں تدریس کی خدمات سرانجام دیں۔ (المعجم الجامع في تراجم المعاصرين لأعضاء ملتقى أهل الحديث ۱/۲۱۰). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

تعالیٰ نے "الأجوبة الفاضلة" کے حواشی میں لکھا ہے کہ ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی تفسیر میں جس حدیث کو قابلِ اعتماد سمجھتے ہیں، اسے حوالہ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں(۱) اور جس کے بارے میں انہیں شبہ ہوتا ہے، اس کو بغیر حوالے کے نقل کر دیتے ہیں، لہٰذا دوسری قسم کی احادیث پر بغیر تحقیق کے اعتماد نہ کرنا چاہیے۔

علامہ نوویؒ:

دسویں عالم علامہ نوویؒ ہیں،(۲) یہ حدیث کے معاملہ میں بہت محتاط ہیں اور عموماً ضعیف اور موضوع احادیث کو بغیر تنبیہ ذکر نہیں کرتے، چنانچہ حدیث کے معاملہ میں اُن کی کتب پر اعتماد کیا جاسکتا ہے، البتہ "کتاب الأذکار" اس سے مستثنیٰ ہے؛ کیونکہ اس میں ضعیف احادیث بھی آ گئی ہیں۔

آخر میں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ وعظ وتصوف، تاریخ وسِیَر، علاماتِ قیامت، بدء الخلق اور تفسیر وغیرہ کی روایات میں عموماً ضعیف اور موضوع احایث کی بڑی کثرت ہوتی ہے، لہٰذا ان ابواب میں پوری احتیاط اور تحقیق سے کام لینا چاہیے۔

---

(۱) التعليقات الحافلة على الأجوبة الفاضلة للشيخ عبد الفتاح أبي غدة، ص: ۱۳۸، ونصه: «والذي يبدو لي من النظر في تفسيره أن عادته في رواية الأحاديث الصحيحة أن ينسبها إلى مصدرها إلخ». (ج)

(۲) المنهل العذب الروى في ترجمة قطب الأولياء النووي للسخاوي، ص: ۴۰. (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

طبقاتُ الرُّواۃ:

راویانِ حدیث کے طبقات دو مختلف حیثیتوں سے بیان کیے گئے ہیں، ایک راویوں کی قوّتِ حفظ اور صحبتِ شیخ کے اعتبار سے اور دوسرے اُن کے زمانہ اور تاریخ کے اعتبار سے۔

پہلی حیثیت سے راویوں کے پانچ طبقے ہیں، ہمارے علم کے مطابق ان طبقاتِ خمسہ کو سب سے پہلے علامہ ابوبکر حازمیؒ[1] نے اپنی کتاب "شروط الأئمة الخمسة"[2] میں ص: ۴۳[3] پر ذکر کیا ہے، وہ طبقاتِ خمسہ یہ ہیں:

قوتِ حفظ اور صحبتِ شیخ کے اعتبار سے رواۃ کے پانچ طبقات:

(۱) قوي الضَبط، كثير الملازمة: یعنی جن کا حافظہ بھی قوی ہو اور انہوں نے اپنے استاذ و شیخ کی صحبت بھی زیادہ حاصل کی ہو۔

(۲) قوي الضَبط، قليل الملازمة: یعنی جن کا حافظہ تو قوی ہو، لیکن انہوں نے اپنے شیخ کی صحبت زیادہ حاصل نہ کی ہو۔

---

(۱) آپ کا پورا نام محمد بن موسی بن عثمان أبو بکر الحازمی ہے، (۵۴۸-۵۸۴ھ=۱۱۵۳-۱۱۸۸م) الحازمی کے نام سے مشہور ہیں، رجال حدیث کے عالم تھے، آپ کی تصانیف میں "الفصيل في مشتبه النسبة"، "الاعتبار في الناسخ والمنسوخ من الآثار" شامل ہیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي، الطبقة الحادية والثلاثون ۲۱/۱۶۷). (ج)

(۲) یہ کتاب قاہرہ سے ۱۳۵۷ میں شیخ کوثری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیقات کے ساتھ چھپ چکی ہے اور کتب خانہ دار العلوم کراچی میں موجود ہے، انتہائی مفید اور مطالعہ کے لیے ناگزیر ہے۔ (ر)

(۳) شروط الأئمة الخمسة للحازمي، مذاهب الأئمة الخمسة في كيفية استنباط إلخ، ص: ۴۲-۴۴، ونصه: «فمن كان في الطبقة الأولى فهو الغاية في الصحة وهو غاية مقصد البخاري ... والطبقة الخامسة نفر من الضعفاء والمجهولين لا يجوز لمن يخرج الحديث على الأبواب أن يخرج حديثهم إلا على سبيل الاعتبار والاستشهاد». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

(۳) قليل الضبط، كثير الملازمة: یعنی جن کا حافظہ کمزور ہو، البتہ انہوں نے اپنے شیوخ کی صحبت زیادہ حاصل کی ہو۔

(۴) قليل الضبط، قليل الملازمة: یعنی جن کا حافظہ تو کم ہو ہی، اس کے علاوہ انہوں نے صحبتِ شیخ بھی کم حاصل کی ہو۔

(۵) الضعفاء والمجاهيل: انہی طبقاتِ خمسہ کے اعتبار سے "صحاح ستہ" کا درجۂ استناد معین کیا گیا، امامِ بخاری کا معمول یہ ہے کہ وہ مستقلاً صرف پہلے طبقہ کی احادیث لاتے ہیں، البتہ کبھی کبھی استشہاد کے طور پر دوسرے طبقہ کو بھی لے آتے ہیں، اس لیے صحت کے اعتبار سے اُن کی جامع سب پر مقدم ہے۔

امامِ مسلمؒ پہلے دونوں طبقوں کو تو بلا تکلف لاتے ہیں، البتہ انہوں نے کہیں کہیں شاذ و نادر بطورِ استشہاد تیسرے طبقہ کو بھی لیا ہے، اس لیے صحت کے اعتبار سے اُن کی کتاب دوسرے نمبر پر ہے۔

امام نسائیؒ پہلے تین طبقوں کو مستقلاً لائے ہیں، اس لیے ان کی کتاب تیسرے نمبر پر ہے۔

امام ابوداؤدؒ نے چونکہ تینوں طبقات کے ساتھ استشہاد کے طور پر طبقۂ رابعہ کی روایات بھی لی ہیں، اس لیے اُن کی سنن کا نمبر چوتھا ہے۔

امامِ ترمذیؒ چوتھے طبقہ کو مستقلاً اور بعض مقامات پر پانچویں طبقہ کو بھی لے آئے ہیں، اس لیے ان کی کتاب پانچویں نمبر پر ہے۔

اور امام ابنِ ماجہؒ نے چونکہ پانچوں طبقات کی روایات بلا تکلف اور مستقلاً ذکر کی ہیں، اس لیے وہ چھٹے نمبر پر ہے۔

لہٰذا قوتِ سند کے اعتبار سے "صحاحِ ستہ" کی ترتیب یوں ہے:

(۱) "البخاري" (۲) "مسلم" (۳) "النسائي" (۴) "أبو داود" (۵) "الترمذي" (۶) "ابن ماجه"۔

ابنِ ماجہ میں ضعیف اور منکر روایات کا بڑا اجتماع ہے، بلکہ اس میں بعض روایات موضوع بھی آگئی ہیں، جن کی تعداد بعض نے سترہ، بعض نے انیس، بعض نے اکیس اور بعض نے پچیس بتلائی ہے،[1] اسی لیے

---

(۱) تاريخ مدينة دمشق لابن عساكر، محمد بن يزيد بن ماجه ۵۶/۲۷۲، ونصه: «قال أبو ذرعة الرازي طالعت كتاب أبي عبدالله ابن ماجه، فلم أجد إلا قدرا يسيرا مما فيه شيء، وذكر قريب تسعة عشر». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

محدثین کے ایک طبقہ نے اسے صحاح میں شامل نہیں کیا، بلکہ اس کی جگہ بعض نے "موطأ إمام مالك" اور بعض نے "مسند الدارمي" کو رکھا ہے، لیکن ابنِ ماجہ کی حسنِ ترتیب کی بنا پر جمہور کا رجحان اسے صحاح میں شامل کرنے کا رہا ہے۔

تاریخی اعتبار سے رواۃ کے بارہ طبقات:

رُواۃ کے یہ طبقات معیارِ استناد کے اعتبار سے تھے، تاریخی اعتبار سے راویانِ حدیث کے بارہ طبقات مقرر کیے گئے اور جب رجال کی کتابوں میں کسی راوی کا کوئی طبقہ بیان کیا جاتا ہے، تو اس سے مراد یہی تاریخی طبقات ہوتے ہیں، ان تاریخی طبقات کو سب سے پہلے حافظ ابنِ حجرؒ نے "تقريب التهذيب" میں بیان فرمایا،(۱) بعد کے حضرات نے انہی کا اتباع کیا، وہ طبقات یہ ہیں:۔

(۱) طبقة الصحابة: اس میں تمام صحابہ داخل ہیں بلافرقِ مراتب۔

(۲) طبقة كبار التابعين: جیسے: حضرت سعید بن المسیب۔(۲)

(۳) الطبقة الوسطى من التابعين: جیسے: حسن بصریؒ(۳) ومحمد بن سیرینؒ۔

(۴) الطبقة بعد الوسطى: جن کی روایتیں صحابہ سے کم اور کبارِ تابعین سے زیادہ ہیں، جیسے: امام زُہریؒ، قتادہؒ، وغیرہ۔

(۵) الطبقة الصغرى من التابعين: یہ وہ حضرات ہیں، جنہوں نے ایک یا دو صحابہ کی زیارت کی

---

(۱) تقريب التهذيب لابن حجر العسقلاني، مقدمة المصنف، ص: ۷۴، ونصه: «وباعتبار ما ذكرت، انحصر لي الكلام على أحوالهم في اثنتي عشرة مرتبة، وحصر طبقاتهم في اثنتي عشرة طبقة فأما المراتب فأولها: الصحابة... الثانية عشرة: من أطلق عليه اسم الكذب، والوضع». (ج)

(۲) آپ کا پورا نام سعيد بن المسيب بن حزن بن أبي وهب المخزومي القرشي ہے، (۱۳-۹۴ھ = ۶۳۴-۷۱۳م) آپ کبارِ تابعین میں سے تھے اور مدینہ منورہ میں فقہ وحدیث کے بڑے امام تھے، مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ (وفيات الأعيان لابن خلكان ۲/۳۷۵). (ج)

(۳) آپ کا پورا نام حسن بن أبي الحسن يسار البصري ہے، (۲۱-۱۱۰ھ = ۶۴۱-۷۲۸م) مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، ان کی ماں کا نام خیرہ تھا، جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ باندی تھی، کبارِ تابعین میں سے تھے، آپ نے سیدنا عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کو دیکھا لیکن ان سے سماع ثابت نہیں۔ (وفيات الأعيان لابن خلكان ۲/۶۹، وتذكرة الحفاظ للذهبي ۱/۵۷). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ہے، لیکن اُن سے روایات نہیں لیں، جیسے: سلیمان الاعمشؒ۔

(٦) الطبقة الأخيرة من التابعين: یہ وہ حضرات ہیں، جو پانچویں طبقہ کے معاصر ہیں، لیکن انہوں نے کسی صحابی کی زیارت نہیں کی، جیسے: ابنِ جریج، درحقیقت یہ تابعی نہیں ہیں، لیکن تابعین کے معاصر ہونے کی وجہ سے ان کو تابعین کے طبقات میں شمار کیا گیا ہے۔

(۷) كبار أتباع التابعين: جیسے: امام مالکؒ اور سفیان ثوریؒ۔

(۸) الطبقة الوسطى من أتباع التابعين: جیسے: اسماعیل ابن علیہؒ اور سفیان بن عیینہؒ۔ (۱)

(۹) الطبقة الصغرى من أتباع التابعين: جیسے: امامِ شافعیؒ، امام عبدالرزاقؒ وغیرہ۔

(۱۰) كبار الآخذين عن تبع الأتباع: جیسے: امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ۔

(۱۱) الطبقة الوسطى منهم: جیسے: امام بخاریؒ، امام ذہلیؒ وغیرہ۔

(۱۲) الطبقة الصغرى منهم: جیسے: امام ترمذیؒ اور ان کے معاصرین۔

ان بارہ طبقات میں سے دو طبقوں کے بیشتر رُواۃ پہلی صدی ہجری کے ہیں اور تیسرے طبقہ سے آٹھویں طبقہ تک کے بیشتر رُواۃ دوسری صدی ہجری کے ہیں اور نویں طبقہ سے لے کر بارہویں طبقہ تک کے رُواۃ تیسری صدی ہجری کے ہیں۔

ان طبقات کے مقرر کرنے سے "أسماء الرجال" کے مصنفین کو بڑی سہولت ہوگئی ہے، اس لیے کہ کتبِ رجال کے مصنفین کا دستور ہے کہ وہ ہر راوی کے ساتھ اس کے اساتذہ اور شاگردوں کی ایک طویل فہرست نقل کرتے ہیں، اساتذہ کا ذکر کرتے ہوئے ان کی عبارت یوں ہوتی ہے: "روى عن فلان وعن فلان" اور شاگردوں کے تذکرہ کے وقت اُن کی عبارت یوں ہوتی ہے: "روى عنه فلان وفلان" لیکن جب مختصر کتبِ رجال لکھی گئیں تو ان میں استادوں اور شاگردوں کی طویل فہرست لکھنے کے بجائے راوی کا صرف تاریخی طبقہ بیان کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے، یہ طریقہ سب سے پہلے حافظ ابنِ حجرؒ نے "تقریب التہذیب" میں شروع کیا، بعد میں دوسرے حضرات نے اُن کی پیروی کی، اسی لیے اب راوی کے ساتھ

---

(۱) آپ کا پورا نام سفیان بن عيينة بن أبي عمران الهلالي ہے، (۱۰۷-۱۹۸ھ=۷۲۵-۸۱۴م) امام، عالم، حجہ، ثقہ راوی اور عابد وزاہد ہیں، آپ نے زہری، ابوالزناد، اعمش اور عمرو بن دینار رحمہم اللہ وغیرہ سے روایات لی ہیں، آپ سے احادیث نقل کرنے والوں میں امام شافعی، شعبہ بن حجاج اور ابن جریج رحمہم اللہ وغیرہ مشہور ہیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۷/۴۱۴). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

صرف اتنا لکھنا کافی ہوجاتا ہے، "ثقة من الثالثة" وغیرہ یعنی وہ متوسط تابعین میں سے ہیں، اس طرح اساتذہ اور شاگردوں کی طویل فہرست لکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

اقسامِ تحمّلِ حدیث:

شیخ سے احادیث حاصل کرنے کو اصطلاحاً ''تحمّل'' کہتے ہیں اور اس کی پانچ قسمیں ہیں، ان قسموں کا مختصر تعارف درجِ ذیل ہے:

السّماع:

اس کا مطلب یہ ہے کہ اُستاذ حدیث پڑھے اور شاگرد سُنے، اس صورت میں شاگرد کے لیے "حدّثني"، "أخبرني"، "سمعتُ فلاناً يقول" کے صیغے استعمال کرنے کی اجازت ہے، پھر اس میں اختلاف ہے کہ ان میں کون سا صیغہ افضل ہے، بعض حضرات نے ''سمعتُ'' کے صیغہ کو ترجیح دی ہے اور بعض نے "حدّثني" کو۔[1]

القراءة على الشيخ:

یعنی شاگرد حدیث پڑھے اور اُستاذ سُنے، اس صورت میں بھی شاگرد کے لیے استاذ سے روایت جائز ہے[2] اور اس قسم میں "أخبرني" "أنبأني" اور "قرأت عليه" کے صیغے استعمال کیے جاتے ہیں، اگر جماعت ایک سے زیادہ ہو تو "أخبرنا" اور "أنبأنا" کہا جاتا ہے، بعض حضرات نے ان دونوں میں بھی فرق کیا ہے کہ جماعت میں سے جو شاگرد پڑھ رہا ہو وہ "أخبرنا" کہے گا اور دوسرے شاگرد جو سُن رہے ہیں "أنبأنا" کہیں گے، "أنبأنا" کی صورت میں الفاظ "قرأت عليه" "وأنا أسمع" کا اضافہ مستحسن ہے، پھر اس میں اختلاف ہے کہ ''سماع'' اور "قراءة على الشيخ" ان دونوں میں سے

---

(۱) معرفة أنواع علوم الحديث لابن الصلاح، القسم الأول، ص: ۱۳۲، ونصه: «القسم الأول السماع من لفظ الشيخ وهو ينقسم... وسمعت فلانا يقول». (ج)

(۲) المصدر السابق، ص: ۱۳۷، ونصه: «القسم الثاني من أقسام الأخذ والتحمل: القراءة على الشيخ... ولا خلاف أنها رواية صحيحة». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

کون سا طریقہ افضل ہے؟

امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ سے منقول ہے کہ وہ سماع کو افضل کہتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک "قراءة علی الشیخ" افضل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں احتیاط اور تثبّت زیادہ ہے، اس لیے کہ اگر شاگرد کوئی غلطی کرے تو استاذ اس کی اصلاح کر سکتا ہے۔

حافظ سخاویؒ نے قولِ فیصل یہ بیان کیا ہے کہ اصل چیز خطا کے امکان سے بچنا ہے اور یہ چیز جس طریقہ میں زیادہ حاصل ہو، وہ افضل ہے اور حالات کے اختلاف سے کہیں یہ بات سماع میں حاصل ہوتی ہے اور کہیں قراءة میں۔(۱)

المراسلة یا المکاتبة:

یعنی خط میں لکھ کر کسی کے پاس روایت میں بھیجنا، اس میں اختلاف ہے کہ ایسی صورت میں شاگرد کے لیے روایت کرنا کب جائز ہوتا ہے؟

بعض حضرات کے نزدیک جب تک شیخ کی طرف سے روایت کی مصرح اجازت نہ ہو، شاگرد کے لیے روایت جائز نہیں، لیکن معتمد بات یہ ہے کہ اگر شاگرد شیخ کے خط کو پہچانتا ہو تو روایت جائز ہے، خواہ اجازت کی

---

(۱) ملاحظہ: اس مسئلے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں منقول ہیں: ایک یہ کہ سماع اور قراءة علی الشیخ کا درجہ مساوی ہے اور دوسری یہ کہ قراءة علی الشیخ افضل ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قراءة اور سماع کا درجہ مساوی ہے، لیکن امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما سے متعلق سماع کے افضل ہونے کی روایت ہمیں نہ مل سکی۔ واختلفوا في القراءة على الشيخ هل تساوي القسم الأول -وهو السماع من لفظه- أو هي دونه، أو فوقه؟ على ثلاثة أقوال: فذهب مالك وأصحابه ومعظم علماء الحجاز والكوفة والبخاري إلى التسوية بينهما، وحكاه أبو بكر الصيرفي في كتاب " الدلائل " عن الشافعي، فقال: وباب الحديث عند الشافعي رحمه الله في القراءة على المحدث، والقراءة منه سواء، وذهب ابن أبي ذئب، وأبو حنيفة النعمان بن ثابت إلى ترجيح القراءة على الشيخ على السماع من لفظه، وحكي ذلك عن مالك أيضا، حكاه عنه ابن فارس، وحكاه أيضا عن ابن جريج، والحسن بن عمارة، ورواه الخطيب في "الكفاية " عن مالك أيضا، والليث بن سعد وشعبة وابن لهيعة ويحيى بن سعيد ويحيى بن عبد الله بن بكير والعباس بن الوليد بن مزيد، وأبي الوليد، وموسى بن داود الضبي الخلقاني، وأبي عبيد القاسم بن سلام، وأبي حاتم، وذهب جمهور أهل الشرق إلى ترجيح السماع من لفظ الشيخ على القراءة عليه، وهو الصحيح. (شرح التبصرة والتذكرة لأبي الفضل العراقي، أقسام التحمل، ص: ۳۹۳، ۳۹۴، وكذا في تيسير مصطلح الحديث لأبي حفص محمود النعيمي، ص:۱۹۸).(ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

تصریح نہ ہو،(۱) البتہ اس صورت میں "حدّثني" یا "أخبرني" کا صیغہ استعمال نہیں کیا جا سکتا، بلکہ "کَاتَبَنِي" یا "كَتَبَ إِلَيَّ" یا "أَرْسَلَ إِلَيَّ" کے الفاظ مستعمل ہوں گے۔(۲)

المناولة:

یعنی شیخ اپنی مرویات کا کوئی مجموعہ شاگرد کے حوالہ کرے۔ بعض حضرات نے اس سے روایت کرنے کے لیے بھی شیخ کی اجازتِ مصرحہ کو ضروری قرار دیا ہے،(۳) لیکن یہاں بھی قولِ فیصل یہ ہے کہ صریح اجازت کی ضرورت نہیں، اگر شاگرد کو یہ اعتماد ہو کہ استاذ نے یہ مجموعہ روایت کے لیے دیا ہے تو وہ روایت کر سکتا ہے، البتہ یہاں بھی "حدّثني" یا "أخبرني" کہنا جائز نہیں، بلکہ "ناولني" کہنا چاہیے۔(۴)

الوِجادة:

یعنی کسی شیخ کی مرویات کے مجموعہ کا شیخ کے علاوہ کسی اور طریقہ سے مل جانا۔(۵) اس کے بارے میں اکثر حضراتِ محدثین کا مسلک یہ ہے کہ اس سے روایت جائز نہیں؛ کیونکہ ممکن ہے کہ شیخ نے یہ مجموعہ موضوعات یا معلولات کو یاد رکھنے کے لیے تیار کیا ہو، بعض حضرات اس سے بھی روایت کو جائز قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس صورت میں اگر شیخ کے خط پر اعتماد ہو تو "وجدتُ بخطِ فلان" کے الفاظ سے روایت کرنے

---

(۱) شرح التبصرة والتذكرة لزين الدين العراقي ۱/۴۱۶، ونصه: «القسم الثالث من أقسام الأخذ والتحمل: الإجازة، وهي ... إجازة معين لمعين، كأن يقول: أجزت لكم، أو لفلان الفلاني: ويصفه بما يميزه الكتاب الفلاني، أو ما اشتملت عليه فهرستي». (ج)

(۲) معرفة أنواع علوم الحديث لابن الصلاح، ص: ۲۸۶، ونصه: «والمختار قول من يقول فيها: (كتب إلي فلان: قال حدثنا فلان بكذا وكذا)، وهذا هو الصحيح اللائق بمذهب أهل التحري والنزاهة، وهكذا لو قال: (أخبرني به مكاتبة، أو كتابة) ونحو ذلك من العبارات». (ج)

(۳) المصدر السابق، ص: ۲۷۸، ونصه: «القسم الرابع من أقسام الأخذ والتحمل: المناولة، وهي ... أن يناوله شيئا من سماعه، أصلا أو فرعا مقابلا به، ويقول: هذا من سماعي، أو روايتي عن فلان، فاروه عني». (ج)

(۴) المصدر السابق، ص: ۲۸۲، ونصه: «والصحيح والمختار الذي عليه عمل الجمهور ... المنع ... حدثنا وأخبرنا ... فيقول أخبرنا أو حدثنا فلان مناولة ... أو ناولني فلان». (ج)

(۵) المصدر السابق، ص: ۲۸۸، ونصه: «الوِجادة ... إن المولدين فرعوا قولهم وجادة فيما أخذ من العلم من صحيفة من غير سماع، ولا إجازة، ولا مناولة». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

میں کوئی حرج نہیں۔(۱)

احادیث کی تصحیح وتضعیف کے اُصول وقواعد:

اگرچہ احادیث کی تصحیح وتضعیف ایک مستقل فن ہے، جو علم اصول حدیث اور علم جرح وتعدیل میں مدوّن ہو چکا ہے اور یہاں اس کو تمام تفصیلات کے ساتھ بیان کرنا ممکن نہیں ہے، لیکن اس سلسلہ میں چند وہ قواعد بیان کیے جاتے ہیں، جو عام طور سے لوگوں کی نگاہ سے اوجھل رہتے ہیں اور حدیث کے مباحث میں اُن کی ضرورت پڑتی ہے اور جن کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے لوگ حنفیہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حنفیہ کے اکثر مستدلات ضعیف ہیں۔

(۱) احادیث صحیحہ صرف صحیحین میں منحصر نہیں:

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ احادیثِ صحیحہ صرف "صحیح البخاري" یا "صحیح مسلم" میں منحصر ہیں، نیز بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ جو حدیث "صحیحین" میں نہ ہو وہ لازماً کمزور ہوگی اور وہ کسی حال میں بھی "صحیحین" کی حدیث کا معارضہ نہیں کر سکتی، حالانکہ یہ خیال بالکل غلط ہے؛ کیونکہ کسی حدیث کی صحت کا اعتبار اس کے "بخاری" یا "مسلم" میں ہونے پر نہیں، بلکہ اس کی اپنی سند پر ہے،(۲) خود امامِ بخاریؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنی کتاب میں احادیثِ صحیحہ کا استیعاب نہیں کیا،(۳) لہٰذا یہ عین ممکن ہے کہ کوئی حدیث "صحیحین" میں نہ ہو اس کے باوجود اس کا رتبہ سند کے اعتبار سے "صحیحین" کی بعض احادیث سے بھی بلند ہو،(۴) مثلاً: مولانا عبدالرشید نعمانی نے "ماتمس إلیه الحاجة" میں ابنِ ماجہ کی بعض ایسی روایات نقل کی

---

(۱) المصدر السابق، ص: ۲۹۰، ونصه: «یقول: وجدت في کتاب ظننت أنه بخط فلان». (ج)

(۲) الیواقیت والدرر لعبد الرؤوف المناوي، عدالة رواة الصحیحین وتقدمهم علی غیرهم ۱/۳۷۹، ونصه: «قال الشیخ قاسم: والذي یقتضیه النظر أن ما کان علی شرطهما ولیس له علة مقدم علی ما أخرجه مسلم وحده؛ لأن قوة الحدیث إنما هي النظر إلی رجاله، لا بالنظر إلی کونه في کتاب کذا». (ج)

(۳) إرشاد الساري للقسطلاني، مقدمة، الفصل الرابع في ما یتعلق بالبخاري ۱/۲۹، ونصه: «وقال: ما أدخلت فیه إلا صحیحا وما ترکت من الصحیح أکثر حتی لا یطول». (ج)

(۴) ما تمس إلیه الحاجة لمن یطالع سنن ابن ماجه للعلامة محمد عبد الرشید النعماني، ص: ۴۸، ونصه: «لم یدع البخاري ومسلم الأصحیة في أحادیث کتابیهما، إنما أطلقه بعض الحفاظ من باب أصح الأسانید إلخ». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ہیں، جن کے بارے میں محدثین کا فیصلہ یہ ہے کہ اُن کی سند بخاری کی سند سے بھی افضل ہے، لہٰذا "صحیحین" کو جو "أصحّ الکتب بعد کتاب اللّٰہ" کہا جاتا ہے، وہ مجموعی اعتبار سے ہے نہ کہ ہر ہر حدیث کے اعتبار سے۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل کے لیے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحبؒ کی "إنهاء السَّكن إلى من يطالع إعلاء السّنن" قابلِ دید ہے۔(۱)

(۲) منصبِ تصحیح وتضعیف کے لیے مجتہدانہ صلاحیت:

احادیث کی تصحیح وتضعیف انتہائی نازک کام ہے، جس کے لیے انتہائی وسیع اور عمیق علم کی ضرورت ہے، لہٰذا اس کے اہل وہی لوگ ہیں، جو اس علم میں اجتہاد کے درجہ پر فائز ہیں، اسی بناء پر حافظ ابنِ صلاحؒ نے اپنے مقدمہ میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ پانچویں صدی ہجری کے بعد کسی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی حدیث کو نئے سرے سے صحیح یا ضعیف قرار دے،(۲) لیکن جمہور نے ان کے اس خیال کی مخالفت کی ہے۔

اور محقق بات یہ ہے کہ تصحیح وتضعیف کا منصب کسی زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ علم وفہم کی مطلوبہ شرائط جس کسی میں پائی جائیں، وہ تصحیح وتضعیف کا فیصلہ کرسکتا ہے،(۳) چنانچہ پانچویں صدی ہجری کے بعد بہت سے علماء نے تصحیح وتضعیف کا کام کیا ہے اور اس کو امت نے معتبر مانا ہے، مثلاً: حافظ ذہبیؒ، حافظ ابنِ حجرؒ، علامہ عینیؒ،

---

(۱) قواعد في علوم الحديث للشيخ ظفر أحمد العثماني، الفصل الثاني، ص: ۶۵، ونصه: «أن دعوى أصحية ما في الكتابين أو أصحية البخاري على صحيح مسلم وغيره، إنما تصح باعتبار الإجمال، ومن حيث المجموع دون التفصيل باعتبار حديث وحديث إلخ». (ج)

(۲) معرفة أنواع علم الحديث لابن الصلاح، النوع الأول، ص: ۸۳، ونصه: «إذا وجدنا فيما يروى من أجزاء الحديث وغيرها حديثا صحيح الإسناد، ولم نجده في أحد الصحيحين، ولا منصوصا على صحته في شيء من مصنفات أئمة الحديث المعتمدة المشهورة، فإنا لا نتجاسر على جزم الحكم بصحته، فقد تعذر في هذه الأعصار الاستقلال بإدراك الصحيح بمجرد اعتبار الأسانيد». (ج)

(۳) توجيه النظر لطاهر الجزائري، الفائدة الثانية إلخ ۱/ ۳۷۷، ونصه: «وقد خالف الجمهور ابن الصلاح فقالوا: إن ذلك ممكن لمن تمكن في هذا الفن، وقويت معرفته بالطرق الموصلة إلى ذلك وعليه جرى العمل فقد صحح جماعة من المتأخرين أحاديث، لم يكن لمن تقدمهم فيها تصحيح، فمن المعاصرين لابن الصلاح أبو الحسن علي بن محمد بن عبد الملك بن القطان صاحب كتاب الوهم والإيهام، والحافظ ضياء الدين محمد بن عبد الواحد المقدسي صاحب المختارة وهو كتاب التزم فيه ذكر الصحيح، وقد ذكر فيها أحاديث لم يسبق إلى تصحيحها، والحافظ زكي الدين عبد العظيم المنذري» (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

حافظ سخاویؒ، حافظ زیلعیؒ اور حافظ عراقیؒ جیسے محدثین پانچویں صدی ہجری کے بعد کے ہیں، لیکن اُن کی تصحیح و تضعیف معتبر سمجھی گئی ہے، آخری دَور میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ بھی غالبًا اِس منصب پر فائز تھے۔

(۳) مختلف فیہ راوی کے بارے میں ترجیح کا طریقۂ کار:

بعض اوقات ایک ہی حدیث یا ایک ہی راوی کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ملتے ہیں، بعض حضرات اس کی تضعیف کرتے ہیں اور بعض توثیق۔

سوال یہ ہے کہ ایسے موقع پر کس کے قول کو اختیار کیا جائے؟

اس سوال کے جواب میں حضرت مولانا عبدالحیؒ نے "الأجوبة الفاضلة" میں مفصل بحث کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان اقوال میں ترجیح کے تین طریقے ہیں:(۱)

(۱) پہلا طریقہ یہ ہے کہ اگر دوعلماء میں سے کوئی ایک تصحیح کے معاملہ میں متساہل ہو اور دوسرا محتاط ہو، تو دوسرے کے قول پر عمل کیا جائے گا، مثلاً: ایک حدیث کی حاکمؒ تصحیح کرتے ہیں اور حافظ ذہبیؒ اُسے ضعیف کہتے ہیں، تو حافظ ذہبی کا قول معتبر ہوگا؛ کیونکہ حاکم متساہل ہیں، اسی طرح اگر ایک راوی کو ابنِ حبانؒ ثقہ کہتے ہیں اور دوسرے حضرات غیر ثقہ قرار دیتے ہیں، تو ابنِ حبان کا قول معتبر نہ ہوگا؛ کیونکہ یہ گزر چکا ہے کہ وہ مجاہیل کو بھی ثقات میں شمار کرتے ہیں۔

(۲) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر دو محدثین میں سے کوئی ایک متشدد ہو اور دوسرا معتدل، تو دوسرے کے قول کا اعتبار ہوگا، مثلاً: ابن الجوزیؒ بہت متشدد ہیں اور حافظ ابنِ حجرؒ یا حافظ ذہبیؒ معتدل ہیں، لہٰذا ابن الجوزیؒ کے مقابلہ میں ان دو حضرات کا قول معتبر ہوگا۔

مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے حافظ ابنِ حجرؒ سے نقل کیا ہے کہ ائمۂ جرح وتعدیل میں زمانہ کے اعتبار سے چار طبقات ہیں، انہی طبقات میں حافظ ابنِ حجرؒ نے یہ بتلایا ہے کہ ان میں کون متشدد ہے اور کون معتدل؟

(۱) پہلا طبقہ شعبہ اور سفیانِ ثوریؒ کا ہے، ان دونوں میں شعبہ اشد ہیں۔

---

(۱) اس پوری بحث کے لیے دیکھیے: الأجوبة الفاضلة لعبد الحي اللكنوي، السؤال الرابع: كيف يدفع تعارض أقوال المحدثين ص: ۱۶۰-۱۶۳. (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

(۲) دوسرا طبقہ یحییٰ بن سعید القطانؒ[۱] اور عبدالرحمن بن مہدیؒ[۲] کا ہے، ان دونوں میں یحییٰ اشدؒ ہیں۔

(۳) تیسرا طبقہ یحییٰ بن معینؒ اور علی بن المدینیؒ کا ہے، ان دونوں میں یحییٰ بن معین اشدؒ ہیں۔

(۴) چوتھا طبقہ ابن ابی حاتمؒ اور امام بخاریؒ کا ہے، ان دونوں میں ابن ابی حاتم اشدؒ ہیں، لہٰذا جہاں ان کا اختلاف ہو، وہاں اشدّ کے قول کو چھوڑ کر متوسط کے قول کو اختیار کیا جائے گا۔

مولانا لکھنویؒ فرماتے ہیں کہ ان حضرات کے بعد کے علماء میں علامہ ابن الجوزیؒ،[۳] عمر بن بدر الموصلیؒ، علامہ جوزقانیؒ، حافظ صغانیؒ اور صاحبِ "سفر السعادة" اور ابوالفتح ازدیؒ اور علامہ ابنِ تیمیہؒ بھی متشددین میں سے ہیں، لہٰذا حافظ ابنِ حجر، حافظ ذہبی، حافظ عراقی اور حافظ زیلعی رحمہم اللہ وغیرہ جیسے معتدل علماء کے مقابلہ میں ان حضرات کے اقوال کو چھوڑ دیا جائے گا۔

---

(۱) آپ کا پورا نام أبو سعید یحیی بن سعید بن فروخ القطان تمیمی ہے، (۱۲۰-۱۹۸ھ=۷۳۷-۸۱۳م) حافظ الحدیث، ثقہ راوی اور امام مالک اور شعبہ رحمہما اللہ کے ساتھیوں میں سے تھے، ہشام بن عروہ، عطاء بن سائب رحمہما اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، امام احمد اور اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ آپ کے شاگرد ہیں۔ (تذکرة الحفاظ للذهبي ۱/۲۱۸). (ج)

(۲) آپ کا پورا نام أبو سعید عبدالرحمن بن مهدي بن حسان العنبري البصري ہے، (۱۳۵-۱۹۸ھ=۷۵۲-۸۱۴م) آپ نے ایمن بن نابل اور معاویہ بن صالح رحمہما اللہ سے روایات لی ہیں اور آپ کے شاگردوں میں سے عبداللہ بن مبارک اور امام احمد رحمہما اللہ وغیرہ شامل ہیں، امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "هو أفقه من يحيي القطان". (تذکرة الحفاظ للذهبي ۱/۲۴۱). (ج)

(۳) فتح المغيث للسخاوي، أقسام الحديث، الموضوع، الكتب المصنفة في الموضوع ۱/۳۱۳، ونصه: «والموقع له فيه إسناده في غالبه بضعف راويه الذي رمي بالكذب مثلا، غافلا عن مجيئه من وجه آخر، وربما يكون اعتماده في التفرد قول غيره ممن يكون كلامه فيه محمولا على النبي، هذا مع أن مجرد تفرد الكذاب بل الوضاع، ولو كان بعد الاستقصاء في التفتيش من حافظ متبحر تام الاستقراء غير مستلزم لذلك، بل لا بد معه من انضمام شيء مما سيأتي، ولذا كان الحكم به من المتأخرين عسيرا جدا»، وفي اللآلي المصنوعة للسيوطي، كتاب المبتداء ۱/۱۰۸، ونصه: «واعلم أنه جرت عادة الحفاظ كالحاكم وابن حبان والعقيلي رحمهم الله وغيرهم أنهم يحكمون على حديث بالبطلان من حيثية سند مخصوص لكون راويه، اختلق ذلك السند لذلك المتن، ويكون ذلك المتن معروفا من وجه آخر، ويذكرون ذلك في ترجمة ذلك الراوي يخرجونه به، فيغتر ابن الجوزي بذلك ويحكم على المتن بالوضع مطلقا ويورده في كتاب الموضوعات وليس هذا بلائق»، وفي تدريب الراوي للسيوطي، الحادي والعشرون الموضوع ۱/۲۷۸، ونصه: «وما لم يصب فيه إطلاقه الوضع على أحاديث بكلام بعض الناس في أحد رواتها، كقوله: فلان ضعيف، أو ليس بالقوي أو لين، وليس ذلك الحديث مما يشهد القلب ببطلانه». (ر)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

(۳) تیسرا طریقہ یہ ہے کہ فریقین کے دلائل پر غور کیا جائے اور جس کے دلائل قوی معلوم ہوں، اس کا قول اختیار کیا جائے، لیکن یہ کام وہی شخص کرسکتا ہے جسے علمِ حدیث کے متعلقات پر مکمل عبور حاصل ہو، معتدل علماء کے مابین اختلاف کی صورت میں یہی تیسرا طریقہ اختیار کیا جائے گا، یعنی اگر کسی شخص میں دونوں فریق کے دلائل کا موازنہ کرنے کی صلاحیت ہو، تو وہ موازنہ کرکے کسی قول کو ترجیح دے سکتا ہے، ورنہ جس کے قول پر زیادہ اعتماد ہو، اُسے اختیار کیا جائے۔[۱]

(۴) ایک مجتہد کا قول دوسرے مجتہد کے خلاف حجت نہیں:

احادیث کی تصحیح وتضعیف ایک اجتہادی معاملہ ہے اور ایسی صورت میں کسی بھی مجتہد پر کوئی ملامت نہیں،[۲] نیز کسی مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حدیث اس کے نزدیک قابلِ استدلال ہے،[۳] لہٰذا اس کے مقابلہ میں کسی دوسرے مجتہد کا یہ قول پیش کرنا درست نہیں کہ وہ حدیث ناقابلِ استدلال ہے؛ کیونکہ ایک مجتہد کا قول دوسرے مجتہد کے خلاف حجت نہیں ہوتا۔

(۵) بعد کے زمانہ کا ضعف پہلی تصحیح پر اثر انداز نہ ہوگا:

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی متقدم، مثلاً: امام ابوحنیفہ کو ایک حدیث بالکل صحیح سند سے پہنچی، لیکن اُن

---

(۱) الأجوبة الفاضلة لعبد الحي اللكنوي، السؤال الرابع، ص: ۱۶۱، ونصه: «أحدها: أن يكون صاحب أحد القولين متساهلاً في التصحيح واسع الخطو في الحكم به ... وثانيها: أن يكون أحد الحاكمين متساهلاً في الحكم بالتضعيف والوضع، متشدداً في الجرح ... وثالثها: أن ينظر إلى مأخذ القولين، ويتدبر في أدلة الطرفين إلخ». (ج)

(۲) قواعد في علوم الحديث للعلامة ظفر أحمد العثماني، الفصل الثاني، ص: ۵۶، ونصه: «قد أخرج مسلم عن كثير في كتابه ممن لم يسلم من غوائل الجرح، وكذا في البخاري جماعة تكلم فيهم، فدار الأمر في الرواة على اجتهاد العلماء فيهم، وكذا في الشروط حتى أن من اعتبر شرطاً، أو ألغاه آخر يكون ما رواه الآخر مما ليس فيه ذلك الشرط عنده مكافئا المعارضة المشتمل على ذلك الشرط، وكذا في من ضعف راوياً ووثقه الآخر»، وكذا في فتح القدير لابن الهمام، كتاب الصلاة، باب النوافل ۱/ ۴۴۵. (ج)

(۳) قواعد في علوم الحديث للعلامة ظفر أحمد العثماني، الفصل الثاني، ص: ۵۷، ونصه: «أن المجتهد إذا استدل بحديث كان تصحيحاً له»، وكذا في رد المحتار، كتاب البيوع ۴/ ۵۵۳. (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

کے بعد اس حدیث کی سند میں کوئی ضعیف راوی آ گیا، چنانچہ بعد کے لوگ اُسے ضعیف قرار دیتے ہیں، ظاہر ہے کہ بعد کے لوگوں کی یہ تضعیف امام ابوحنیفہؒ پر حجت نہیں ہو سکتی، حنفیہ کے علاوہ دوسرے علماء نے بھی اس قاعدہ کی تصریح کی ہے، اسی وجہ سے یہ ضروری نہیں کہ جو حدیث امامِ بخاری کے زمانہ میں ضعیف قرار دی گئی ہو، وہ پہلے زمانہ میں بھی ضعیف رہی ہو۔ (۱)

(۶) تصحیح یا تضعیفِ حدیث کا نفس الأمر کے مطابق ہونا ضروری نہیں:

حافظ ابنِ صلاح نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ جب ہم کسی حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں، تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ نفس الأمر میں بھی یقیناً صحیح ہو، بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس میں صحیح کی وہ فنی شرائط موجود ہیں، جو محدثین نے صحیح کے لیے مقرر کی ہیں، لہٰذا ظنِ غالب یہ ہوتا ہے کہ وہ نفس الأمر میں بھی صحیح ہوگی، اس لیے کہ نفس الأمر کی صحت کا یقین تواتر کے بغیر نہیں ہوتا، لہٰذا صحیح میں بھی یہ احتمال موجود ہے کہ نفس الأمری طور پر کوئی غلطی رہ گئی ہو؛ کیونکہ خطأ و نسیان ثقہ سے بھی ممکن ہے اور اس کا امکان ہے کہ کسی راوی سے کوئی وہم ہوا ہو، (۲) البتہ اس احتمال پر عمل اُس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ اس احتمال کا ثبوت دوسرے قرائن و دلائلِ قویہ سے نہ ہو جائے، لہٰذا اگر دوسرے دلائلِ قویہ اس بات پر دلالت کرتے ہوں کہ اس حدیثِ

---

(۱) التقرير والتحبير لابن أمير الحاج، المقالة الثانية، الباب الثالث، فصل في التعارض ۳/۳۱، ونصه: «ثم مما ينبغي التنبه له أن أصحيتها على ما سواهما تنزلا، إنما يكون بلزمانها من بعدهما، لا المجتهدون المتقدمون عليها؛ فإن هذا مع ظهوره قد يخفى على بعضهم أو يغالط به والله سبحانه أعلم»، وقال العلامة الكوثري في تعليقه على شروط الأئمة الستة للحازمي ضمن ثلاث رسائل للشيخ عبد الفتاح أبي غدة، ص: ۱۷۴، ونصه: «يريد أن الشيخين وأصحاب السنن جماعة متعاصرون من الحفاظ أتوا بعد تدوين الفقه الإسلامي، واعتنوا بقسم من الحديث، وكان الأئمة المجتهدون قبلهم أوفر مادةً وأكثر حديثًا بين أيديهم المرفوع، والموقوف، والمرسل، وفتاوي الصحابة، والتابعين، ونظر المجتهد ليس بقاصر على قسم من الحديث». (ج)

(۲) معرفة أنواع علوم الحديث (مقدمة ابن الصلاح) لابن الصلاح، النوع الأول، ص: ۱۳، ونصه: «ومتى قالوا: هذا حديث صحيح فمعناه: أنه اتصل سنده مع سائر الأوصاف المذكورة، وليس من شرطه أن يكون مقطوعا به في نفس الأمر، إذ منه ما ينفرد بروايته عدل واحد، وليس من الأخبار التي أجمعت الأمة على تلقيها بالقبول، وكذلك إذا قالوا في حديث: إنه غير صحيح فليس ذلك قطعا بأنه كذب في نفس الأمر، إذ قد يكون صدقا في نفس الأمر، وإنما المراد به أنه لم يصح إسناده على الشرط المذكور، والله أعلم». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

صحیح پر کسی راوی کو وہم ہوا ہے، تو اس حدیث کو ترک کیا جاسکتا ہے، مثلاً: یہ کہ زیادہ صحیح احادیث اس کے معارض ہوں، یا وہ حدیث قرآنِ کریم کی کسی واضح آیت کے خلاف ہو، اسی طرح جب ہم یہ کہتے ہیں کہ فلاں حدیث ضعیف ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ نفس الأمر میں بھی واقعۃً جھوٹی ہے، بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس میں صحیح یا حسن کی فنّی شرائط نہیں پائی جاتیں، جن کی وجہ سے وہ اتنی قابلِ اعتماد نہیں ہے کہ اس پر کسی شرعی مسئلہ کی بنیاد رکھی جاسکے، ورنہ یہ احتمال موجود ہے کہ ضعیف راوی نے بالکل سچی بات نقل کی ہو، اس لیے کہ ضعیف راوی ہمیشہ غلطی نہیں کرتا، لیکن اس احتمال پر عمل اس وقت تک جائز نہیں، جب تک دوسرے دلائلِ قویّہ اس کو ثابت نہ کردیں، اب بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی مجتہد کے پاس ایسے دلائلِ قویّہ موجود ہوتے ہیں، جن کی بناء پر وہ اس ضعیف احتمال کو راجح قرار دے کر کسی حدیثِ صحیح کو ترک کردیتا ہے، یا حدیثِ ضعیف کو اختیار کرتا ہے، تو اس صورت میں اس کو حدیثِ صحیح کا تارک یا حدیثِ ضعیف پر عامل نہیں کہا جاسکتا۔

حدیثِ صحیح پر عمل نہ کرنے کی مثال:

امامِ ترمذیؒ نے "کتاب العلل" میں لکھا ہے کہ میری کتاب میں دو حدیثیں ایسی ہیں، جن پر کسی فقیہ کا عمل نہیں ہے،[۱] ایک حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی روایت:

"قال: جمع رسول الله بين الظهر والعصر وبين المغرب والعشاء بالمدينة من غير خوف، ولا مطر".[۲]

حالانکہ سند کے اعتبار سے یہ حدیث قابلِ استدلال ہے، دوسری حدیث امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہے:

"قال: قال رسول الله ﷺ: من شرب الخمر فاجلدوه، فإن عاد في الرابعة فاقتلوه".[۳]

(۱) العلل الصغير للترمذي، مقدمة، ص:۷۳۶، ونصه: «قال أبو عيسى: جميع ما في هذا الكتاب من الحديث فهو معمول به، وقد أخذ به بعض أهل العلم ما خلا حديثين: حديث ابن عباس أن النبي ﷺ جمع بين الظهر والعصر بالمدينة والمغرب والعشاء من غير خوف، ولا سفر، ولا مطر، وحديث النبي ﷺ أنه قال: إذا شرب الخمر فاجلدوه، فإن عاد في الرابعة، فاقتلوه وقد بينا علة الحديثين جميعا في الكتاب». (ج)

(۲) سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب ما جاء في الجمع بين الصلاتين، رقم:۱۸۷. (ر)

(۳) المصدر السابق، أبواب الحدود، باب ما جاء من شرب الخمر فاجلدوه فإن عاد إلخ، رقم:۱۴۴۴. (ر)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

یہ حدیث بھی قابلِ استدلال ہے۔

ان دونوں حدیثوں کے ظاہر کو باجماعِ امت ترک کردیا گیا ہے؛ کیونکہ دوسرے دلائلِ قویہ اُن کے خلاف موجود تھے، لیکن ان حدیثوں کے ترک کرنے کی وجہ سے کسی کو بھی تارکِ سنت نہیں کہا گیا۔

اسی طرح امام ترمذیؒ نے "أبواب النكاح، باب ماجاء في الزوجين المشركين يسلم أحدهما" میں ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے:

"ردّ النبي ابنته زينب رضي الله عنها على أبي العاص بن الربيع بعد ست سنين بالنكاح الأوّل، ولم يحدث نكاحًا".(۱)

اس حدیث کا صریح تقاضا یہ ہے کہ اگر زوجۂ مشرکہ کے اسلام لانے کے چھ سال بعد بھی اس کا پرانا شوہر مسلمان ہوجائے تو نکاحِ جدید کی ضرورت نہیں، حالانکہ اس پر کسی فقیہ کا بھی عمل نہیں، چنانچہ امامِ ترمذیؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

"هذا حديث ليس بإسناده بأس، ولكن لانعرف وجه الحديث، ولعلّه قد جاء هذا من قبل داود بن الحصين من قبل حفظه"

یہاں پر امامِ ترمذیؒ نے ایک حدیثِ صحیح میں راوی کے وہم کے احتمال کو دوسرے دلائل کی وجہ سے راجح قرار دیا ہے۔

حدیثِ ضعیف پر عمل کرنے کی مثال:

اس کے برعکس حدیثِ ضعیف پر بعض اوقات دوسرے دلائل کی وجہ سے عمل کرلیا جاتا ہے، چنانچہ اسی باب میں امامِ ترمذی نے عمرو بن شعیب کی روایت نقل کی ہے:

"عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جدّه أن رسول الله ردّ ابنته زينب على أبي العاص بن الربيع بمهر جديد، ونكاح جديد".(۲)

اس حدیث میں کے بارے میں امامِ ترمذیؒ لکھتے ہیں:

---

(۱) المصدر السابق. أبواب النكاح، باب ما جاء في الزوجين المشركين يسلم أحدهما، رقم: ۱۱۴۳. (ج)

(۲) المصدر السابق، رقم: ۱۱۴۲. (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

"هذا حديث في إسناده مقال، والعمل على هذا الحديث عند أهل العلم إلخ (ثم قال): وهو قول مالك بن أنس رضي الله عنه والأوزاعي والشافعي وأحمد وإسحاق رضي الله عنهم"

کیا ان تمام ائمہ کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ عامل "بالحديث الضعيف" ہیں! ظاہر ہے کہ ان حضرات نے حدیث کو اس لیے اختیار کیا کہ دوسرے دلائل سے اُس کی تائید ہورہی تھی، لہٰذا اگر امام ابوحنیفہؒ کسی مقام پر حدیثِ ضعیف کو دوسرے دلائل (۱) کی وجہ سے اختیار کریں، تو وہ تنہا نشانۂ ملامت کیسے ہوسکتے ہیں۔

یہ بحث تفصیل کے ساتھ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی کتاب "إنهاء السكن" میں دیکھی جاسکتی ہے۔(۲)

(۷) تعامل کی وجہ سے حدیثِ ضعیف کی حجیت:

اگر کوئی حدیث ضعیف مؤید بالتعامل ہو، یعنی صحابہ وتابعین کا عمل اس کے مطابق ثابت ہو، تو وہ اپنے ضعف کے باوجود قابلِ استدلال ہوجاتی ہے، (كما صرح به الجصاص (۳) في أحكام القرآن وغير واحد من المحدثين والأصوليين)(۴) مثلاً: حدیث: "طلاق الأمة تطليقتان وعدتها

---

(۱) ان دلائل کا تذکرہ "تعامل کی وجہ سے حدیثِ ضعیف کی حجیت" والے عنوان میں آرہا ہے۔(ر)

(۲) قواعد في علوم الحديث للشيخ ظفر أحمد العثماني، الفصل الثالث، ص: ۱۱۷، ونصه: «حكم العمل بالضعيف وشرائطه... فإنا إذا وجدنا في كتب الفقه قولاً يوافقه حديث أخرجه أحد من أئمة الفن، غلب على الظن أنه قد بلغ أئمتنا، ولعلهم اطلعوا له على سند يصلح للاحتجاج به، وعدم اطلاعنا عليه لا يستلزم ضعفه ولا رده» (ج)

(۳) آپ کا پورا نام أحمد بن علي الجصاص ہے، (۰۰۰ - ۳۷۰ھ = ۰۰۰ - ۹۸۰م) آپ نے ابوبکر الرازی کے نام سے شہرت پائی، آپ مقام رے میں پیدا ہوئے اور وہاں سے بغداد منتقل ہوئے، جہاں ساری زندگی گزاری۔ حصول علم کے لئے کثرت سے سفر کیے، آپ کی تصنیفات میں "أحكام القرآن" اور "الفصول في الأصول" مشہور ہیں۔ (الجواهر المضية في طبقات الحنفية لعبد القادر القرشي، حرف الألف ۱/ ۸۴، والأعلام للزركلي ۱/ ۱۷۱). (ج)

(۴) أحكام القرآن للجصاص، سورة البقرة ۲/ ۸۳، ونصه: «ما تلقاه الناس بالقبول من أخبار الآحاد، فهو عندنا في معنى المتواتر»، وفي فتح المغيث للسخاوي، تنبيهات ۱/ ۳۵۰، ونصه: «إذا تلقت الأمة الضعيف بالقبول يعمل به على الصحيح، حتى إنه ينزل منزلة المتواتر في أنه ينسخ المقطوع به»، مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: 'الأجوبة الفاضلة لعبد الحي اللكنوي، ص: ۲۲۸. (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

حیضتان"[۱] ضعیف ہے، لیکن تعامل کی وجہ سے قابلِ استدلال ہوگئی، چنانچہ امامِ ترمذیؒ اس کے تحت لکھتے ہیں کہ:

"حديث عائشة رضي الله عنها حديث غريب لا نعرفه مرفوعًا إلا من حديث مظاهربن أسلم، ومظاهر لا يعرف له في العلم غير هذا الحديث والعمل على هذا عند أهل العلم من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وغيرهم".[۲]

اسی طرح حدیث "لا وصیة لوارث"[۳] اور "القاتل لا یرث"[۴] کی اسانید بھی ضعیف ہیں لیکن تلقی بالقبول کی وجہ سے انہیں قابلِ استدلال سمجھا گیا۔ اسی اصول کے مطابق امام ابوحنیفہؒ اور دیگر احناف بعض مرتبہ ایسی حدیثِ ضعیف کو اختیار کر لیتے ہیں، جو مؤید بالتعامل ہو، نیز حدیثِ ضعیف اگر متعدد طرق سے مروی ہو، اس صورت میں اسے حسن لغیرہ کہہ کر قابلِ استدلال سمجھا جاتا ہے۔[۵]

(۸) تعارضِ روایات کے وقت ترجیح کا طریقۂ کار:

اگر دو قابلِ استدلال حدیثوں میں تعارض ہو جائے، تو فقہاء و محدثین کی ایک جماعت علی الاطلاق قوتِ سند کو وجۂ ترجیح قرار دیتی ہے اور "أصح ما في الباب" کو اختیار کر لیتی ہے،[۶] لیکن امام ابوحنیفہ کا مسلک ایسے مواقع پر یہ ہے کہ وہ اُس حدیث کو ترجیح دیتے ہیں، جو قرآنِ کریم یا شریعت کے اصولِ کلیہ کے موافق ہو،

---

(۱) سنن الترمذي، أبواب الطلاق واللعان، باب ما جاء أن طلاق الأمة تطليقتان، رقم: ۱۱۸۲. (ج)

(۲) نفس المصدر. (ج)

(۳) المصدر السابق، أبواب الوصايا، باب ما جاء لا وصية لوارث، في حديث أبي أمامة الباهي، رقم: ۲۱۲۰. (ر)

(۴) المصدر السابق، أبواب الفرائض، باب ما جاء في إبطال ميراث القاتل، عن أبي هريرة رضي الله عنه مرفوعًا، رقم: ۲۱۰۹. (ر)

(۵) مقدمة في أصول الحديث لعبد الحق الدهلوي، الفصل الثامن في الاحتجاج بالحديث إلخ، ص: ۸۳، ونصه: «والحديث الضعيف الذي بلغ بتعدد الطرق مرتبة الحسن لغيره أيضا مجمع عليه». (ج)

(۶) نزهة النظر لابن حجر العسقلاني، الباب الثاني، أقسام الخبر المقبول، ص: ۲۰۶، ونصه: «فما تكون رواته في الدرجة العليا من العدالة، والضبط، وسائر الصفات التي توجب الترجيح كان أصح مما دونه». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

خواہ قوتِ سند کے اعتبار سے راجح نہ ہو۔ [۱] واللہ سبحانہ أعلم۔

اگر یہ قواعد ذہن میں رہیں، تو اُن بہت سے اعتراضات کا جواب معلوم ہوسکتا ہے، جو عموماً حنفیہ پر عائد کیے جاتے ہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالی أعلم۔

---

(۱) قواعد في علوم الحديث للشيخ ظفر أحمد العثماني، الفصل الثامن، ص: ۳۰۳، ونصه: «ومنها أن يكون أحدهما موافقًا لدليل آخر من كتاب، أو سنة، أو إجماع، أو قياس، أو عقل، أو حسّ، والآخر على خلافه، فالموافق أولى». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

أصحاب الحديث وأصحاب الرّأي:

متقدمین کے زمانہ سے دو مختلف قسم کے علماء کے لیے یہ اصطلاحیں معروف رہی ہیں کہ اُن کے ایک طبقہ کو "أصحاب الحديث"، اور دوسرے طبقہ کو "أصحاب الرأي" کہا جاتا ہے۔

مستشرقین کے ایک اعتراض کا جواب:

بعض معاندین نے اختلاف کو اس طرح شہرت دی کہ گویا "أصحاب الحديث" وہ لوگ ہیں، جو صرف حدیث کا اتباع کرتے ہیں اور قیاس ورائے کو حجت نہیں مانتے اور "أصحاب الرأي" وہ لوگ ہیں، جو محض قیاس ورائے کی پیروی کرتے ہیں اور حدیث کو اس کے مقابلہ میں ترک کردیتے ہیں۔

عہدِ حاضر کے بعض مستشرقین (۱) نے بھی اس خیال کو شہرت دی ہے، حالانکہ یہ بات واقعہ کے بالکل خلاف ہے اور یہ دونوں طبقے اصولی طور پر کوئی بڑا اختلاف نہیں رکھتے، نہ "أصحاب الحديث" قیاس کے منکر ہیں اور نہ "أصحاب الرأي" حدیث کی اہمیت کے منکر ہیں، بلکہ اس بارے میں دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ نصوص قیاس پر مقدم ہیں اور جہاں نصوص نہ ہوں، وہاں قیاس سے کام لیا جاسکتا ہے۔

"أصحاب الحديث وأصحاب الرأي" کی وجہ تسمیہ:

اس پر سوال کیا جاسکتا ہے کہ اگر دونوں میں کوئی اختلاف ہی نہیں، تو یہ دونوں اصطلاحیں الگ الگ کیوں ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ابتدائی زمانہ میں ان اصطلاحوں کا حقیقی مطلب صرف اتنا تھا کہ مشتغلین بالحدیث

---

(۱) فائدہ: مشرقی علوم یعنی مسلمانوں کے علوم میں مہارت رکھنے والے اہل مغرب "مستشرقین" (Orientalists) کہلاتے ہیں۔ (وکی پیڈیا)۔ (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

کو "أصحاب الحدیث" کہا جاتا تھا اور مشتغلین بالفقہ کو "أصحاب الرأي"، گویا یہ دو فرقے یا دو مکتبِ فکر نہیں تھے، بلکہ علومِ دین کی دو الگ الگ شاخیں تھیں، محدثین کو "أصحاب الحدیث" اس بناء پر کہا جاتا تھا کہ انہوں نے حدیث کے حفظ و روایت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا ہوا تھا اور انہوں نے اپنی ساری توانائیاں اس میں صَرف کی ہوئی تھیں، احادیث سے احکام مستنبط کرنے کی طرف ان حضرات کی توجہ کم تھی اور فقہاء کو "أصحاب الرأي" اس بناء پر کہا جاتا تھا کہ انہوں نے استنباطِ احکام کو اپنا مشغلہ بنالیا تھا اور اُن کی زیادہ توجہ احادیث کی کتابیں تالیف کرنے اور احادیث کی نشر و اشاعت کی طرف ہونے کی بجائے ان احادیث سے مستنبط ہونے والے احکام کی نشر و اشاعت کی طرف تھی، پھر چونکہ استنباطِ احکام میں وہ حضرات قیاس سے بکثرت کام لیتے تھے، اس مناسبت سے ان کو "أصحاب الرأي" کہا جانے لگا، لہٰذا یہ علم کی دو الگ الگ شاخیں ہیں، جن میں درحقیقت کوئی تضاد و تباین نہیں۔

أصحاب الرائے کا مصداق:

عام طور سے اس بات کی تشہیر کی جاتی ہے کہ "أصحاب الرأي" صرف حنفیہ اور اہلِ کوفہ کا لقب تھا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ لقب تمام فقہاء کے لیے استعمال کیا جاتا تھا، چنانچہ ابنِ قتیبہ نے اپنی کتاب "المعارف" میں تمام فقہاء کا تذکرہ "أصحاب الرأي" کے عنوان سے کیا ہے اور اس میں انہوں نے امام مالکؒ، امامِ اوزاعیؒ (۱) اور سفیان ثوریؒ جیسے محدثین کو بھی شامل کیا ہے۔ (۲)

اسی طرح علامہ محمد بن الحارث الخشنیؒ نے اپنی کتاب "قضاۃ القرطبة" میں مالکی علماء کا تذکرہ "أصحاب الرأي" کے نام سے کیا ہے۔ (۳)

---

(۱) آپ کا پورا نام أبو عمرو عبد الرحمن بن عمرو الأوزاعي ہے، (۸۸-۱۵۷ھ=۷۰۶-۷۷۳م) امام، فقیہ، محدث اور ثقہ راوی ہیں، آپ نے اہل یمامہ میں سے یحییٰ بن ابی کثیرؒ وغیرہ سے سماع کیا، آپ بیروت میں مقیم رہے اور وہیں وفات پائی۔ (الطبقات الکبری لابن سعد ۷/۳۳۹). (ج)

(۲) المعارف لابن قتيبة، أصحاب الرأي ۱/ ۴۹۴، ونصه: «أصحاب الرأي...أبو حنيفة...الأوزاعي... سفيان الثوري...مالك بن أنس». (ج)

(۳) فقه أهل العراق وحديثهم للكوثري، الرأي والاجتهاد، ص:۶، ونصه: «وكذلك تجد الحافظ محمد بن الحارث الخشني يذكر أصحاب مالك في "قضاة قرطبة" باسم أصحاب الرأي». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

اسی طرح حافظ ابو الولید ابن الفرضی المالکیؒ اپنی کتاب ''تاريخ علماء أندلس'' میں فقہائے مالکیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے انہیں ''أصحاب الرأي'' کہتے ہیں۔ (۱)

علامہ ابو الولید باجی مالکیؒ ''موطأ'' کی شرح ''منتقی'' میں تمام فقہاء کے لیے ''أصحاب الرأي'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ (۲)

حافظ ابنِ عبد البرؒ نے بھی علمائے مالکیہ کے لیے یہ لفظ بکثرت استعمال کیا ہے، (۳) یہاں تک کہ انہوں نے ''موطأ'' کی جو شرح لکھی ہے، اس کا نام یہ ہے: ''الاستذكار لمذاهب الأمصار في ما تضمنه الموطأ من معاني الرأي والآثار''، اس سے صاف واضح ہے کہ ''أصحاب الرأي'' کا لقب تمام فقہاء کے لیے استعمال ہوتا تھا، البتہ یہ درست ہے کہ بعد میں رفتہ رفتہ یہ لفظ اہلِ عراق وکوفہ کے لیے استعمال ہونے لگا، اس کے بعد امام ابو حنیفہؒ اور ان کے متبعین کے لیے مخصوص ہوتا چلا گیا، اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ قیاس اور رائے کو نصوص پر مقدم رکھتے تھے، بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ دوسرے علماء کے مقابلہ میں اہلِ کوفہ اور بالخصوص امام ابو حنیفہؒ اور اُن کے متبعین نے استنباطِ احکام کو بہت زیادہ اور اپنا خصوصی مشغلہ بنایا تھا۔

دوسرے حضرات کا معاملہ تو یہ تھا کہ روزمرہ کے جو مسائل پیش آتے، وہ صرف اُن کو قرآن وحدیث سے مستنبط کرتے تھے، لیکن امام ابو حنیفہؒ وغیرہ نے روزمرہ کے مسائل پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ کسی مسئلہ کی جتنی صورتیں عقلاً ممکن ہوسکتی تھیں، ان کے احکام بھی منضبط کردیے اور ظاہر ہے کہ اس کام کے لیے قیاس کا استعمال وسیع پیمانے پر ہوا، اسی لیے اُن پر بطورِ خاص ''أصحاب الرأي'' کا لقب چسپاں کیا گیا اور احناف کے حق میں یہ کوئی عیب نہ تھا، بلکہ اُن کے لیے یہ بات باعثِ فخر تھی کہ اُنہوں نے ''فقه'' کو پہلی مرتبہ مدوّن کیا۔

---

(۱) تاريخ علماء الأندلس لأبي الوليد الفرضي المالكي ۱/۵۱-۵۹، ونصه: «أحمد بن عبد الله بن أحمد الأموي ... وكان إماما في حفظ الرأي على مذهب مالك... أحمد بن هلال بن زيد العطار... وكان حافظا للشروط، نبيلا في الرأي على مذهب أصحاب مالك... محمد بن عبد الوهاب... فقيها، حافظا للمسائل والرأي، بصيرا بالفتيا على مذهب مالك رحمه الله». (ج)

(۲) المنتقى للباجي، كتاب الجامع، ما جاء في قتل الحيات ۷/۳۰۰، ونصه: «ولا نعلم أن مالكا تكلم في أحد من أهل الرأي، وإنما تكلم في قوم من أصحاب الحديث من جهة النقل». (ج)

(۳) التمهيد لابن عبد البر، باب الألف، إسحاق بن عبد الله، الحديث الثامن ۱/۲۸۵، ونصه: «ولا أعلم بين أهل الدين والحق من أهل الرأي والأثر خلافا فيما وصفت لك». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

احناف کو "أصحاب الرأي" کہنے کی اصل حقیقت:

چونکہ "أصحاب الرأي" کا لفظ زیادہ تر حنفیہ پر بولا جاتا تھا، اس لیے بعض دشمنانِ حنفیہ کو یہ پروپیگنڈہ کرنے کا موقع ہاتھ آ گیا کہ یہ لوگ رائے کو نصوص پر ترجیح دیتے ہیں، اس پروپیگنڈے سے بعض مخلص اہلِ علم بھی متأثر ہوئے اور ان کے دل میں بھی یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی کہ حنفیہ کے "أصحاب الرأي" ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ رائے کو نصوص پر مقدم سمجھتے ہیں، اس کی وجہ سے بعض اہلِ علم سے حنفیہ کے خلاف سخت جملے بھی منقول ہیں، ورنہ حقیقتِ حال صرف اتنی تھی جتنی کہ اوپر بیان کی گئی، اس لیے کہ حنفیہ تو احادیثِ مرفوعہ ہی کو نہیں بلکہ صحابہؓ وتابعینؒ کے آثار کو بھی اپنے قیاس سے مقدم قرار دیتے ہیں، اس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آئے گی۔ اسی لیے بے شمار مخالفین بھی اس لقب کو کسی تنقیص یا مذمت کے طور پر استعمال نہیں کرتے تھے اور جو حضرات علماء اس کی حقیقت سے واقف تھے، اُنہوں نے حنفیہ کے خلاف اس امر کی پوری تردید کی۔

چنانچہ علامہ ابنِ حجر مکیؒ نے جو شافعی المسلک ہیں، اپنی کتاب: "الخيرات الحسان في مناقب أبي حنيفة النعمان" میں صراحۃً لکھا ہے کہ جس کسی نے حنفیہ کو "أصحاب الرأي" قرار دیا، اس کا منشأ کوئی عیب لگانا نہیں تھا، بلکہ اس بات کی طرف اشارہ کرنا تھا کہ انہوں نے استنباطِ احکام پر خصوصی توجہ دی۔ (۱)

لہٰذا اس سے یہ نتیجہ نکالنا بڑی نادانی ہے کہ امام اعظم قیاس کو نص پر ترجیح دیتے تھے، یا وہ اور ان کے رفقاء علمِ حدیث میں کمزور تھے، یا اُن کے پاس روایاتِ حدیث کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ امامِ اعظم بذاتِ خود ایک جلیل القدر محدّث ہیں اور علمِ حدیث میں ان کا پایہ بڑے بڑے محدثین سے بلند تر ہے، لیکن چونکہ انہوں نے اپنا مشغلہ روایتِ حدیث کو نہیں بنایا، اس لیے حدیث کی معروف کتابوں میں ان کی مرویّات کم رہی ہیں، ورنہ جہاں تک حدیث میں ان کی مہارت کا تعلق ہے، وہ ایک مسلّم امر ہے اور اس کا اندازہ کرنے کے لیے سب سے پہلے امام صاحب کے وطن کوفہ کے علمی حالات پر ایک نظر ڈال لینا مناسب ہوگا۔

---

(۱) الخيرات الحسان لابن حجر الهيتمي، الفصل الثامن والثلاثون في رد ما قيل فيه من الجرح، ص: ۷۷، ونصه: «والحاصل أن أبا حنيفة لم ينفرد بالقول بالقياس بل على ذلك عمل فقهاء الأمصار كما قاله ابن عبد البر، وبسط الكلام عليه رداً على من جهل، فجعل ذلك عيبا». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

کوفہ اور علمِ حدیث:

عہدِ صحابہؓ وتابعینؒ میں کوفہ علمِ حدیث اور علمِ فقہ کا سب سے بڑا مرکز اور مخزن تھا، یہ شہر حضرت عمرؓ نے آباد کیا تھا، چونکہ یہ نو مسلم افراد کا مسکن تھا، اس لیے اس کی تعلیم وتربیت کی طرف خصوصی توجہ دی تھی اور اس میں صحابۂ کرامؓ کی بڑی تعداد کو بسایا تھا، یہاں تک کہ صحابہؓ میں سب سے زیادہ فقیہ صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو وہاں معلم بنا کر بھیجا اور اہلِ کوفہ سے فرمایا کہ: ”وإني قد آثرتكم بعبد الله على نفسي أثرةً“۔[1]

اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد مشہور ہے کہ: ”ما رأيت رجلا أشبه دلا ولا سمتا ولا هديا برسول الله صلى الله عليه وسلم ... من هذا يعني عبد الله بن مسعود“۔[2]

نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا: ”كنيف مُلِئَ علمًا“۔[3]

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آخری عمر تک کوفہ میں مقیم رہے اور اس شہر کو علمِ حدیث اور علمِ فقہ سے بھر دیا اور انوارِ نبوّت کی پورے زور وشور سے اشاعت فرمائی اور یہاں اپنے ایسے شاگردوں کی ایک بڑی جماعت تیار کی، جو دن رات علم کی تحصیل وتدریس میں مشغول رہتے تھے، ان کے ایسے شاگردوں کی تعداد ستر (۷۰) سے اوپر بتائی جاتی ہے۔[4]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تعلیم وتربیت سے جو علماء تیار ہوئے، اُن کی تعداد علامہ زاہد الکوثری نے ”نصب الراية“ کے مقدمہ میں چار ہزار بتلائی ہے،[5] پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علاوہ

---

(۱) شرح مشكل الآثار، باب بيان مشكل ما روي عن رسول الله ﷺ النجباء إلخ، رقم: ۲۷۷۰. (ج)

(۲) المصدر السابق، رقم: ۸۴۸۴. (ج)

(۳) المصدر السابق، خطبة ابن مسعود، ومن كلامه، باب، رقم: ۹۷۳۵. (ج)

(۴) تاريخ مدينة دمشق لابن عساكر، عبدة بن أبي لبابة ۳۸۶/۳۷، ونصه: «عن عبدة بن أبي لبابة قال: كنت في سبعين من أصحاب ابن مسعود، وقرأت عليهم القرآن». (ج)

(۵) فقه أهل العراق وحديثهم للكوثري، منزلة الكوفة من علوم الاجتهاد، ص: ۲۰، ونصه: «فابن مسعود عني بتفقيه أهل الكوفة، وتعليمهم القرآن من سنة بناء الكوفة إلى أواخر خلافة عثمان رضي الله عنه عناية لا مزيد عليها إلى أن امتلأت الكوفة بالقراء، والفقهاء المحدثين، بحيث أبلغ بعض ثقات أهل العلم عدد من تفقه عليه، وعلى أصحابه، نحو أربعة آلاف عالم». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

بھی بعض دوسرے فقہائے صحابہؓ وہیں آکر مقیم ہوگئے تھے، جن میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت سلمان فارسی، حضرت عمار بن یاسر، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی اور حضرت عبداللہ بن الحارث بن الجزء رضوان اللہ علیہم اجمعین بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں، ان کے علاوہ مزید سینکڑوں صحابہ کوفہ میں مقیم رہے، یہاں تک کہ کوفہ کو وطن بنانے والے صحابۂ کرامؓ کی تعداد امام عجلیؒ(۱) نے ایک ہزار پانچ سو بتائی ہے،(۲) اس تعداد میں وہ صحابہؓ شامل نہیں ہیں، جو عارضی طور پر کوفہ آئے اور پھر کہیں اور منتقل ہوگئے، ظاہر ہے کہ صحابہؓ کی اتنی بڑی تعداد کی موجودگی سے اس شہر میں علم وفضل کا کیا چرچا ہوا ہوگا، چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا، تو وہاں علم وفضل کا چرچا دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا: "رحم الله ابن أم عبد قد ملأ هذه القرية علمًا" نیز فرمایا: "أصحاب ابن مسعود سُرُج هذه القرية"۔(۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری کے بعد کوفہ کی علمی ترقی اور شہرت میں اور اضافہ ہوا؛ کیونکہ وہ خود جلیل القدر صحابۂ کرامؓ میں سے ہیں اور عبداللہ بن مسعودؓ بھی صحابۂ کرامؓ کے درمیان علم اور فقاہت کے اعتبار سے بے حد معروف تھے، جس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جیسے فقیہ صحابی نے اپنے شاگرد حضرت عمرو بن میمونؒ کو حکم دیا کہ تم جاکر عبداللہ بن مسعودؓ سے علم حاصل کرو،(۴) حضرت ابنِ

---

(۱) آپ کا پورا نام أبو الحسن أحمد بن عبد الله بن صالح العجلي ہے، (۱۸۲-۲۶۱ھ=۷۹۷-۸۷۴ھ) آپ مؤرخ، حافظ الحدیث اور ثقہ راوی ہیں، آپ نے حسین جعفی اور شبابہ بن سوار رحمہما اللہ وغیرہ سے روایات لی ہیں، آپ جرح وتعدیل کے امام ہیں اور اسماء الرجال کے فن میں "الثقات" کے نام سے شہرۂ آفاق کتاب لکھی۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي، الطبقة الرابعة عشرة ۱۲/۵۰۷).(ج)

(۲) الثقات للعجلي، باب في من نزل الكوفة وغيرها من الصحابة ۲/۴۴۸، ونصه: «نزل الكوفة ألف وخمسمائة من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم».(ج)

(۳) فقه أهل العراق وحديثهم للكوثري، منزلة الكوفة من علوم الاجتهاد، ص: ۲۰، ونصه: «حتى إن علي بن أبي طالب كرم الله وجهه لما انتقل إلى الكوفة سر من كثرة فقهائها، وقال: رحم الله ابن أم عبد قد ملأ هذه القرية علما، وفي لفظ: أصحاب ابن مسعود سرج هذه القرية».(ج)

(۴) تاريخ مدينة دمشق لابن عساكر، حرف السين ۲۲۳/۲۱، «قال أبو زرعة: يعني ابن سابط قال: سمعت عمرو بن ميمون يقول: لما حضر لمعاذ الموت بكيت فقال ما يبكيك قال: أما إنه ليس عليك أبكي، إنما أبكي على العلم الذي يذهب معك قال: إن العلم والإيمان ثابتان إلى يوم القيامة، فالتمس العلم عند عبد الله بن مسعود الخ».(ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مل گئے، تو اس سے کوفہ کا علمی مقام تمام شہروں سے بلند تر ہو گیا؛ کیونکہ یہی دو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے علوم کا خلاصہ تھے۔

چنانچہ حضرت مسروق بن اجدع[1] فرماتے ہیں: "شاممت أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فوجدت علمهم انتهى إلى ستة: إلى عمر وعلي وعبد الله ومعاذ وأبي الدرداء وزيد بن ثابت. فشاممت هؤلاء الستة فوجدت علمهم انتهى إلى علي وعبد الله"[2]

حضرت مسروقؒ کے اس قول کے مطابق حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ علومِ صحابہ کے جامع تھے اور یہ دونوں حضرات کوفہ میں رہے، لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ کوفہ میں علومِ صحابہ کا خلاصہ جمع تھا۔

کوفہ میں علمِ حدیث کی گرم بازاری کا یہ نتیجہ تھا کہ وہاں گھر گھر میں علمِ حدیث کے چرچے تھے اور وہاں محلہ محلہ علمِ حدیث کی درسگاہ بن چکا تھا، چنانچہ علامہ أبو محمد الرّامَهُرْمُزِي نے "المحدّث الفاصل بين الراوي والواعي" میں حضرت انس بن سیرین کا مقولہ نقل کیا ہے: "أتيت الكوفة فرأيت فيها أربعة آلاف يطلبون الحديث، وأربعمائة قد فقهوا"،[3] نیز علامہ تاج الدین سبکیؒ "طبقات الشافعية الكبرى" میں حافظ ابو بکر عبد اللہ بن امام ابو داؤد کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

"میں کوفہ پہنچا تو میرے پاس ایک درہم تھا، میں نے اس سے تیس مُد لوبیا خرید لیا، ہر روز میں ایک مُد (کلو سے کچھ کم) لوبیا کھاتا اور حضرت اشج سے ایک ہزار حدیثیں لکھتا، یہاں تک کہ ایک مہینہ میں تیس ہزار احادیث کا مجموعہ تیار ہو گیا"۔[4]

---

(۱) آپ کا پورا نام أبو عائشة مسروق بن الأجدع بن مالك الهمداني ہے، (۰۰۰-۶۳ھ=۰۰۰-۶۸۳م) آپ کبار تابعین میں سے ہیں، جب آپ یمن سے مدینہ آئے تو آپ ﷺ کی وفات ہو گئی تھی، آپ نے حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایات لی ہیں اور آپ سے روایت لینے والوں میں امام شعبی اور امام نخعی رحمہما اللہ شامل ہیں۔ (الإصابة لابن حجر العسقلاني، الميم بعدها الزاي والسين، مسروق بن الأجدع ۶/۲۲۹، ۲۳۰). (ج)

(۲) الطبقات الكبرى لابن سعد، باب أهل العلم والفتوى ۲/۲۶۷. (ج)

(۳) المحدث الفاصل للرامهرمزي، ص: ۵۶۰. (ج)

(۴) طبقات الشافعية الكبرى للسبكي ۳/۳۰۸، ونصه: «عبد الله بن الإمام أبي داود... قال دخلت الكوفة ومعي درهم واحد، فاشتريت به ثلاثين مدا باقلا، فكنت آكل منه مدا وأكتب عن الأشج ألف حديث، فكتبت عنه في الشهر ثلاثين ألف حديث». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

اندازہ کیجئے کہ جس شہر میں ایک ماہ میں صرف ایک استاذ کے پاس تیس ہزار حدیثیں لکھی جاتی ہوں، وہاں علم کی وسعت کا کیا حال ہوگا! یہی وجہ ہے کہ اگر صرف ایک بخاری کے رجال پر نظر ڈالی جائے تو اس میں تین سو آدمی صرف کوفہ کے ہیں،(۱) یہی وجہ ہے کہ امامِ بخاری نے بار بار کوفہ کا سفر کیا۔

(۱) تفصیل کے لیے دیکھیے: رجال صحيح البخاري للكلاباذي. (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

امامِ اعظمؒ اور علمِ حدیث:

امامِ اعظم ابوحنیفہؒ اسی شہر کوفہ میں پیدا ہوئے جو اس دَور میں حدیث اور فقہ کا مرکز تھا اور یہیں پرورش پائی اور یہاں کے شیوخ سے علم حاصل کیا، چونکہ "صحیحین" میں امامِ ابوحنیفہ کی کوئی حدیث مروی نہیں ہے، اس لیے بعض تنگ نظر افراد نے یہ سمجھا کہ امامِ ابوحنیفہ علمِ حدیث میں کمزور تھے، لیکن یہ انتہائی جہالت کی بات اور ایسا بے بنیاد افتراء ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ "صحیحین" میں صرف امام ابوحنیفہ ہی کی نہیں، بلکہ امام شافعی کی بھی کوئی حدیث مروی نہیں، بلکہ امام احمد جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں، اُن کی احادیث بھی "صحيح البخاري" میں صرف دو تین جگہوں پر آئی ہیں، اس کی وجہ یہ نہیں کہ معاذ اللہ! یہ حضرات علمِ حدیث میں کمزور تھے، بلکہ وجہ یہ ہے کہ اوّل تو یہ حضرات فقیہ تھے، اس لیے ان کا اصل مشغلہ احکام و مسائل بیان کرنا رہا، دوسرے یہ حضرات مجتہدین تھے اور ان کے سینکڑوں شاگرد اور متبعین موجود تھے، لہٰذا اصحابِ "صحیحین" نے سمجھا کہ اُن کے علوم اُن کے شاگردوں کے ذریعہ سے محفوظ رہیں گے۔

چنانچہ انہوں نے ان حضرات کے علوم کی حفاظت کی، جن کے ضائع ہونے کا اندیشہ تھا، ورنہ جہاں تک علمِ حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کی جلالتِ قدر کا تعلق ہے، وہ ایک مسلّم اور ناقابلِ انکار حقیقت ہے؛ کیونکہ وہ باتفاق امام مجتہد ہیں اور مجتہد کی شرائط میں یہ شرط لازمی ہے کہ اس کو علمِ حدیث میں پوری بصیرت حاصل ہو، اگر اس اعتبار سے امام ابوحنیفہ میں کوئی کمزوری ہوتی تو ان کو مجتہد کیسے مانا جاسکتا تھا۔

چنانچہ بڑے بڑے علماء حدیث نے ان کے مقامِ بلند کا پوری طرح اعتراف کیا ہے، اگر ان کے اقوال نقل کیے جائیں، تو پوری کتاب تیار ہوسکتی ہے اور مناقب ابی حنیفہ کی کتابوں میں یہ اقوال دیکھے جاسکتے ہیں، یہاں صرف چند اقوال پیش کیے جاتے ہیں:

ایک حضرت مکی بن ابراہیمؒ کا ہے، یہ امام بخاریؒ کے وہ جلیل القدر استاذ ہیں، جن سے امامِ بخاریؒ کی اکثر

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ثلاثیات مروی ہیں، یہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں، "تهذيب الكمال" میں اُن کا یہ قول امام ابوحنیفہ کے بارے میں منقول ہے: "كان أعلم أهل زمانه"۔ (۱)(۲)

واضح رہے کہ اس زمانہ میں علم کا اطلاق علمِ حدیث پر ہی ہوتا تھا، لہٰذا اس مقولہ کا مطلب یہ ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ میں علمِ حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔

دوسرا قول مشہور محدث حضرت یزید بن ہارونؒ (۳) کا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ "أدركت ألف رجل وكتبت عن أكثرهم ما رأيت فيهم أفقه ولا أورع ولا أعلم من خمسة أولهم أبو حنيفة"۔ (۴)

علامہ کردری رحمہ اللہ نے اپنی سند سے سفیان بن عیینہ کا قول ذکر کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: "لم يكن في زمان أبي حنيفة رحمه الله تعالى بالكوفة رجل أفضل منه وأورع ولا أفقه عنه" (۵) نیز حافظ ذہبیؒ نے امام ابوداؤدؒ کا قول ذکر کیا ہے: "إن أبا حنيفة كان إمامًا"۔ (۶)

امام ابوحنیفہؒ کے علمِ حدیث کا اندازہ ان کے شیوخ اور تلامذہ پر ایک نظر ڈالنے سے ہوسکتا ہے، حافظ

---

(۱) مناقب الإمام الأعظم للموفق ۱/۲۰۴، ونصه: «قال إسماعيل بن بشر: كنا في مجلس المكي فقال: حدثنا أبو حنيفة فصاح رجل غريب، حدثنا عن ابن جريج، ولا تحدثنا عن أبي حنيفة، فقال المكي: إنا لا نحدّث السفهاء حرمت عليك أن تكتب عني، قم عن مجلسي فلم يحدث حتى أقيم من مجلسه، ثم قال: حدثنا أبو حنيفة ومر فيه، وفي رواية إبراهيم ابن أبي بكر المرابطي فغضب غضبا شديدا حتى روي ذلك في وجهه، فقال الرجل: تبت وأخطات فأبى أن يحدثهم». (ر)

(۲) تهذيب الكمال للمزي، حرف النون ۲۹/۴۳۳، ونصه: «وقال النخعي: حدثنا إسماعيل بن محمد الفارسي، قال: سمعت مكي بن إبراهيم ذكر أبا حنيفة، فقال: كان أعلم أهل زمانه». وكذا في حاشية تهذيب التهذيب، حرف النون، من اسمه النعمان ۱۰/۴۵۱. (ج)

(۳) آپ کا پورا نام يزيد بن هارون السلمي ہے، (۱۱۸-۲۰۶ھ=۷۳۶-۸۲۱م) آپ شیخ الاسلام، مفسر، محدث اور ثقہ راوی تھے، آپ نے عاصم الاحول، سعید الانصاری اور حمید الطویل رحمہم اللہ سمیت بہت سے اساتذہ سے کسبِ علم کیا، آپ سے احادیث نقل کرنے والوں میں امام احمد بن حنبل، زہیر بن حرب اور علی بن المدینی رحمہم اللہ مشہور ہیں، آپ نے "الفرائض" اور "تفسیر القرآن" کے نام سے کتابیں لکھیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۸/۹۷). (ج)

(۴) تذكرة الحفاظ للذهبي، الطبقة الخامسة، أبو حنيفة الإمام الأعظم ۱/۱۲۷، وفي الجواهر المضية لعبد القادر القرشي، الإمام الأعظم أبو حنيفة ۱/۲۹. (ج)

(۵) مناقب الإمام الأعظم للكردري ۱/۱۹۵. (ج)

(۶) تذكرة الحفاظ للذهبي، الطبقة الخامسة، أبو حنيفة الإمام الأعظم ۱/۱۲۷. (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ابوالحجاج مزیؒ نے "تهذيب الكمال" میں امام ابوحنیفہؒ کے پچھتر (۷۶) شیوخ شمار کیے ہیں (۱) اور اہلِ علم جانتے ہیں کہ حافظ مزیؒ کسی راویِ حدیث کے تمام شیوخ کا استیعاب نہیں کرتے، بلکہ صرف چند بطورِ نمونہ بیان کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ملّا علی قاریؒ نے "مسند أبي حنيفة" کی شرح میں امام ابوحنیفہؒ کے شیوخ کی تعداد چار ہزار (۴۰۰۰) بتلائی ہے (۲) اور پھر یہ شیوخ بھی اس درجہ کے ہیں جس درجہ کے شیوخ بعد کے مشہور و معروف محدثین میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوسکے: کیونکہ امام صاحب کے شیوخ میں یا تو صحابہ ہیں یا پھر تابعین اور تبعِ تابعین، اس کے نیچے کا کوئی شیخ نہیں ہے۔

امام صاحب کی تابعیت کا ثبوت:

جہاں تک صحابہ رضی اللہ عنہم کا تعلق ہے، تو امام صاحب کی ایک مسلّم اور نا قابلِ انکار حقیقت ہے، حافظ ابنِ حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی، اس وقت کوفہ میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ موجود تھے، (۳) ناممکن ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے ان کی زیارت نہ کی ہو، نیز علامہ ابن سعدؒ نے نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ کی زیارت کی ہے، (۴) اس کے علاوہ علامہ سیوطیؒ نے "تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة" میں متعدد روایات نقل کی ہیں، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ، حضرت عبداللہ بن الحارث بن الجزءؓ، حضرت عبداللہ بن اُنیسؓ، حضرت واثلہ بن اسقعؓ اور حضرت عائشہ بنت عجردؒ سے روایات

---

(۱) تهذيب الكمال للمزي، باب النون، النعمان بن ثابت ۲۹/۴۱۷، ۴۱۸، ونصه: «النعمان بن ثابت التيمي، أبو حنيفة ... وروى عن إبراهيم بن محمد بن المنتشر ... وطاووس بن كيسان في ما قيل ... وأبي يعفور العبدي». (ج)

(۲) شرح مسند أبي حنيفة لملا علي القارئ، المقدمة، ص: ۷، ونصه: «كتب عن أربعة آلاف من أئمة الحديث وأحاديثه كثيرة». (ج)

(۳) المصدر السابق، ذكر إسناده عن القاسم بن عبد الرحمن، ص: ۵۸۱، ونصه: «أدرك الإمام أبو حنيفة جماعة من الصحابة؛ لأنه ولد بالكوفة، سنة ثمانين من الهجرة، وبها يومئذ من الصحابة عبد الله بن أبي أوفى، فإنه مات بها بعد ذلك بالاتفاق». (ج)

(۴) مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه للذهبي، ص: ۱۴، ونصه: قال محمد بن سعد: حدثنا سيف بن جابر، أنه سمع أبا حنيفة، يقول: «رأيت أنسا رضي الله عنه» (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

سُنیں۔ (۱)

حافظ ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد الطبریؒ نے ایک مستقل رسالہ اس موضوع پر لکھا ہے اور اس میں امام ابوحنیفہؒ کی وہ روایات جمع کی ہیں، جو انہوں نے براہِ راست صحابۂ کرامؓ سے سُنیں، (۲) اس کتاب میں دوسرے صحابہؓ کے علاوہ حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہما سے بھی امام ابوحنیفہؒ کا سماع ثابت کیا گیا ہے، اگرچہ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ ان تمام روایات کی سند میں ضعف ہے، (۳) لیکن ان کے قطعی باطل ہونے کا حکم کسی نے نہیں لگایا، اگر فضائل ومناقب میں ضعیف روایات کو گوارہ کیا جا سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ان روایات سے امام صاحب کی فضیلتِ علمی ظاہر نہ ہو۔

اس کے علاوہ علامہ سیوطیؒ نے "تبييض الصحيفة" میں ایک روایت حافظ ابومعشر کے حوالہ سے نقل کی ہے: "أبو حنيفة رحمه الله تعالى عن أنس بن مالك قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول طلب العلم فريضة على كل مسلم"، اس روایت کے بارے میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ صحیح کے ہم پلہ ہے اور حافظ مزیؒ کا خیال ہے کہ یہ روایت تعددِ طرق کی بناء پر حسن کے درجہ میں آ گئی ہے۔ (۴) اگر یہ درست ہے تو پھر اس میں شبہ نہیں رہ جاتا کہ امام ابوحنیفہؒ کا صحابہؓ سے سماع بھی ثابت ہے اور اگر بالفرض

---

(۱) تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة للسيوطي، ذكر من أدركه من الصحابة رضي الله عنهم، ص:۳۳، ونصه: «قال أبو حنيفة لقيت من أصحاب رسول الله ﷺ سبعة: ۱۔ أنس بن مالك، ۲۔ وعبد الله بن جزء الزبيدي، ۳۔ وجابر بن عبد الله، ۴۔ ومعقل بن يسار، ۵۔ وواثلة بن الأسقع، ۶۔ وعائشة بنت عجرد رضي الله عنهم... وروي له أيضا عن عبد الله بن أبي أوفى حديثا». (ج)

(۲) الرسالة المستطرفة للكتاني، الوحدان، ص:۹۷، ونصه: «الوحدانيات لأبي حنيفة الإمام جمعها أبو معشر عبد الكريم بن عبد الصمد الطبري المقري الشافعي في جزء». (ج)

(۳) عقود الجمان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان لمحمد بن يوسف الصالحي الشافعي، ص: ۷۰، ونصه: «قال الحافظ ابن حجر في فتاويه: أدرك الإمام أبو حنيفة رحمه الله جماعة من الصحابة؛ لأنه ولد في الكوفة سنة ثمانين من الهجرة، وبها يومئذ من الصحابة عبد الله بن أبي أوفى... وقد جمع بعضهم جزءا في ما ورد من رواية أبي حنيفة عن الصحابة، لكن لا يخلو إسناد منها من ضعف». (ج)

(۴) تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة للسيوطي، ذكر من أدركه من الصحابة رضي الله عنهم، ص:۳۵، ۳۶، ونصه: «عن أبي حنيفة سمعت أنس بن مالك رضي الله عنه يقول: سمعت رسول الله ﷺ يقول: طلب العلم فريضة على كل مسلم... وقال الحافظ جمال الدين المزي: روي من طريق بلغ رتبة الحسن. قلت: وعندي أنه بلغ رتبة الصحيح؛ لأني وقفت له على نحو خمسين طريقا، وقد جمعتها في جزء». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

سماع ثابت نہ بھی ہو تو زیارت کا ثبوت یقینی ہے، اس لیے آپ کا تابعی ہونا محققین کے نزدیک مسلّم ہے، چنانچہ حافظ ذہبیؒ نے "تذکرة الحفاظ" میں،[1] حافظ ابنِ حجرؒ نے علامہ سیوطیؒ کے قول کے مطابق ایک سوال کے جواب میں،[2] حافظ مزی رحمہ اللہ نے "تهذيب الكمال" میں،[3] علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے "شرح البخاري" میں،[4] علامہ نوویؒ نے "تهذيب الأسماء واللغات" میں،[5] علامہ سیوطیؒ نے "تبييض الصحيفة" میں، امام ابوحنیفہؒ کے تابعی ہونے کا وضاحت کے ساتھ اعتراف کیا ہے۔[6]

امامِ اعظم کے کبار اساتذہ:

پھر امام صاحبؒ کے خاص اساتذہ میں وہ حضرات شامل ہیں، جنہیں تابعین کے دور میں علمِ حدیث کا ستون سمجھا جاتا تھا، جن میں سے چند درجِ ذیل ہیں:

عامر بن شراحیلؒ:

امام صاحب نے حضرت عامر بن شراحیلؒ الشعبی سے علمِ حدیث حاصل کیا، حافظ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ

---

(۱) تذكرة الحفاظ للذهبي، الطبقة الخامسة ١٢٦/١، ونصه: «أبو حنيفة الإمام الأعظم فقيه العراق النعمان بن ثابت بن زوطا التيمي مولاهم الكوفي: مولده سنة ثمانين رأى أنس بن مالك غير مرة». (ج)

(۲) تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة للسيوطي، ذكر من أدركه من الصحابة رضي الله عنهم، ص: ٣٤، ونصه: «ورفع السؤال إلى الحافظ ابن حجر، فأجاب بما نصه: أدرك الإمام أبو حنيفة جماعة من الصحابة؛ لأنه ولد بالكوفة سنة ثمانين من الهجرة، وبها يومئذ من الصحابة عبد الله بن أبي أوفى؛ فإنه مات بعد ذلك بالاتفاق، وبالبصرة يومئذ أنس بن مالك، ومات سنة تسعين أو بعدها». (ج)

(۳) تهذيب الكمال للمزي، باب النون، من اسمه النعمان ٤١٧/٢٩، ونصه: «النعمان بن ثابت التيمي أبو حنيفة... رأى أنس بن مالك». (ج)

(۴) إرشاد الساري للقسطلاني، كتاب الوضوء، باب من لم ير الوضوء إلا من المخرجين إلخ ٢٥٩/١، ونصه: «(ابن أبي أوفى) عبد الله الصحابي ابن الصحابي، وهو آخر من مات من [illegible] بة بالكوفة سنة سبع وثمانين، وقد كفت بصره قبل، وقد رآه أبو حنيفة رضي الله عنه وعمره سبع سنين». (ج)

(۵) تهذيب الأسماء واللغات للنووي، النوع الثاني، حرف الهاء المهملة ٢١٦/٢، ونصه: «أبو حنيفة التيمي إمام أصحاب الرأي، وفقيه أهل العراق رأى أنس بن مالك». (ج)

(۶) تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة للسيوطي، ذكر من أدركه من الصحابة رضي الله عنهم، ص: ٣٣، ونصه. «قال أبو حنيفة: لقيت من أصحاب رسول الله ﷺ سبعة. ١ ـ أنس بن مالك إلخ». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

"هو أكبر شيخ لأبي حنيفة"۔

امامِ شعبی نے پانچ سو صحابہؓ سے علمِ حدیث حاصل کیا ہے،(۱) اُن کے حافظے کا یہ عالم تھا کہ کبھی کوئی ایک حدیث بھی لکھ کر یاد نہیں کی، وہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے شعر سے زیادہ مناسبت نہیں، لیکن "ولو شئت لأنشدتُكم شهرًا لا أعيد"۔(۲)

ایک مرتبہ آپ آنحضرت ﷺ کے غزوات بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پاس سے گذرے، امامِ شعبیؒ کی باتیں سُن کر اُنہوں نے فرمایا کہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ غزوات میں شامل رہا ہوں، لیکن شعبی کو غزوات کا مجھ سے زیادہ علم ہے،(۳) خطیبِ بغدادی نے حضرت علی بن المدینی کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علوم علقمہ، اسود، حارث، عمرو اور عبیدہ بن قیس پر ختم ہیں اور ان سب کے علوم دو آدمیوں میں جمع ہوئے، ایک ابراہیم نخعیؒ(۴) دوسرے عامر شعبیؒ(۵) اور یہ دونوں کے دونوں امام ابوحنیفہ کے استاذ ہیں۔(۶)

---

(۱) تذكرة الحفاظ للذهبي، الطبقة الثالثة ۱ /۶۳، ونصه: «الشعبي علامة التابعين أبو عمرو عامر بن شراحيل ...وهو أكبر شيخ لأبي حنيفة...قال: أدركت خمسمائة من أصحاب النبي صلى الله عليه وآله وسلم». (ج)

(۲) تاريخ مدينة السلام للخطيب البغدادي، باب العين، ذكر من اسمه عامر ۱۴ /۱۴۵، ونصه: «حَدثنا محمد بن فضيل، عن ابن شبرمة، قال: سَمِعْتُ الشعبي يقول: ما كتبت سوداء في بيضاء إلى يومي هذا ولا إلخ». (ج)

(۳) تاريخ الإسلام للذهبي، الطبقة الحادية عشرة، حرف العين، عامر بن شراحيل ۳ /۷۰، ونصه: «قال شريك، عن عبد الملك بن عمير قال: مر ابن عمر بالشعبي وهو يقرأ المغازي، فقال: كأنه كان شاهدا معنا، وهو أحفظ لها مني وأعلم». (ج)

(۴) آپ کا پورا نام أبو عمران إبراهيم بن يزيد بن قيس بن أسود النخعي ہے، (۴۶-۹۶ھ=۶۶۶-۷۱۴م) تابعی، امام، حافظ اور فقیہ ہیں، آپ نے مسروق، علقمہ بن قیس اور قاضی شریح رحمہم اللہ وغیرہ سے روایات لی ہیں، آپ سے احادیث نقل کرنے والوں میں حکم بن عتیبہ، عمرو بن مرہ، حماد بن ابی سلیمان اور سماک بن حرب رحمہم اللہ شامل ہیں۔ (وفيات الأعيان لابن خلكان ۲۵/۱). (ج)

(۵) الجامع لأخلاق الراوي للخطيب البغدادي، باب البيان والتعريف لفضل الجمع والتصنيف ۲ /۲۸۹، ونصه: «أخذ عن عبد الله بن مسعود ستة: علقمة بن قيس والأسود بن يزيد وعبيدة السلماني والحارث بن قيس ومسروق وعمرو بن شرحبيل قال علي: وانتهى علم هؤلاء إلى إبراهيم النخعي وعامر الشعبي». (ج)

(۶) مكانة الإمام أبي حنيفة للعلامة محمد عبد الرشيد النعماني، إمامة أبي حنيفة في الحديث، ص: ۲۷، ونصه: «ومن أهل الكوفة: عامر بن شراحيل الشعبي، وسعيد بن جبير الأسدي، وإبراهيم النخعي». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

حماد بن ابی سلیمانؒ:

امام صاحبؒ کے دوسرے خصوصی استاذ حضرت حماد بن ابی سلیمانؒ ہیں، جنہیں باتفاق حدیث اور فقہ کا امام مانا گیا ہے، یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علوم کے حافظ سمجھے جاتے تھے، "صحیح مسلم"، "أبو داود"، "ترمذي" میں ان کی روایات موجود ہیں، انہوں نے حضرت انس، حضرت زید بن وہب رضی اللہ عنہما، سعید بن المسیّب، عکرمہ،(۱) ابووائل، ابراہیم نخعی، شعبی اور عبداللہ بن بریدہ سے علوم حاصل کیے تھے،(۲) امام ابوحنیفہ ان سے دوہزار (۲۰۰۰) حدیثیں روایت کرتے تھے،(۳) امامِ اعظم ان کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ کبھی اُن کے مکان کی طرف پاؤں پھیلا کر نہیں لیٹتے تھے۔(۴)

ابواسحاق سبیعیؒ:

امام صاحبؒ کے تیسرے خاص استاذ ابواسحاق سبیعیؒ ہیں،(۵) جنہوں نے اڑتیس (۳۸) صحابۂ کرامؓ سے علم حاصل کیا اور ابوداؤد طیالسیؒ کے قول کے مطابق وہ "أعلم الناس بحديث ابن مسعود وعلي

---

(۱) آپ کا پورا نام أبو عبدالله عكرمة بن عبدالحبر البربري ہے، (۲۵-۱۰۵ھ=۶۴۵-۷۲۳م) تابعی، تفسیر ومغازی کے عالم تھے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مولیٰ اور ثقہ راوی ہیں، عبداللہ بن عباس، عائشہ صدیقہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کیا، آپ کے شاگردوں میں عمرو بن دینار، قتادہ، شعبی، یحییٰ بن کثیر رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں۔ (تاريخ مدينة دمشق لابن عساكر ۴۱/۷۲). (ج)

(۲) تهذيب التهذيب لابن حجر العسقلاني، من اسمه حماد ۳/۱۶، ونصه: «حماد بن أبي سليمان مسلم... روى عن أنس، وزيد بن وهب، وسعيد بن المسيب ... وعكرمة، وأبي وائل، وإبراهيم النخعي، والحسن، وعبدالله بن بريدة، والشعبي». (ج)

(۳) الإمتاع بسيرة الإمامين الحسن بن زياد وصاحبه محمد بن شجاع للكوثري، بعض ما قاله الحسن بن زياد عن أبي حنيفة، ص: ۱۷، ونصه: «قال الحسن بن زياد: كان أبو حنيفة يروى أربعة آلاف حديث: ألفين لحماد، وألفين لسائر المشيخة». (ج)

(۴) الطبقات السنية في تراجم الحنفية للتميمي ۱/۱۱۴، ونصه: «روى أن أبا حنيفة قال: ما مددت رجلي نحو دار أستاذي حماد؛ إجلالا له. وكان بين داره ودار ه سبع سِكك». (ج)

(۵) تاريخ مدينة السلام للخطيب البغدادي، باب النون، ذكر من اسمه النعمان ۱۵/۴۴۴، ونصه: «النعمان بن ثابت أبو حنيفة... رأى أنس بن مالك، وسمع عطاء بن أبي رباح، وأبا إسحاق السبيعي». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

رضي الله عنهما" تھے،(۱) یہ "صحاح ستہ" کے راوی بھی ہیں۔(۲)

دیگر اساتذہ:

ان کے علاوہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں ابراہیم نخعیؒ، قاسم بن محمدؒ، قتادہؒ، نافعؒ، طاؤس بن کیسانؒ،(۳) عکرمہؒ، عطاء بن ابی رباحؒ،(۴) عمرو بن دینارؒ، عبداللہ بن دینارؒ، امام شیبانؒ اور سلیمان الاعمشؒ جیسے جلیل القدر تابعین اور اساطین الامۃ داخل ہیں۔(۵)

امام صاحب کے جلیل القدر تلامذہ:

امام صاحب کے شاگردوں کی طرف آئیں، تو اس فہرست میں بھی بڑے بڑے ائمۂ حدیث کے نام نظر آتے ہیں:

عبداللہ بن مبارکؒ:

آپ کے خصوصی شاگردوں میں عبداللہ بن المبارک موجود ہیں، جن کا فرمان ہے: "لولا أن الله أعانني بأبي حنيفة وسفيان لكنت كسائر الناس"۔(۶)

---

(۱)تذكرة الحفاظ للذهبي، الطبقة الرابعة، أبو إسحاق السبيعي ۱/۸۷، ونصه: «أبو إسحاق السبيعي... إنه سمع من ثمانية وثلاثين صحابيا... قال أحمد بن عبدة: سمعت أبا داود الطيالسي يقول: ... وأبو إسحاق أعلمهم بحديث علي وابن مسعود». (ج)

(۲)تهذيب الكمال للمزي، باب العين ۲۲/ ۱۰۲، ونصه: «عمرو بن عبدالله ... أبو إسحاق السبيعي الكوفي... روى له جماعة. (ج)

(۳) آپ کا پورا نام أبو عبدالرحمن طاوس بن كيسان الفارسي ہے، (۳۳-۱۰۶ھ=۶۵۳-۷۲۴م) فقیہ، حافظ اور تابعین میں سے تھے، آپ نے زید بن ثابت، ابوہریرہ، ابن عباس اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایات لی ہیں، آپ سے مجاہد، عطاء بن ابی رباح اور ابن شہاب زہری رحمہم اللہ سمیت ایک بڑی جماعت نے احادیث نقل کیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۵/۳۸). (ج)

(۴) آپ کا پورا نام عطاء بن أبي رباح أسلم الفهري ہے، (۲۶-۱۱۴ھ=۶۴۷-۷۳۲م) تابعی، فقیہ اور ثقہ راوی ہیں، آپ نے ابوہریرہ، ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہ سے روایات لی ہیں، آپ سے احادیث روایت کرنے والوں میں عمرو بن دینار، قیس بن سعد اور حبیب بن ابی ثابت رحمہم اللہ شامل ہیں۔ (التاريخ الكبير لابن أبي خيثمة ۲/۴۶۳). (ج)

(۵)مغاني الأخيار للعيني، حرف النون ۳/ ۱۲۶، ونصه: «ثم لنذكر بعض مشايخه الذين ظفرنا بهم على حروف الهجاء إلخ» وراجع سير أعلام النبلاء للذهبي، أبو حنيفة النعمان بن ثابت ۶/۳۹۱. (ج)

(۶)الطبقات السنية في تراجم الحنفية للتميمي، مقدمة المؤلف ۱/۸۲. (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

یحییٰ بن سعید القطانؒ:

نیز جرح وتعدیل کے مشہور امام یحییٰ بن سعید القطان بھی امام صاحب کے شاگرد ہیں (۱) اور حافظ ذہبیؒ وغیرہ نے لکھا ہے کہ وہ امام صاحب ہی کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے، (۲) حافظ ابن حجرؒ نے "تہذیب" میں یحیی بن سعید القطان سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں: "قد أخذنا بأكثر أقواله" (۳) اور حافظ عبدالقادر قرشیؒ نے "الجواهر المضية في طبقات الحنفية" میں اور موفق مکیؒ نے "مناقب الإمام" میں یحیی بن معین سے یحیی بن سعید القطان کا یہ قول نقل کیا ہے: "جالسنا والله أبا حنيفة، وسمعنا منه، وكنت والله إذا نظرت إليه عرفت أنه يتقي الله عز وجل"۔ (۴)

وکیع بن الجراح:

نیز امامِ شافعیؒ کے استاذِ خاص حضرت وکیع بن الجرّاح (۵) بھی امام صاحب کے شاگرد ہیں (۶) اور امام صاحب سے انہوں بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔ (۷)

---

(۱) سير أعلام النبلاء للذهبي، الطبقة الخامسة، النعمان بن ثابت ۷/۵۲۹، ونصه: «يحيى بن سعيد بن فروخ، الإمام الكبير، أمير المؤمنين في الحديث... وكان في الفروع على مذهب أبي حنيفة فيما بلغنا إذا لم يجد النص». (ج)

(۲) تذكرة الحفاظ للذهبي، الطبقة السادسة، وكيع بن الجراح ۱/۲۲۴، ونصه: «كان يحيى القطان يفتي بقول أبي حنيفة». (ج)

(۳) تهذيب التهذيب لابن حجر العسقلاني، حرف النون، من اسمه النعمان ۱۰/۴۵۰، ونصه: «يحيى بن سعيد القطان يقول: لا تكذب الله ما سمعنا أحسن من رأى أبي حنيفة وقد أخذنا بأكثر أقواله». (ج)

(۴) الجواهر المضية لعبد القادر القرشي، حرف الياء ۲/۲۱۲، وكذا في مناقب الإمام أبي حنيفة للموفق المكي ۱/۱۹۱. (ج)

(۵) آپ کا پورا نام أبو سفيان وكيع بن جراح بن مليح الكوفي ہے، (۱۲۹-۱۹۷ھ = ۷۴۶-۸۱۲م) تبع تابعی، حافظ، محدث اور ثقہ راوی ہیں، آپ نے ابن جریج، اوزاعی اور شعبہ رحمہم اللہ سے روایات لی ہیں اور آپ سے سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک اور ابن معین رحمہم اللہ نے روایات لی ہیں، آپ کی تصانیف میں "تفسير القرآن"، "السنن" اور "الزهد" مشہور ہیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبی ۹/۱۴۰). (ج)

(۶) مغاني الأخيار للعيني، باب النون ۳/۱۳۰، ونصه: «الفصل الخامس فى ذكر من روى عنه الحديث وأخذ عنه الفقه من العلماء من أهل الأمصار... ووكيع بن الجراح». (ج)

(۷) جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر، باب ما جاء في ذم القول في دين الله تعالى بالرأي ۱/۴۳۱، ونصه: «قال يحيى بن معين: ما رأيت أحدا أقدمه على وكيع، وكان يفتي برأي أبي حنيفة، وكان يحفظ حديثه كله، وكان قد سمع من أبي حنيفة حديثا كثيرا». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ابن عبدالبرؒ نے "الانتقاء" میں یحییٰ بن معینؒ سے نقل کیا ہے کہ وہ (امام وکیع) بھی امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔[۱]

واضح رہے کہ امام صاحب کے قول پر فتویٰ دینا مقلدِ مطلق کی طرح نہیں تھا، بلکہ مجتہد فی المذہب کی طرح تھا، جس طرح امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ وغیرہ بعض مسائل میں امام ابو حنیفہؒ سے اختلاف کرتے تھے، اسی طرح بعض مسائل میں وہ بھی اختلاف کرتے تھے، چنانچہ "إشعار في الحج" کے مسئلہ میں ایسا ہی ہوا ہے، کما سيأتي في كتاب الحج إن شاء الله۔[۲]

دیگر شاگرد:

ان کے علاوہ مشہور محدثین میں سے مکی بن ابراہیم، یزید بن ہارون، حفص بن غیاث النخعی، یحییٰ بن زکریا بن أبي زائدہ، مسعر بن کدام،[۳] ابو عاصم النبیل، قاسم بن معن، علی بن المسہر، فضل بن دکین، عبدالرزاق بن ہمام رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر محدثین نے امام ابو حنیفہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا،[۴] جس محدث کے شیوخ اور تلامذہ میں اس مرتبہ کے حضرات موجود ہوں، اُس کے بارے میں یہ کہنا کہ علمِ حدیث میں اس کا پایہ بلند

---

(۱) الانتقاء لابن عبد البر، باب ذكر ما انتهى إلينا من ثناء العلماء على أبي حنيفة وتفضيلهم له، ص: ۱۳٦، ونصه: «يحيى بن معين يقول: ما رأيت مثل وكيع، وكان يفتي برأي أبي حنيفة». (ج)

(۲) سنن الترمذي، كتاب الحج، باب ما جاء في إشعار البدن، رقم: ۹۰٦، ونصه: «سمعت أبا السائب يقول: كنا عند وكيع، فقال لرجل عنده ممن ينظر في الرأي: أشعر رسول الله صلى الله عليه وسلم، ويقول أبو حنيفة: هو مثلة؟ قال الرجل: فإنه قد روي عن إبراهيم النخعي أنه قال: الإشعار مثلة، قال: فرأيت وكيعا غضب غضبا شديدا، وقال: أقول لك: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وتقول: قال إبراهيم، ما أحقك بأن تحبس، ثم لا تخرج حتى تنزع عن قولك هذا». (ج)

(۳) آپ کا پورا نام مسعر بن كدام أبو سلمة الهلالي ہے، (۰۰۰-۱۵۲ھ = ۰۰۰-۷٦۹م) آپ کوفہ کے بہت بڑے محدث تھے، آپ نے عدی بن ثابت اور قتادہ بن دعامہ رحمہما اللہ سے روایات لی ہیں اور آپ سے بڑے بڑے محدثین نے روایات لی ہیں، جن میں سفیان بن عیینہ، عبداللہ ابن المبارک رحمہما اللہ وغیرہ شامل ہیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۷/ ۱٦۳). (ج)

(۴) مغاني الأخيار للعيني، حرف النون، النعمان بن ثابت ۳/ ۱۲۹، ونصه: «الفصل الخامس في ذكر من روى عنه الحديث وأخذ عنه الفقه من العلماء من أهل الأمصار وفي التهذيب: روى عنه إبراهيم بن طهمان... ويزيد بن هارون إلخ». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

نہ تھا، کتنا بڑا ظلم ہے!

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محدثانہ شان کا واقعہ:

تاریخ وسِیَر کی کتب میں امام ابوحنیفہ کے حفظِ حدیث کے متعلق بڑے حیرت انگیز واقعات مروی ہیں، نمونہ کے طور یہاں اُن میں سے دو واقعات بیان کیے جاتے ہیں:

ملّا علی قاریؒ نے "مناقب الإمام الأعظم" میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک مجلس میں امام صاحب اور امام اعمشؒ [1] دونوں موجود تھے، کسی نے آپ سے مسئلہ پوچھا، آپ نے جواب دے دیا، امام اعمش نے جواب سن کر کہا: "من أين أخذت هذا؟" امام ابوحنیفہ نے برجستہ جواب دیا: "أنت حدثتنا عن أبي صالح عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلي الله عليه وسلم كذا، وأنت حدثتنا عن أبي إياس عن أبي مسعود الأنصاري، وأنت حدثتنا عن أبي وائل عن عبد الله قال: قال رسول الله صلي الله عليه وسلم كذا، وأنت حدثتنا عن أبي مجلز عن حذيفة بن اليمان قال: قال رسول الله صلي الله عليه وسلم كذا، وأنت حدثتنا عن الزبير عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلي الله عليه وسلم كذا"

اس پر امام اعمشؒ نے حیران ہوکر فرمایا: "حسبك ما حدثتك به في مائة يوم حدثتني به في ساعة واحدة" پھر فرمایا: "يا معشر الفقهاء! أنتم الأطباء، ونحن الصّيادلة، وأنت أيها الرجل! أخذت بكلى الطّرفين"۔

دوسرا واقعہ امام ابو یوسفؒ کا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب امام ابوحنیفہ کوئی شرعی مسئلہ بیان فرماتے، تو میں کوفہ کے تمام شیوخِ حدیث کے پاس جاتا اور اُن سے وہ احادیث جمع کر کے لاتا، جو امام ابوحنیفہ کے قول کی تائید کرتی تھیں اور اس خیال سے امام اعظم کو سناتا تھا کہ آپ سن کر خوش ہوں گے، لیکن جب میں حدیثیں سنا

---

(۱) آپ کا پورا نام أبو محمد سليمان بن مهران الأسدي الأعمش ہے، (۶۱-۱۴۸ھ = ۶۸۰-۷۶۵م) تابعی، امام اور ثقہ راوی ہیں، آپ تفسیر، حدیث اور فرائض میں انتہائی مہارت رکھتے تھے، سعید بن جبیر، ابراہیم تیمی اور مجاہد رحمہم اللہ سے علم حاصل کیا، شاگردوں میں سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، شعبہ رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں۔ (تاریخ مدينة السلام للخطيب البغدادي ۹/۴).(ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

کر فارغ ہوتا تو امام صاحب فرماتے: ان میں سے فلاں حدیث میں فلاں نقص ہے اور فلاں حدیث میں فلاں راوی ضعیف ہے اور فلاں علّت پائی جارہی ہے، اس لیے وہ قابلِ استدلال نہیں ہے اور پھر امامِ اعظم فرماتے: "أنا عالم بعلم أهل الكوفة"۔[1]

امام صاحب کی مایہ ناز تالیف: "کتاب الآثار":

امام ابوحنیفہؒ کے مآثرِ علمیہ میں سے ان کی "کتاب الآثار"[2] علمِ حدیث میں ان کے مقامِ بلند کی شاہد ہے، یہ کتاب فقہی ابواب پر حدیث کی سب سے پہلی مرتب کتاب ہے، چنانچہ علامہ سیوطیؒ نے "تبييض الصحيفة" میں لکھا ہے کہ علمِ حدیث میں امام ابوحنیفہ کی یہ فضیلت کچھ کم نہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے ابوابِ فقہیہ پر مرتب کتاب تالیف کی، یہ فضیلت کسی اور کو حاصل نہیں ہوسکی،[3] امامِ اعظم کی یہ "کتاب الآثار" "موطأ إمام مالك" کے مأخذ کی حیثیت رکھتی ہے؛ کیونکہ قاضي أبو العباس محمد بن عبد الله بن أبي العوام کے "فضائل أبي حنيفة" میں سندِ متصل کے ساتھ مشہور محدث عبد العزیز دراوردیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے: "كان مالك ينظر في كتب أبي حنيفة وينتفع بها"۔[4] اس سے واضح ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی

---

(۱) الخيرات الحسان لابن حجر الهيتمي، الفصل الثلاثون، ص: ۶۹، ونصه: «وعن أبي يوسف ما رأيت أحدا أعلم وأشد فحصه عنه ... كان إذا صمم على قول درت على مشايخ الكوفة ... فيقول: أنا أعلم بعلم أهل الكوفة... وكان عند الأعمش فسئل عن مسائل ... يا معشر الفقهاء! أنتم الأطباء، ونحن الصيادلة، وأنت أيها الرجل أخذت بكلى الطرفين». (ج)

(۲) فائدہ: بعض حضرات کا خیال ہے کہ "کتاب الآثار" امام محمد رحمہ اللہ کی تصنیف ہے لیکن محقق العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الرشید نعمانی رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز کتاب "امام ابن ماجہ اور علم حدیث" میں اس بات کی نفی کی ہے اور "کتاب الآثار" کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تصنیف قرار دیا ہے۔ (امام ابن ماجہ اور علم حدیث، ص: ۲۷۶)۔ (ج)

(۳) تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة للسيوطي، ذكر نبذ من أخباره ومناقبه، ص: ۱۱۹، ونصه: «من مناقب أبي حنيفة التي انفرد بها: أنه أول من دون علم الشريعة ورتبه أبوابا، ثم تابعه مالك بن أنس في ترتيب الموطأ، ولم يسبق أبا حنيفة أحد». (ج)

(۴) فضائل أبي حنيفة لابن أبي العوام جماعة رووا عن أبي حنيفة رحمه الله إلخ، ومالك بن أنس ۲۳۵/۱، ونصه: «حدثني يوسف بن أحمد المكي... أنه قال: أخبرني عبد العزيز بن محمد الدراوردي قال: كان مالك بن أنس ينظر في كتب أبي حنيفة وينتفع بها». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

"کتاب الآثار" کا مقام "موطأ إمام مالك" کی نسبت ایسا ہی ہے، جیسے "موطأ" کا مقام "صحیحین" کی نسبت سے ہے۔

"کتاب الآثار" کے رواۃ:

حدیث کی دوسری کتب کی طرح "کتاب الآثار" کے بھی بہت سے راوی ہیں، جن میں سے چار مشہور ہیں:

۱) امام ابو یوسفؒ

۲) امام محمدؒ

۳) امام زُفرؒ

۴) امام حسن بن زیادؒ۔ (۱)

پھر جس طرح امامِ بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح چھ لاکھ (۶۰۰۰۰۰) احادیث سے انتخاب کر کے مرتب کی ہے، (۲) اسی طرح امام ابو حنیفہؒ نے بھی "کتاب الآثار" کو بہت سی احادیث سے انتخاب کر کے مرتب کیا ہے، پھر چونکہ امام ابو حنیفہؒ امام بخاریؒ وغیرہ سے بہت مقدم ہیں اور ان کے زمانہ میں اسانید وطرق میں اتنی کثرت اور وسعت پیدا نہیں ہوئی تھی، اس لیے امام اعظم کا یہ انتخاب چالیس ہزار احادیث میں سے ہے، چنانچہ علامہ موفق بن احمد مکی رحمہ اللہ نے "مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة" میں نقل کیا ہے کہ:

"انتخب أبو حنيفة الآثار من أربعين ألف حديث"۔ (۳)

اور علامہ موفق رحمہ اللہ ہی نے حافظ ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوریؒ کی "مناقب أبي حنيفه" کے حوالہ

---

(۱) آپ کا پورا نام أبو علي حسن بن زياد اللؤلوي ہے، (۰۰۰-۲۰۴ھ = ۰۰۰-۸۱۹م) علامہ، فقیہ، قاضی اور امام ابو حنیفہ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں محمد بن شجاع اور شعیب بن ایوب شامل ہیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۸/۲۱۱). (ج)

(۲) الجامع لأخلاق الراوي للخطيب البغدادي، باب القول في كتب الحديث إلخ ۲ /۱۸۵، ونصه: «سمعت محمد بن إسماعيل البخاري، يقول: صنفت كتابي الصحاح بست عشرة سنة خرجته من ستمائة ألف حديث وجعلته حجة فيما بيني وبين الله عز وجل». (ج)

(۳) مناقب الإمام الأعظم للموفق المكي، فضائل سيدنا أبي بكر رضي الله عنه واتباع الإمام له ۱ /۹۵. (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

سے اُن کی سند کے ساتھ یحیی بن نصر بن حاجب ؒ سے نقل کیا ہے کہ:

"سمعت أبا حنيفة يقول عندي صناديق من الحديث، ما أخرجت منها إلا الشيء اليسير الذي ينتفع به".(۱)

نیز ملا علی قاریؒ نے "مسندِ أبي حنيفه" کی شرح میں یحیی بن نصرؒ ہی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

"میں ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ کے پاس داخل ہوا، تو دیکھا کہ اُن کا کمرہ کتابوں سے بھرا ہوا ہے، میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ حدیث کی کتابیں ہیں"۔(۲)

ان واقعات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ "کتاب الآثار" میں جتنی احادیث موجود ہیں وہ بھی امام صاحب کی تمام احادیث نہیں، بلکہ ان کا ایک مختصر سا انتخاب ہے، بہر حال امامِ اعظم کی فضیلت یہ ہے کہ حدیث کی جتنی کتابیں اس وقت متداول ہیں، ان میں سے سب سے پہلی مبوب کتاب ان کی تالیف ہے۔

"کتاب الآثار" کا مرتبہ و مقام:

علمِ حدیث میں اس کتاب کا مقام کیا تھا؟ اس کا اندازہ اُس دَور کے محدثین کے اقوال سے ہوتا ہے، جنہوں نے اپنے شاگردوں کو اس کے مطالعہ کا نہ صرف مشورہ دیا بلکہ تاکید بھی کی اور فرمایا کہ اس کے بغیر علمِ فقہ حاصل نہیں ہوسکتا، یہ اقوال امامِ اعظم کی مناقب کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ منقول ہیں۔

پھر محدثین نے "کتاب الآثار" کی جو خدمت کی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب اُن کے نزدیک کسی اہم مقام کی حامل ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کی بہت سی شروح لکھی گئی ہیں۔

---

(۱) المصدر السابق، جواب الطعن على أخذ الإمام بالاستحسان ۱ /۹۵، ونصه: «وذكر الإمام الحافظ أبو يحيى زكريا النيسابوري في كتاب مناقب أبي حنيفة له بإسناده إلى يحيى بن نصر بن حاجب سمعت أبا حنيفة رحمه الله يقول: عندي صناديق من الحديث ما أخرجت منها إلا اليسير الذي ينتفع به». (ج)

(۲) شرح مسند أبي حنيفة لملا علي القارئ، مقدمة، تشدد الإمام في الرواية، ص:۵، ونصه: «وحدث عنه يحيى بن نصر فقال: دخلت عليه في بيت مملوء كتباً فقلت له: ما هذا؟ فقال: هذه الأحاديث ما حدثت منها إلا اليسير الذي ينتفع به». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

چنانچہ علامہ ابنِ ہمامؒ(۱) کے شاگرد حافظ زین الدین قاسم بن قطلو بغاؒ نے "کتاب الآثار" کی شرح لکھی ہے اور ایک مستقل کتاب اس کے رجال پر تصنیف کی ہے،(۲) نیز حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ نے ایک کتاب، "کتاب الآثار" کے رجال پر لکھی ہے، جس کا نام "الإيثار لذكر رواة الآثار" ہے، اس کتاب کا تذکرہ خود حافظ نے "تعجيل المنفعة بزوائد رجال الأربعة" میں کیا ہے،(۳) پھر حافظ ابن حجرؒ ہی نے اپنی مشہور کتاب "تعجيل المنفعة بزوائد رجال الأربعة" میں "کتاب الآثار" کے اُن راویوں کو جمع کیا ہے، جو صحاح ستہ میں موجود نہیں ہے؛ کیونکہ یہ کتاب حافظ نے ائمۂ اربعہ یعنی امام ابوحنیفہ، امام مالک، امامِ شافعی اور امام احمد کے رجال کے تذکرہ میں لکھی ہے۔(۴)

یہاں یہ بات واضح رہے کہ نواب صدیق حسن خان صاحب نے "اتحاف النبلاء" میں یہ بات بالکل غلط لکھی ہے کہ حافظ ابنِ حجرؒ کی کتاب "تعجيل المنفعة" سننِ اربعہ کے رجال پر ہے،(۵) ایسا معلوم ہوتا ہے

---

(۱) آپ کا پورا نام کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید بن مسعود سیواسي ہے، (۷۹۰-۸۶۱ھ = ۱۳۸۸-۱۴۵۷م) حنفیہ کے محققین علماء میں سے ہیں، ابن ہمام کے لقب سے مشہور ہیں، آپ کی تصنیفات میں "فتح القدير" ور "التحرير" وغیرہ شامل ہیں۔ (البدر الطالع لمحمد بن علي الشوكاني ۲/ ۲۰۱). (ج)

(۲) الضوء اللامع للسخاوي، حرف القاف، قاسم بن قطلوبغا ۶/ ۱۸۴، ونصه: «زين الدين أبو العدل قاسم بن قطلوبغا.. ومما صنفه في هذا الشأن... ورجال كل من الطحاوي في مجلد، والموطأ لمحمد بن الحسن، والآثار له». (ج)

(۳) تعجيل المنفعة لابن حجر العسقلاني ۱/ ۲۴۴، ونصه: «كتاب الآثار لمحمد بن الحسن؛ فإني أفردته بالتصنيف لسؤال سائل من حذاق أهل العلم الحنفية، سألني في أفراده، فأجبته، وتتبعته، واستوعبت الأسماء التي فيه في من كان في التهذيب، اقتصرت على اسمه فقط وقلت، هو في التهذيب ومن زاد عليه ذكرت ما وقفت عليه». (ج)

(۴) المصدر السابق ۱/ ۲۴۳، ۲۴۴ ونصه: «فلذلك اقتصرت على رجال الأربعة، وسميته تعجيل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة، وعزمي أني اتتبع ما في كتاب الغرائب عن مالك الذي جمعه الدار قطني؛ فإن فيه من الأحاديث مما ليس في الموطأ شيئا كثيرا، ومن الرواة إلخ». (ج)

(۵) اتحاف النبلاء المتقين بإحياء مآثر الفقهاء المحدثين للشيخ محمد صديق بن حسن خان، مقصد أول در ذكر أسامي كتب ومؤلفين، باب التاء، ص: ۴۱، ونصه: «تعجيل المنفعة برجال الأربعة أي السنن الأربعة للحافظ ابن حجر العسقلاني ذكره الشوكاني ودر کشف الظنون گفته بروایۂ رجال الائمۃ الاربعۃ یعنی المذاهب واین مسامحت ست ازوی ولہذا برین قدر زیادہ نکردہ». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

کہ نواب صاحب نے خود "تعجيل المنفعة" کا مطالعہ نہیں کیا، ورنہ وہ ایسی غلط بات نہ کہتے؛ کیونکہ حافظ ابنِ حجرؒ نے کتاب کے مقدمہ ہی میں یہ تصریح کردی ہے کہ ان کا مقصد ائمۂ اربعہ کے رجال زوائد کا تذکرہ ہے، اسی طرح محمد بن علی بن حسن بن حمزۃ الحسینی نے ایک کتاب "التذكرة لرجال العشرة" کے نام سے لکھی ہے جس میں "صحاح ستہ" اور ائمۂ اربعہ کے رجال کو جمع کیا ہے، اس میں "کتاب الآثار" کے تمام راوی موجود ہیں۔[(۱)]

مسانیدِ امام اعظمؒ:

یہ تو "کتاب الآثار" تھی، جو امام صاحب کی واحد تصنیف ہے، اس کے علاوہ بڑے بڑے محدثین نے امام ابوحنیفہ کی مرویات کو جمع کرکے "مسند أبي حنيفة" کے نام سے مرتب کیا ہے، ان مسانید کی تعداد بیس کے قریب ہے، مسند لکھنے والوں میں ابونعیم اصفہانی، عبداللہ بن محمد الحارثی، حسن بن زیاد اللؤلؤی، حافظ ابنِ مندہؒ،[(۲)] یہاں تک کہ حافظ ابنِ عدی بھی شامل ہیں،[(۳)] جو شروع میں امام صاحب کے بڑے مخالف تھے، بعد میں جب امام طحاویؒ کے شاگرد بنے تو امام صاحب کی جلالتِ قدر کا اندازہ ہوا، اس وقت اپنے سابقہ خیالات کی تلافی کے طور پر "مسند أبي حنيفة" مرتب فرمائی،[(۴)] اس طرح "مسند إمام أبي حنيفة" کے

---

(۱) طبقات الحفاظ للسيوطي، الطبقة الثانية والعشرون، الحسيني، ص: ۵۳۷، ونصه: «الحافظ شمس الدين أبو المحاسن محمد بن علي بن الحسن بن حمزة بن محمد الدمشقي الشريف الحسيني... وألف التذكرة في رجال العشرة: الكتب الستة، والموطأ، والمسند، ومسند الشافعي، وأبي حنيفة». (ج)

(۲) آپ کا پورا نام أبو عبد الله محمد بن إسحاق بن مندة ہے، (۳۱۰-۳۹۵ھ=۹۲۳-۱۰۰۵م) حافظ، مؤرخ اور ثقہ راوی تھے، آپ نے کئی کتابیں لکھیں، جن میں "معرفة الصحابة"، "الرد على الجهمية" اور "التوحيد" مشہور ہیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي، الطبقة الثانية والعشرون ۲۸/۱۷). (ج)

(۳) جامع المسانيد للخوارزمي ۱/۴، ۵، ونصه: «(الأول) مسند له جمعه الإمام الحافظ أبو محمد عبد الله بن محمد بن يعقوب ابن الحارث الحارثي البخاري المعروف بعبد الله... (الرابع) مسند له جمعه الإمام الحافظ أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد الأصفهاني... (السادس) مسند له جمعه الإمام الحافظ صاحب الجرح والتعديل أبو أحمد عبد الله بن عدي الجرجاني... (السابع) مسند له رواه عنه الإمام الحسن بن زياد اللؤلؤي». (ج)

(۴) تأنيب الخطيب للكوثري، كلام الثوري عند ما بلغته وفاة أبي حنيفة إلخ، ص: ۳۲۹، ونصه: «وكان ابن عدي على بعده عن الفقه والنظر... بأبي جعفر الطحاوي، وأخذ عنه، تحسنت حالته يسيرًا، حتى ألف "مسندا" في أحاديث أبي حنيفة». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

نام سے سترہ یا اُس سے زائد مسانید لکھی گئیں، جن میں پندرہ کو بعد میں علامہ خوارزمیؒ نے "جامع مسانید الإمام الأعظم" کے نام سے جمع کر دیا ہے۔ (۱)

امام صاحبؒ پر قلیل الحدیث ہونے کا الزام اور اس کا جواب:

حقیقت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ پر یہ الزام کہ وہ قلیل الحدیث تھے، یا اُن کے پاس کل سترہ احادیث تھیں، "کما نقله ابن خلدون عن بعض الناس"، یہ ایک ایسا الزام اور سفید جھوٹ ہے جس کی تعصب یا ناواقفیت کے سوا کوئی اور تاویل نہیں کی جاسکتی، ابنِ خلدون نے نہ جانے کس بناء پر یہ لکھ دیا کہ امام ابوحنیفہؒ کی شرائطِ صحتِ حدیث چونکہ بہت سخت اور کڑی تھیں، اس لیے اُن کے نزدیک سترہ احادیث صحیح تھیں۔ (۲)

دراصل ابنِ خلدون امام ابوحنیفہؒ سے اتنے دور رہے کہ اُن کو حقیقتِ حال کا علم نہ ہوسکا، حقیقت تو وہ ہے جس کا اظہار علامہ زاہد الکوثریؒ نے "شروط الأئمة الخمسة للحازمي" کے حاشیہ پر کیا ہے کہ:

"درحقیقت امام ابوحنیفہؒ کی مروّج احادیث بھی ایسے سترہ دفتروں میں ہیں جن میں سے سب سے چھوٹا دفتر بھی "سنن شافعي برواية الطحاوي" اور "مسند شافعي برواية أبي العباس الأصم" سے بڑا ہے، جب کہ امامِ شافعیؒ کی احادیث کا مدار انہی دو کتابوں پر ہے"۔ (۳)

---

(۱) الرسالة المستطرفة للكتاني، ومنها كتب الأئمة الأربعة أرباب إلخ، ص: ۱۶، ونصه: «ومسند إمام الأئمة ... أبي حنيفة النعمان بن ثابت... وله خمسة عشر مسندا، وأوصلها الإمام أبو الصبر أيوب الخلوتي في ثبته إلى سبعة عشر مسندا، كلها تنسب إليه؛ لكونها من حديثه وإن لم تكن من تأليفه، وقد جمع بين خمسة عشر منها أبو المؤيد محمد بن محمود بن محمد بن الحسن الخطيب الخوارزمي... في كتاب سماه جامع المسانيد». (ج)

(۲) تاريخ ابن خلدون، الباب السادس إلخ، الفصل السادس إلخ ۱/ ۵۶۱، ونصه: «فأبو حنيفة رضي الله تعالى عنه يقال: بلغت روايته إلى سبعة عشر حديثا أو نحوها... والإمام أبو حنيفة إنما قلت روايته لما شدد في شروط الرواية والتحمل». (ج)

(۳) شروط الأئمة الخمسة للحازمي، ص: ۵۰، ونصه: «وما قاله ابن خلدون... بل أحاديثه في سبعة عشرة سفرا، يسمى كل منها بمسند أبي حنيفة... وقلما يوجد بين تلك الأسفار، سفر أصغر من سنن الشافعي رواية الطحاوي ولا من مسند الشافعي رواية أبي العباس الأصم اللذين عليهما مدار أحاديث الشافعي». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

امام صاحب کا نقل احادیث میں غایتِ احتیاط:

امام صاحبؒ کے ایک شاگرد کا قول ہے کہ امام صاحب کی تصانیف میں ستر ہزار احادیث ملتی ہیں، بعض لوگ اس پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں اور اسے مبالغہ سمجھتے ہیں، اس لیے کہ امام صاحب کی تصانیف میں اتنی احادیث بظاہر نظر نہیں آتیں، لیکن اگر متقدمین کا طریقۂ کار ذہن میں ہو تو اس مقولہ کی صداقت واضح ہو جاتی ہے، درحقیقت محدثین کے ہاں حدیث بیان کرنے کے دو طریقے تھے:

بعض مرتبہ وہ حدیث کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے مرفوعاً بیان کرتے اور بعض مرتبہ وہ احتیاط کے پیشِ نظر اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے کے بجائے خود اپنا قول قرار دے کر فقہی مسئلہ کے طور پر بیان کر دیتے تھے، یہ اُن کی غایتِ احتیاط تھی تا کہ اُن کی نقلِ روایت میں اگر کوئی فروگذاشت ہو تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ ہو، صحابہؓ اور تابعینؒ میں سے جو حضرات حدیث کے معاملہ میں زیادہ محتاط تھے، وہ عموماً یہ دوسرا طریقہ اختیار کرتے تھے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیشتر روایات اسی قسم کی ہیں، جس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جو احادیثِ مرفوعہ مروی ہیں، اُن کی تعداد پانچ سو سے زیادہ اور ایک ہزار سے کم ہے،(۱) جس کا تقاضا یہ ہے کہ محدثین کی اصطلاح کے مطابق انہیں "متوسطین" میں شمار کیا جائے، جیسا کہ محدثین نے اُن کو "متوسطین" میں شمار کیا ہے، لیکن حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے "إزالة الخفاء" میں لکھا ہے کہ انہیں "مکثرین" میں سے شمار کرنا چاہیے۔

---

(۱) إعلاء السنن للشيخ ظفر أحمد العثماني، أبو حنيفة وأصحابه المحدثون ۲۱/۲۰، ۲۱، ونصه: «واعلم أن تلقي الأمة منه ﷺ الشرع على وجهين: أحدهما تلقي الظاهر، ولا بد أن يكون بنقل إما متواتر أو غير متواتر. وثانيها التلقي دلالة، وهي أن الصحابة يرى رسول الله ﷺ يقول أو يفعل، فاستنبطوا من ذلك حكما من الوجوب وغيره، فأخبروا بذلك الحكم، فقالوا: الشيء الفلاني واجب، وذلك الآخر جائز، وأكابر هذا الوجه عمر وعلي وابن مسعود وابن عباس رضي الله عنهم ... فقد رأيت أن الشيخ قدس الله سره عد أمير المؤمنين عمر بن الخطاب وعلي ابن أبي طالب وعبد الله بن مسعود من المكثرين في الحديث؛ لكون أكثر أقوالهم الموقوفة عليهم موافقة للأحاديث المرفوعة بالعرض عليها، خلاف ما عليه الجمهور من عدهم إياهم في المتوسطين، فكذلك الإمام أبو حنيفة رضي الله عنه من المكثرين في الحديث أيضا؛ لكون جملة كبيرة تنوف على آلاف كثيرة من أقواله ومسائله موافقة للمرفوعات بالعرض عليها، وبهذا قال ابن المبارك: "لا تقولوا رأي أبي حنيفة رحمه الله، ولكن قولوا تفسير الحديث". ذكره القارئ في المناقب عن سويد بن نصر عنه». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

"مکثرین" محدثین کی اصطلاح میں اُن حضرات کو کہتے ہیں جن کی مرویات کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہو، شاہ صاحب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو "مکثرین" میں سے شمار کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اُن کی بیشتر روایات خود اُن کے اپنے قول کے طور پر مروی ہیں، اسی طرح بعض تابعین کا مقولہ مشہور ہے:

"لأن نقول قال علقمة. قال عبدالله: أحب إلينا مِن أن نقول قال رسول الله صلي الله عليه وسلم"

اس جیسے اور بھی کئی واقعات ہیں، جنہیں حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ نے "إنجاء الوطن عن الازدراء بإمام الزمن" میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ متقدمین بہت سی احادیثِ مرفوعہ کو خود اپنا قول قرار دے کر فقہی مسئلہ کے طور پر ذکر کردیتے تھے، اگر اس لحاظ سے دیکھا جائے تو امام ابوحنیفہؒ کی مرویات کا ستر ہزار تک پہنچ جانا کچھ بعید نہیں؛ کیونکہ امام ابوحنیفہؒ نے بھی یہی طریقہ اختیار فرمایا تھا، اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھ کر اگر ان مسائل کا مطالعہ کیا جائے جو امام محمد وغیرہ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیے تو ان میں ایسے مسائل کی تعداد بے شمار نظر آتی ہے جو براہِ راست حدیث سے منقول ہیں، اس صورت میں امامِ اعظمؒ کی مرویات کی تعداد کا ستر ہزار سے یادہ ہونا کچھ مستبعد نہیں، اس کے علاوہ مسئلہ حقیقت میں یہ نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے کتنی روایات دوسروں سے بیان کیں، بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ کتنی روایات اُن تک پہنچیں؟

واقعہ یہ ہے کہ امام صاحب نے چونکہ اپنا مشغلہ روایتِ حدیث کو بنانے کی بجائے استنباطِ احکام کو بنایا ہے، اس لیے اُن کی بہت سی روایات بحیثیتِ حدیث باقی نہ رہ سکیں، بلکہ بحیثیتِ مسائلِ فقہیہ باقی رہیں۔

واللہ سبحانہ وتعالی أعلم بالصواب۔

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

امام ابوحنیفہؒ پر کیے جانے والے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ:

اب ایک نظر اُن اعتراضات پر بھی ڈال لیجئے، جو عموماً امام ابوحنیفہؒ پر وارد کیے جاتے ہیں:

پہلا اعتراض وجواب:

سب سے پہلا اعتراض یہ ہے کہ امام نسائیؒ نے اپنی کتاب "الضعفاء" میں امام ابوحنیفہؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "نعمان بن ثابت أبو حنيفة ليس بالقوي في الحديث"۔(۱)

اِس کا جواب یہ ہے کہ علماء نے جرح وتعدیل کے کچھ قاعدے مقرر کیے ہیں اور کسی راوی کے بارے میں جرح وتعدیل کا فیصلہ کرتے ہوئے اُن قواعد کو مدِّ نظر رکھنا نہایت ضروری ہے، ورنہ کسی بڑے سے بڑے محدّث کی بھی عدالت وثقاہت ثابت نہ ہوسکے گی؛ کیونکہ تمام بڑے بڑے ائمہ پر کسی نہ کسی کی جرح ضرور موجود ہے، چنانچہ امامِ شافعیؒ پر یحییٰ بن معینؒ نے،(۲) امام احمدؒ پر امام کرابیسیؒ(۳) نے،(۴) امام بخاریؒ پر ذہلی

---

(۱) الضعفاء والمتروكين للنسائي، باب النون، نعمان بن ثابت، ص: ۲۳۳. (ج)

(۲) طبقات الشافعية الكبرى للسبكي، الطبقة السابعة، الفصل الثاني ۱۱۳/۹، ونصه: «ومنهم محمد بن إدريس الشافعي الإمام الذي سارت الركبان بفضائله، ومعارفه... وقد روي أن ابن معين قال فيه: ليس بثقة». (ج)

(۳) آپ کا پورا نام حسین بن علي بن يزيد الكرابيسي البغدادي ہے، (۰۰۰-۲۴۸ھ=۰۰۰-۸۶۳) آپ شافعی المذہب تھے، اصولِ فقہ میں بہت سی تصانیف ہیں، علمِ کلام کے ماہر تھے، علمِ حدیث میں بھی مہارت رکھتے تھے اور اس میں بھی کتابیں لکھی ہیں۔ (الوافي بالوفيات لخليل بن أيبك الصفدي ۲/۲۶۷). (ج)

(۴) تاريخ مدينة السلام للخطيب البغدادي، حرف العين، الحسين بن علي بن يزيد أبو علي الكرابيسي ۸/۶۱۱، ونصه: «الكرابيسي يتكلم في أحمد بن حنبل». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

نے،(۱) امام اوزاعیؒ پر امام احمدؒ نے جرح کی ہے،(۲) اگر ان تمام اقوال کا اعتبار کیا جائے، تو ان میں سے کوئی بھی ثقہ قرار نہیں پاسکتا، انتہاء یہ ہے کہ ابنِ حزمؒ نے امامِ ترمذیؒ(۳) اور امام ابنِ ماجہ کو مجہول کہا ہے،(۴) خود امام نسائیؒ پر کتنے ہی علماء نے تشیّع کا الزام عائد کیا ہے اور اس بناء پر انہیں مجروح کہا ہے۔(۵)

حقیقت یہ ہے کہ علماء نے جرح و تعدیل کے کچھ اصول مقرر فرمائے ہیں: ان میں سے پہلا اصول یہ ہے کہ جس شخص کی امامت و عدالت حدّ تواتر کو پہنچی ہوئی ہو، اس کے بارے میں ایک دو افراد کی جرح معتبر نہیں،(۶) امام ابوحنیفہؒ کی عدالت و امامت بھی حدّ تواتر کو پہنچی ہوئی ہے،(۷) بڑے بڑے ائمۂ حدیث نے آپ کے علم و تقویٰ کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے، اس لیے امام صاحب پر بھی آحاد کی جرح معتبر نہیں۔

اِس جواب پر ہمارے زمانہ کے بعض جہلاء یہ اعتراض کرتے ہیں کہ محدّثین کا معروف قاعدہ ہے کہ

---

(۱) المصدر السابق، ذكر من اسمه محمد ۲/ ۳۵۲، ونصه: «ذكر قصة البخاري مع محمد بن يحيى الذهلي بنيسابور... محمد بن جابر، يقول: سمعت محمد بن يحيى يقول: لما ورد محمد بن إسماعيل البخاري نيسابور، قال: اذهبوا إلى هذا الرجل الصالح العالم فاسمعوا منه، قال: فذهب الناس إليه، وأقبلوا على السماع منه حتى ظهر الخلل في مجالس محمد بن يحيى، فحسده بعد ذلك وتكلم فيه». (ج)

(۲) سير أعلام النبلاء للذهبي، الطبقة السادسة، الأوزاعي عبد الرحمن بن عمرو بن يحمد ۷/ ۱۱۳، ونصه: «قال إبراهيم الحربي: سألت أحمد بن حنبل: ما تقول في مالك؟ قال: حديث صحيح، ورأي ضعيف، قلت: فالأوزاعي؟ قال: حديث ضعيف، ورأي ضعيف». (ج)

(۳) تهذيب التهذيب لابن حجر العسقلاني، حرف الميم ۹/ ۳۸۸، ونصه: «وأما أبو محمد بن حزم؛ فإنه نادى على نفسه بعدم الاطلاع، فقال في كتاب الفرائض: محمد بن عيسى بن سورة مجهول». (ج)

(۴) تعليق الرفع والتكميل للشيخ عبد الفتاح أبو غدة، إيقاظ: ۱۹، ص: ۲۹۶، ونصه: «ابن ماجه صاحب السنن فقد كان ابن حزم يجهله ويجهل كتابه أيضا». (ج)

(۵) البداية والنهاية لابن كثير، سنة ثلاث وثلاثمائة ۱۱/ ۱۴۰، ونصه: «النسائي أحمد بن علي بن شعيب بن علي بن سنان بن بحر بن دينار، أبو عبد الرحمن النسائي صاحب السنن... وقد قيل عنه: إنه كان ينسب إليه شيء من التشيع». (ج)

(۶) قواعد في علوم الحديث للشيخ ظفر أحمد العثماني، الفصل السابع، من ثبتت عدالته وإمامته عند الأمة لو يؤثر فيه جرح ولو مفسرا، ص: ۱۷۶، ونصه: «من ثبت عدالته وأذعنت الأمة لإمامته، لا يؤثر فيه جرح ولو مفسرًا». (ج)

(۷) المصدر السابق، ثبوت العدالة بالاستفاضة إلخ، ص: ۲۱۰، ونصه: «تثبت العدالة بالاستفاضة، والشهرة... فمثل أبي حنيفة ومالك إلخ». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

"الجرح مقدم علی التعدیل"،(۱) لہٰذا جب امام صاحب کے بارے میں جرح وتعدیل دونوں منقول ہیں تو جرح راجح ہوگی، لیکن یہ اعتراض جرح وتعدیل کے اصول سے ناواقفیت پر مبنی ہے؛ کیونکہ ائمۂ حدیث نے اِس بات کی تصریح کی ہے"الجرح مقدّم علی التعدیل" کا قاعدہ مطلق نہیں، بلکہ چند شرائط کے ساتھ مقید ہے۔

جرح وتعدیل کے اقوال میں ترجیح کا طریقۂ کار:

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کسی راوی کے بارے میں جرح وتعدیل کے اقوال متعارض ہوں، ان میں ترجیح کے لیے علماء نے اوّلاً دو طریقے اختیار کیے ہیں:

"پہلا طریقہ":

پہلا طریقہ جو بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ ایسے موقع پر یہ دیکھا جائے گا کہ جارحین کی تعداد زیادہ ہے یا معدّلین کی، جس طرف تعداد زیادہ ہوگی، اُسی جانب کو اختیار کیا جائے گا،(۲) شافعیہ میں سے علامہ تاج الدین سبکیؒ نے بھی اس قول کو نقل کیا ہے،(۳) اگر یہ طریقِ کار اختیار کیا جائے، تب بھی امام ابوحنیفہؒ کی تعدیل میں کوئی شبہ نہیں رہتا؛ کیونکہ امام صاحبؒ پر جرح کرنے والے صرف معدودے چند افراد ہیں، یعنی امام نسائیؒ، امام بخاریؒ، امامِ دارقطنیؒ اور حافظ ابنِ عدیؒ اور ہم پیچھے بتا چکے ہیں کہ ابن عدیؒ بھی امامِ طحاویؒ کے شاگرد بننے کے بعد امام ابوحنیفہؒ کی عظمت کے قائل ہوگئے تھے اور دوسری طرف امام صاحب کے مادحین اتنی بڑی تعداد میں ہیں کہ اُن کو گِنا بھی نہیں جاسکتا،(۴) نمونہ کے طور پر ہم چند اقوال پیش کرتے ہیں:

---

(۱)نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر لابن حجر العسقلاني، تقديم الجرح على التعديل، ص:۱۷۹، ونصه: «والجرح مقدم على التعديل، وأطلق ذلك جماعة». (ج)

(۲)شرح التبصرة والتذكرة للعراقي، تعارض الجرح والتعديل ۳۴۵/۱، ونصه: «والقول الثاني: أنه إن كان عدد المعدلين أكثر قدم التعديل». (ج)

(۳)طبقات الشافعية الكبرى لتاج الدين السبكي، قاعدة في الجرح والتعديل ۹/۲، ونصه: «بل الصواب عندنا أن من ثبتت إمامته وعدالته، وكثر مادحوه، ومزكوه، وندر جارحه، وكانت هناك قرينة دالة على سبب جرحه من تعصب مذهبي، أو غيره؛ فإنا لا نلتفت إلى الجرح فيه، ونعمل فيه بالعدالة». (ج)

(۴)الجواهر المضية في طبقات الحنفية لعبد القادر القرشي، فصل في ذكر مولده ووفاته رحمه الله ۲۹/۱، ونصه: «قال ابن عبد البر الذين رووا عن أبي حنيفة ووثقوه وأثنوا عليه أكثر من الذين تكلموا فيه». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

علمِ جرح وتعدیل کے سب سے پہلے عالم جنہوں نے سب سے پہلے رجال پر باقاعدہ کلام کیا، وہ امام شعبہ ابن الحجاج(۱) ہیں، جو امیر المومنین فی الحدیث کے لقب سے مشہور ہیں، وہ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں فرماتے ہیں: "كان والله حسن الفهم جيد الحفظ"۔(۲)

جرح وتعدیل کے دوسرے بڑے امام یحییٰ بن سعید القطان ہیں، یہ خود امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں اور حافظ ذہبیؒ نے "تذكرة الحفاظ" میں(۳) اور حافظ ابن عبدالبرؒ نے "الانتقاء" میں نقل کیا ہے کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کے اقوال پر فتویٰ دیا کرتے تھے(۴) اور اُن کا مقولہ ہے:

"جالسنا والله أبا حنيفة، وسمعنا منه، فكنتُ كلما نظرت إليه، عرفت في وجهه أنه يتقي الله عز وجل".(۵)

اور یحییٰ بن سعید القطان ہی کا ایک دوسرا مقولہ علامہ سندھی کی "كتاب التعليم" کے مقدمہ میں منقول ہے کہ: "إنه لأعلم هذه الأمة بما جاء عن الله ورسوله صلي الله عليه وسلم"۔(٦)

جرح وتعدیل کے تیسرے بڑے امام یحییٰ بن سعید القطان کے شاگرد یحییٰ بن معین ہیں، وہ امام ابوحنیفہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

---

(۱) آپ کا نام إمام شعبة بن حجاج ہے، (۸۵-۱٦۰ھ = ۷۰۲-۷۷۷م) امام، حافظ، محدث اور شیخ الاسلام تھے، آپ کو "أمير المؤمنين في الحديث" کہا جاتا ہے، رجال الحدیث کے فن میں امام تھے، آپ کے شاگردوں میں ایوب السختیانی، سفیان ثوری اور غندر رحمہم اللہ وغیرہ مشہور ہیں۔ (تاريخ مدينة السلام للخطيب البغدادي ۱/۲۹۳). (ج)

(۲) الخيرات الحسان لابن حجر الهيتمي، الفصل الثالث عشر، ص: ۳٦. (ج)

(۳) تذكرة الحفاظ للذهبي، الطبقة السادسة، وكيع بن الجراح ۱/۲۲۴، ونصه: «كان يحيى القطان يفتي بقول أبي حنيفة». (ج)

(۴) الانتقاء لابن عبد البر، يحيى بن سعيد القطان، ص: ۱۳۱، ونصه: «يحيى بن معين قال: سمعت رجلا سأل يحيى بن سعيد القطان عن أبي حنيفة... وقال: والله إنا إذا استحسنا من قوله: الشيء أخذناه». (ج)

(۵) الجواهر المضية لعبد القادر القرشي، حرف الياء، ۲/۲۱۲ ونصه: «عن ابن معين قال: سمعت يحيى القطان يقول: والله جالسنا أبا حنيفة وسمعنا منه وكنت والله إذا نظرت إليه عرفت أنه يتقي الله عز وجل». (ج)

(٦) ما تمس إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه للشيخ محمد عبد الرشيد النعماني، ص: ۲۳، ونصه: «وقال إمام الجرح والتعديل يحيى بن سعيد القطان: (إنه والله لأعلم هذه الأمة بما جاء عن الله ورسوله)، ذكره الإمام مسعود بن شيبة السندي في مقدمة كتاب (التعليم نقلاً عن كتاب الإمام الطحاوي) الذي جمع فيه أخبار أصحابنا الحنفية». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

"كان ثقة لا يحدث من الحديث إلا بما يحفظه، ولا يحدث بما لا يحفظ"(۱)

اور فرماتے ہیں:

"ثقة ثقة، ماسمعت أحدا ضعفه".(۲)

ایک اور موقع پر اُن سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پوچھا گیا: "أثقة هو؟" تو انہوں نے جواب دیا: "نعم، ثقة ثقة، هو أورع أن يكذب، وأجلّ قدرًا من ذلك".(۳)

جرح وتعدیل کے چوتھے بڑے امام حضرت علی بن المدینی ہیں جو کہ امامِ بخاری کے استاذ اور نقدِ رجال کے بارے میں بہت متشدد ہیں، کما صرح به الحافظ في مقدمة فتح الباري،(۴) وہ فرماتے ہیں کہ:

"أبو حنيفة روى عنه الثوري، وابن المبارك، وهشام، ووكيع، وعباد بن العوام، وجعفر بن عون، وهو ثقة لا بأس به".(۵)

نیز حضرت عبداللہ بن المبارکؒ فرماتے ہیں: "لو لا أن الله أعانني بأبي حنيفة وسفيان، لكنت كسائر الناس"(۶) اور مکی بن ابراہیم کا یہ مقولہ پیچھے گذر ہی چکا ہے کہ "كان أعلم أهل زمانه"(۷) ان کے علاوہ یزید بن ہارون، سفیان بن عیینہ، اسرائیل بن یونس، یحییٰ بن آدم، وکیع بن الجرّاح، امام شافعی اور فضل بن دکین رحمہم اللہ جیسے ائمۂ حدیث سے بھی امام ابوحنیفہ کی توثیق منقول ہے۔(۸)

علمِ حدیث کے ان بڑے بڑے اساطین کے اقوال کے مقابلہ میں دو تین افراد کی جرح کس طرح قابلِ

---

(۱) طبقات الحفاظ للسيوطي، الطبقة الخامسة، أبو حنيفة النعمان بن ثابت التيمي الكوفي، ص: ۸۰.(ج)

(۲) إكمال تهذيب الكمال لعلاء الدين مغلطائي، النعمان بن ثابت التيمي إلخ ۱۲/۵٦.(ج)

(۳) تاريخ مدينة السلام للخطيب البغدادي، باب النون، ذكر من اسمه النعمان ۱۵/۵۸۱.(ج)

(۴) هدي الساري مقدمة فتح الباري لابن حجر العسقلاني، الفصل التاسع، حرف الفاء، ص: ۴۳۵، ونصه: «روى عنه علي بن المديني، وكان من المتشددين».(ج)

(۵) جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر، باب ماجاء في ذم القول ۲/۱۰۸۲.(ج)

(٦) البداية والنهاية لابن كثير، ثم دخلت سنة خمسين ومائة من الهجرة، وفاة الإمام أبي حنيفة ۱۳/۴۱۸.(ج)

(۷) تهذيب الكمال للمزي، حرف النون ۲۹/۴۳۳.(ج)

(۸) مغاني الأخيار للعيني، حرف النون، النعمان بن ثابت ۳/۱۳٦، ونصه: «الفصل السادس في من أثنى عليه، واعترف بفضله... كالثوري، وابن عيينة، وابن المبارك، ومالك، والشافعي، وأحمد، ويحيى بن معين، ووكيع، وأضرابهم».(ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

قبول ہوسکتی ہے، لہٰذا اگر فیصلہ کثرتِ تعداد کی بنیاد پر ہو، تب بھی امام صاحب کی تعدیل بھاری رہے گی۔

"دوسرا طریقہ":

جرح وتعدیل کے تعارض کو رفع کرنے کا دوسرا طریقہ جو کہ جرح وتعدیل کے تیسرے اصول کی حیثیت رکھتا ہے، وہ حافظ ابن الصلاح نے مقدمہ میں بیان کیا ہے اور اسے جمہور محدّثین کا مذہب قرار دیا ہے، وہ یہ کہ اگر جرح مفسّر نہ ہو یعنی اس میں سببِ جرح بیان نہ کیا گیا ہو تو تعدیل ہمیشہ اس پر راجح ہوگی، خواہ تعدیل مفسّر ہو یا مبہم۔(۱) اِس اُصول پر دیکھا جائے تو امام ابوحنیفہ کے خلاف جتنی جرحیں کی گئی ہیں، وہ سب مبہم ہیں اور ایک بھی مفسر نہیں، لہٰذا ان کا اعتبار نہیں اور تعدیلات تمام مفسر ہیں؛ کیونکہ اس میں ورع وتقویٰ اور حافظہ اور تمام چیزوں کا اثبات کیا گیا ہے، خاص طور سے اگر تعدیل میں اسبابِ جرح کی تردید کردی گئی ہو، تو وہ سب سے زیادہ مقدم ہوتی ہے اور امام صاحب کے بارے میں ایسی تعدیلات بھی موجود ہیں، مثلاً: علامہ ابن حجر ہیتمیؒ نے "الخیرات الحسان" میں لکھا ہے کہ: "أكثر ما عابوا عليه الإغراق في الرأي والقياس، وقد مرّ أن ذلك ليس بعيب"۔(۲)

خلاصہ یہ ہے کہ "الجرح مقدم علی التعدیل" کا قاعدہ اس وقت معتبر ہوتا ہے جب کہ جرح مفسر ہو اور اس کا سبب بھی معقول ہو اور بعض علماء کے نزدیک یہ شرط بھی ہے کہ معدّلین کی تعداد جارحین سے زیادہ نہ ہو۔

دوسرا اعتراض وجواب:

امام ابوحنیفہ پر دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ حافظ شمس الدین ذہبیؒ نے "میزان الاعتدال في نقد الرجال" میں امام ابوحنیفہ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

النعمان بن ثابت بن زوطي، أبو حنيفة الكوفي، إمام أهل الرأى، ضعفه النسائي من جهة حفظه، وابن عدي، وآخرون".(۳)

---

(۱) معرفة أنواع علوم الحديث لابن الصلاح، النوع الثالث والعشرون، ص: ۲۱۷، ونصه: «التعديل مقبول من غير ذكر سببه على المذهب الصحيح المشهور... أما الجرح، فإنه لا يقبل إلا مفسرا مبين السبب». (ج)

(۲) الخيرات الحسان لابن حجر الهيتمي، الفصل الثامن والثلاثون في رد ما قيل فيه من الجرح، ص: ۷۷. (ج)

(۳) ميزان الاعتدال للذهبي، حرف النون، النعمان بن ثابت ۴/۲۶۵. (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

اس کا جواب یہ ہے کہ "میزان الاعتدال" میں یہ عبارت بلاشبہ الحاقی ہے، یعنی مصنف نے نہیں لکھی بلکہ کسی اور شخص نے اسے حاشیہ پر لکھا اور بعد میں متن میں شامل ہو گیا، یا تو کسی کاتب کی غلطی سے یا جان بوجھ کر اس میں داخل کر دیا گیا، اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) حافظ ذہبیؒ نے "میزان الاعتدال" کے مقدمہ میں یہ تصریح فرمائی ہے کہ اس کتاب میں اُن بڑے بڑے ائمہ کا تذکرہ نہیں کروں گا، جن کی جلالتِ قدر حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہے، خواہ ان کے بارے میں کسی شخص نے کوئی کلام بھی کیا ہو، پھر ان بڑے بڑے ائمہ کی مثال میں امام ابوحنیفہ کا نام بھی انہوں نے صراحۃً ذکر کیا ہے،[۱] پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں امام صاحب کا ذکر کیا ہو۔

(۲) پھر جن بڑے بڑے ائمہ کا تذکرہ حافظ ذہبیؒ نے "میزان الاعتدال" میں نہیں کیا، ان کے تذکرہ کے لیے انہوں نے ایک مستقل کتاب "تذکرۃ الحفاظ" لکھی ہے اور اس کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کا نہ صرف تذکرہ موجود ہے، بلکہ ان کی بڑی مدح وتوصیف بیان کی گئی ہے۔[۲]

(۳) حافظ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب "لسان المیزان" کو "میزان الاعتدال"[۳] پر ہی مبنی کیا ہے، یعنی جن رجال کا تذکرہ "میزان الاعتدال" میں نہیں کیا، ان کا تذکرہ "لسان المیزان" میں بھی نہیں ہے،[۴] سوائے چند ایک کے اور "لسان المیزان" میں امام ابوحنیفہؒ کا تذکرہ موجود نہیں، یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں یہ عبارت اصل "میزان الاعتدال" میں بھی نہیں تھی، بعد میں بڑھا دی گئی۔

(۴) ہمارے شیخ عبدالفتاح ابوغدہ الحلبی حفظہ اللہ نے "الرّفع والتکمیل" کے حاشیہ میں لکھا ہے

---

(۱) المصدر السابق، مقدمة الكتاب ١/ ٢، ونصه: «وكذا لا أذكر في كتابي من الأئمة المتبوعين في الفروع أحدا لجلالتهم في الإسلام، وعظمتهم في النفوس، مثل أبي حنيفة، والشافعي، والبخاري». (ج)

(۲) تذكرة الحفاظ للذهبي، الطبقة الخامسة ١٢٧/١، ونصه: «أبو حنيفة الإمام الأعظم، فقيه العراق النعمان بن ثابت... قلت: مناقب هذا الإمام، قد أفردتها في جزء». (ج)

(۳) یہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی رحمہ اللہ کی کتاب ہے، یہ کتاب علی محمد بجاوی رحمہ اللہ کی تحقیق کے ساتھ چار جلدوں میں دارالمعرفہ بیروت سے ۱۳۸۲ھ میں شائع ہو چکی ہے۔ (ج)

(۴) لسان الميزان لابن حجر العسقلاني. مقدمة المؤلف ١٩٢/١، ونصه: «وقد جمعت أسماءهم، أعني من ذكر منهم في الميزان وسردتها في فصل آخر الكتاب، ثم إنني زدت في الكتاب جملة كثيرة، فما زدته عليه من التراجم المستقلة، جعلت قبالته أو فوقه "ز"». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

کہ میں نے دمشق کے مکتبۂ ظاہریہ میں "میزان الاعتدال" کا ایک نسخہ دیکھا ہے، جو پورا کا پورا حافظ ذہبیؒ کے ایک شاگرد علامہ شرف الدین الوانیؒ کے قلم سے لکھا ہوا ہے اور اس میں یہ تصریح ہے کہ میں نے یہ نسخہ اپنے استاذ حافظ ذہبیؒ کے سامنے تین مرتبہ پڑھا اور ان کے مسوّدہ سے اس کا مقابلہ کیا، اس نسخہ میں امام ابوحنیفہؒ کا تذکرہ موجود نہیں ہے، اسی طرح میں نے مراکش کے دارالحکومت رباط کے مشہور کتب خانہ "الخزانة العامة" میں ۲۹ ق نمبر کے تحت "میزان الاعتدال" کا ایک قلمی نسخہ دیکھا، جس پر حافظ ذہبیؒ کے بہت سے شاگردوں کے پڑھنے کی تاریخیں درج ہیں اور اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ حافظ ذہبیؒ کے ایک شاگرد نے ان کے سامنے ان کی وفات سے صرف ایک سال پہلے پڑھا تھا، اس نسخہ میں بھی امام ابوحنیفہؒ کا تذکرہ موجود نہیں ہے، یہ اس بات کا دستاویزی ثبوت ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں یہ عبارت کسی نے بعد میں بڑھائی ہے، اصل نسخہ میں موجود نہ تھی،(۱) لہٰذا ثابت ہو گیا کہ حافظ ذہبیؒ کا دامن امام ابوحنیفہؒ کی تضعیف و تنقیص کے الزام سے بالکل پاک ہے، نیز حافظ ذہبیؒ ایسی بات لکھ بھی کیسے سکتے ہیں جب کہ خود انہوں نے ایک مستقل کتاب امام ابوحنیفہؒ کے مناقب پر لکھی ہے۔

پھر جہاں تک حافظ ابن عدیؒ کا تعلق ہے، تو ان کے بارے میں پیچھے لکھا جا چکا ہے کہ وہ بے شک شروع میں امام ابوحنیفہؒ کے مخالف تھے اور اس زمانہ میں انہوں نے امام صاحبؒ پر جرح بھی کی لیکن بعد میں جب وہ امام طحاویؒ کے شاگرد بنے، تو امام ابوحنیفہؒ کی عظمت کا احساس ہوا، چنانچہ انہوں نے اپنی سابقہ غلطی کے کفارہ کے طور پر امام ابوحنیفہؒ کی مسند ترتیب دی،(۲) لہٰذا ان کے سابقہ قول کو امام صاحبؒ کے خلاف حجت میں پیش نہیں کیا جا سکتا اور امام نسائی کی جرح کا جواب گذر چکا ہے۔(۳)

---

(۱) تعليق الرفع والتكميل للشيخ عبد الفتاح أبي غدة، إيقاظ: ۳، المرصد الثاني، ص: ۱۲۲، ونصه: «وقد رجعت إلى المجلد الثالث من ميزان الاعتدال المحفوظة في ظاهرية دمشق تحت الرقم: (۳۶۸ حديث)...فلم أجد فيه ترجمة للإمام أبي حنيفة في حرف النون، ولا في الكنى... وقد سنحت لي في أوائل رمضان المبارك من سنة ۱۳۸۲ زيارة المغرب، فرأيت في مدينة الرباط إلخ». (ج)

(۲) بغية الطلب في تاريخ حلب لكمال الدين ابن العديم، رواية النبي ﷺ ۲۷۱۰/۶ ونصه: «وقد نظرت في مسانيد أبي حنيفة رضي الله عنه، وهي مسنده الذي جمعه الحافظ أبو أحمد بن عدي إلخ». (ج)

(۳) ملاحظہ ہوں: عنوان: امام صاحب پر کیے جانے والے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ، اعتراض اول۔ (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

تیسرا اعتراض و جواب:

تیسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ امام دارقطنیؒ نے اپنی "سنن"(۱) میں حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم "من کان له إمام، فقراءة الإمام له قراءة" کے تحت لکھا ہے کہ: "لم یسنده عن موسی بن أبي عائشة غیر أبي حنیفة والحسن بن عمارة(۲) وهما ضعیفان"۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں امام دارقطنیؒ کی جرح ثابت ہے، لیکن اس کا جواب وہی ہے۔ جو امام نسائی کی جرح کا ہے، غور کرنے کی بات ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں امام شعبہ، یحییٰ بن سعید القطان، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی، عبداللہ بن المبارک،(۳) سفیان ثوری، وکیع بن الجراح، مکی بن ابراہیم، اسرائیل بن یونس اور یحییٰ بن آدم رحمہم اللہ جیسے ائمۂ حدیث کا قول معتبر ہوگا جو امام ابوحنیفہؒ کے معاصر ہیں، یا ان کے قریب العہد ہیں، یا امام دارقطنیؒ کا جو امام صاحب کے دو سو سال بعد پیدا ہوئے بلکہ یحییٰ بن معین کے قول سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے زمانہ تک کسی شخص نے بھی امام صاحبؒ پر جرح نہیں کی؛ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ: "ما سمعتُ أحدًا ضعّفه"۔

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ امام نسائی اور امام دارقطنی رحمہما اللہ جیسے ائمۂ حدیث نے امام صاحبؒ کے بارے میں ایسی بے بنیاد بات کیسے کہہ دی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں ان بزرگوں کے اخلاص پر کوئی بدگمانی نہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام بخشا تھا، اس کی بناء پر ان کے حاسدین بے شمار تھے(۴) اور انہوں نے امام

---

(۱) سنن الدار قطني، كتاب الصلاة، باب ذكر قوله ﷺ من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة واختلاف الروايات، رقم: ۱۲۳۳. (ر،ت)

(۲) آپ کا پورا نام الحسن بن عمارة بن المضرب ہے: (۰۰۰-۱۵۳ھ = ۰۰۰-۷۷۰) راویٔ حدیث ہیں، آپ نے ابن شہاب زہری، ابواسحاق السبیعی اور عمرو بن دینار رحمہم اللہ سے روایات لی ہیں، آپ سے احادیث لینے والوں میں قاضی ابویوسف، یونس بن بکیر اور شبابہ بن سوار رحمہم اللہ شامل ہیں، ائمہ جرح وتعدیل میں سے بعض نے آپ کو "کذاب" اور "وضاع" کہا ہے اور بعض نے "متروك الحديث" اور "ضعیف" کہا ہے۔ (تاريخ مدينة السلام للخطيب البغدادي ۳۲۲/۸). (ج)

(۳) آپ کا پورا نام أبو عبد الرحمن عبد الله بن المبارك بن واضح ہے، (۱۱۸-۱۸۱ھ = ۷۳۶-۷۹۷م) تابعی، شیخ الاسلام، حافظ، امام، مجاہد، زاہد و عابد اور ثقہ و مامون راوی تھے، آپ نے طلبِ علم کے لیے عراق، یمن، شام، مصر اور حجاز کے سفر کیے، آپ کے شیوخ اور شاگردوں میں کثیر ائمہ شامل ہیں۔ (تاريخ مدينة السلام للخطيب البغدادي ۲۲۳/۷). (ج)

(۴) تهذيب الكمال للمزي، باب النون، من اسمه النعمان ۴۴۱/۲۹، ونصه: «سمعت ابن داود يقول: الناس في أبي حنيفة حاسد، وجاهل، وأحسنهم عندي حالا الجاهل». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

صاحب کے بارے میں طرح طرح کی باتیں مشہور کر رکھی تھیں، مثلاً: یہ پروپیگنڈہ تو عام تھا کہ امام صاحب قیاس کو احادیث پر ترجیح دیتے ہیں، (۱) یہ پروپیگنڈہ اس شدت کے ساتھ کیا گیا کہ بعض ایسے اہل علم بھی اس سے متاثر ہو گئے جو امام ابوحنیفہؒ کے حالات سے ذاتی طور پر واقف نہیں تھے، ان اہل علم میں سے جن حضرات کو حقیقتِ حال کا علم ہو گیا، انہوں نے بعد میں امام صاحبؒ کی مخالفت سے رجوع بھی کر لیا، جیسے حافظ ابن عدیؒ کی مثال گذری، دوسری مثال امام اوزاعیؒ کی ہے۔

علامہ کردریؒ نے صیمریؒ سے اپنی سند سے عبداللہ بن المبارکؒ کا یہ قول: "مناقب الإمام الأعظم" میں نقل کیا ہے کہ "میں شام آیا اور امام اوزاعیؒ سے ملا، انہوں نے جب یہ سنا کہ میں کوفہ سے آیا ہوں، تو مجھ سے پوچھا: "مَن هذا المبتدع الخارج بالكوفة يكنى بأبي حنيفة"، عبداللہ بن المبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت ان کو کوئی مفصل جواب دینا مناسب نہ سمجھا اور اپنے ٹھکانے پر واپس آ گیا، البتہ بعد میں میں نے یہ کیا کہ امام ابوحنیفہؒ کے مستنبط کیے ہوئے فقہی مسائل جو میرے پاس محفوظ تھے تین دن میں ان کا ایک مجموعہ تیار کیا اور ان کے شروع میں "قال أبو حنيفة رحمه الله" کے بجائے "قال النعمان بن ثابت" لکھ دیا اور اسے تیسرے دن امام اوزاعیؒ کے پاس لے گیا، انہوں نے اس کا مطالعہ کیا اور میرے سے دریافت کیا: "من النعمان؟ قلت: أبو حنيفة الذي ذكرته" اس کے بعد میں نے دیکھا کہ امام اوزاعیؒ کی ملاقات امام ابوحنیفہؒ سے ہوئی، دونوں میں انہی مسائل پر گفتگو ہوتی رہی، جو مسائل میں نے لکھ کر امام اوزاعیؒ کو پیش کیے تھے، امام اعظمؒ ان مسائل کو میرے سے زیادہ کھول کھول کر وضاحت کے ساتھ بیان کرتے رہے، جب امام ابوحنیفہؒ چلے گئے، تو میں نے امام اوزاعیؒ سے دریافت کیا: "كيف رأيته؟" تو انہوں نے جواب دیا: "غبطت الرّجل لكثرة علمه ووفور عقله أستغفر الله، قد كنت في غلط ظاهر ألزمه، فإنه بخلاف ما بلغني عنه". (۲)

البتہ جن اہل علم کو امام صاحبؒ کے بارے میں حقیقت معلوم نہ ہو سکی، وہ اپنے سابقہ موقف پر قائم رہے،

---

(۱) تاريخ مدينة السلام للخطيب البغدادي، باب النون، ذكر من اسمه النعمان ۱۵ /۵۴۴، ونصه: «قلت لمحمد بن مسلمة: مالرأي النعمان دخل البلدان كلها». (ج)

(۲) مناقب الإمام الأعظم للكردري، رجوع الأوزاعي إلخ ۱ /۳۹، ونصه: «وذكر الصميري بإسناده عن ابن المبارك... وبه عن ابن المبارك قال: قدمت الشام على الأوزاعي... قد كنت في غلط ظاهر ألزمه، فإنه بخلاف ما بلغني عنه»، وكذا في المجروحين لابن حبان، النعمان بن ثابت أبو حنيفة الكوفي ۲/ ۳۲۰، ۳۲۱. (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

اپنے اخلاص کی وجہ سے وہ ان شاء اللہ معذور ہیں، لیکن ان کے اقوال کو ایسے لوگوں کے مقابلہ میں حجت نہیں بنایا جاسکتا، جو امام صاحب سے حقیقۃً واقف تھے۔

خلاصہ یہ کہ علمِ حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کا مقام نہایت بلند پایہ ہے اور جن حضرات کو ان سے تکدّر رہا، وہ غلط اطلاعات کی بناء پر رہا، یہی وجہ ہے کہ جن حضرات نے انصاف کے ساتھ امام صاحب کے حالات کا مطالعہ کیا ہے، وہ اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ علم حدیث میں بھی امام ابوحنیفہؒ بلند مقام کے حامل ہیں اور ان پر اعتراضات درست نہیں، چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی کتاب "التاج المکلّل" میں امام ابوحنیفہؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے فقہ اور ورع کی تعریف کرتے ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں: "ولم يكن يُعاب بشيء سوى قلة العربية". (۱)

یہاں نواب صدیق حسن خان صاحب نے علم حدیث کے اعتبار سے امام ابوحنیفہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا، البتہ قلتِ عربیت کا الزام لگایا ہے اور یہ الزام بھی کسی طرح درست نہیں، دراصل یہ جملہ نواب صاحب نے قاضی ابن خلکانؒ (۲) کی "وفيات الأعيان" سے نقل کیا ہے لیکن آگے خود قاضی ابن خلکانؒ نے اس الزام کی جو تردید کی ہے، اسے نواب صاحب نے نقل نہیں کیا، قاضی ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ امام صاحبؒ پر قلت عربیت کا جو الزام عائد کیا گیا ہے، اس کی بنیاد صرف ایک واقعہ پر ہے اور وہ یہ کہ ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ مسجدِ حرام میں تشریف فرما تھے، وہاں ایک مشہور نحوی نے ان سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص کسی کو پتھر مار کر ہلاک کردے تو اس پر قصاص آئے گا یا نہیں، امام صاحبؒ نے فرمایا: نہیں اس پر نحوی نے متعجب ہوکر پوچھا: "ولو رماه بحجر المنجنيق" اس پر امام صاحبؒ نے فرمایا کہ: "نعم ولو رماه بأبا قبيس" اس سے اس نحوی نے یہ مشہور کردیا کہ امام صاحبؒ کو عربیت میں مہارت نہیں؛ کیونکہ "بأبي قبيس" کہنا چاہیے تھا۔

لیکن قاضی ابن خلکانؒ لکھتے ہیں کہ امام صاحبؒ پر یہ اعتراض درست نہیں کیونکہ کوفیین کی لغت میں اسماء

---

(۱) التاج المكلل للشيخ نواب صديق حسن خان، الإمام أبو حنيفة، ص: ۱۲۶، ونصه: «فمثل هذا الإمام لا يشك في دينه، ولا في ورعه وبحفظه، ولم يكن يُعاب بشيء سوى قلة العربية». (ج)

(۲) آپ کا پورا نام أبو العباس أحمد بن محمد بن إبراهيم بر مكي أربلي ہے، (۶۰۸-۶۸۱ھ=۱۲۱۱-۱۲۸۲م) آپ ابن خلکان سے مشہور ہیں، مؤرخ، ادیب اور مصنف تھے، آپ نے کئی کتابیں لکھیں، جن میں مشہور تصانیف "وفيات الأعيان" اور "أنباء أبناء الزمان" وغیرہ شامل ہیں۔ (تاريخ الإسلام للذهبي ۱۵/۴۴۴). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ستہ مکبّرہ کا اعراب حالتِ جرّی میں بھی الف سے ہوتا ہے، چنانچہ ایک شاعر کا مشہور شعر ہے:

إن أباها وأبا أباها قد بلغا في المجد غايتاها

یہاں قاعدہ کی رو سے "أبا أبيها" ہونا چاہیے تھا، لیکن شاعر نے حالتِ جری میں بھی اعراب الف سے ظاہر کیا، لہٰذا امام ابوحنیفہؒ کا مذکورہ بالا قول انہیں قبائل عرب کی لغت کے مطابق تھا،[1] صرف اس واقعہ کو بنیاد بنا کر امام اعظم ابوحنیفہؒ جیسی شخصیت پر قلت عربیت کا الزام ناانصافی کے سوا کچھ نہیں، یہاں اس بحث کا مختصر خلاصہ ذکر کیا گیا ہے، تفصیل علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی کتاب "إنجاء الوطن من الازدراء بإمام الزمن" میں دیکھی جاسکتی ہے۔[2]

چوتھا اعتراض وجواب:

چوتھا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ امام بخاریؒ نے "التاريخ الصغير" میں نعیم بن حمادؒ کے حوالہ سے روایت کیا ہے کہ جب امام ابوحنیفہؒ کی وفات کی خبر سفیان ثوریؒ کی مجلس میں پہنچی، تو انہوں نے فرمایا: "الحمد لله كان ينقض الإسلام عروة عروة ما ولد في الإسلام أشأم منه"۔[3]

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت بلا شبہ غلط ہے، اس کے بارے میں امام بخاریؒ کو تو متہم نہیں کیا جاسکتا، انہوں نے جیسا سنا ویسا لکھ دیا، یہ نعیم بن حماد، امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں نہایت متعصب ہے، اسی لیے اس روایت کی تکذیب کے لیے صرف اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ یہ نعیم بن حماد سے مروی ہے؛ کیونکہ حافظ ابن حجرؒ نے "تهذيب التهذيب" میں کئی ائمہ حدیث سے نقل کیا ہے کہ اگرچہ بعض لوگوں نے نعیم کی توثیق کی ہے لیکن وہ امام ابوحنیفہؒ کے معاملہ میں جھوٹی روایت نقل کرتے ہیں، حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "قال النسائي ضعيف وقال غيره: كان يضع الحديث في تقوية السنة، وحكايات في ثلب أبي

---

(۱) وفيات الأعيان لابن خلكان، حرف النون، الإمام أبو حنيفة ۵/۴۱۳، ونصه: «لم يكن يعاب بشيء سوى قلة العربية، فمن ذلك ما روي أن أبا عمرو بن العلاء المقرىء النحوي... إن أباها وأبا أباها... قد بلغا في المجد غايتاها وهي لغة الكوفيين، وأبو حنيفة من أهل الكوفة، فهي لغته». (ج)

(۲) إعلاء السنن للشيخ ظفر أحمد العثماني، أبو حنيفة وأصحابه المحدثون، الطعن العاشر على أبي حنيفة والجواب عنه ۲۱/۷۷. (ج)

(۳) التاريخ الصغير للبخاري، عشر ما بين الأربعين إلى الخمسين ۲/۱۰۰. (ر)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

حنيفة كلها كذب"۔[۱]

اس جملہ کے بعد اس حکایت کی جواب دہی کی ضرورت نہیں رہتی اور سوچنے کی بات ہے کہ سفیان ثوریؒ ایسی بات کیسے کہہ سکتے ہیں جب کہ وہ خود امام صاحبؒ کے شاگرد ہیں اور تقریباً نوے فی صد مسائل فقہیہ میں امام ابوحنیفہؒ کی موافقت کرتے ہیں اور خود انہی کا واقعہ ہے کہ جب امام ابوحنیفہؒ ان کے بھائی کی تعزیت کے لیے ان کے پاس آئے، تو سفیان ثوریؒ نے اپنے حلقہ درس سے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا، بعض حاضرین نے اس تعظیم پر اعتراض کیا تو امام سفیان ثوریؒ نے جواب دیا: "هذا رجل من العلم بمكان فإن لم أقم لعلمه، قمت لسنه، وإن لم أقم لسنه، قمت لفقهه، وإن لم أقم لفقهه، قمت لورعه"[۲] اس سے صاف ظاہر ہے کہ سفیان ثوریؒ امام ابوحنیفہؒ کی کتنی عزت کرتے تھے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ امام بخاریؒ جیسے جلیل القدر محدث نے ایسا جھوٹا قصہ کیوں کر روایت کر دیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے خلاف تعصب رکھنے والوں نے امام بخاری رحمہ اللہ کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خلاف بہت مکدّر کیا ہوا تھا، اس لیے انہیں نعیم بن حماد کی روایات میں کوئی بھی خرابی محسوس ہی نہ ہوسکی۔

شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ نے "المیزان الکبری" میں نقل کیا ہے کہ شروع میں سفیان ثوریؒ بھی بعض لوگوں کے اس خیال سے متاثر ہوگئے تھے کہ امام صاحب قیاس کو نصوص پر مقدم رکھتے ہیں، چنانچہ ایک دن سفیان ثوریؒ، مقاتل بن حیان، حماد بن سلمہ[۳] اور جعفر صادقؒ ان کے پاس گئے اور بہت سے مسائل پر صبح سے ظہر تک گفتگو رہی جس میں امام صاحبؒ نے اپنے مذہب کے دلائل پیش کیے، تو آخر میں سب حضرات نے امام صاحبؒ کے ہاتھ چومے اور ان سے کہا: "أنت سيد العلماء، فاعف عنا فيما مضى منا من

---

(۱) تهذيب التهذيب لابن حجر العسقلاني، حرف النون، من اسمه نعيم ۱۰/۴۶۲. (ج)

(۲) تاريخ مدينة السلام للخطيب البغدادي، باب النون، من اسمه النعمان ۱۵/۴۵۹. (ر)

(۳) آپ کا پورا نام حماد بن سلمة بن دینار ہے، (۰۰۰-۱۶۷ھ=۰۰۰-۷۸۳م) شیخ الاسلام، امام، حافظ اور ثقہ روای ہیں، آپ نے ابن سیرین، ابن ابی ملیکہ اور قتادہ رحمہم اللہ وغیرہ سے روایات لی ہیں، آپ سے احادیث نقل کرنے والوں میں ابن المبارک، ابن جریج اور یحییٰ القطان رحمہم اللہ شامل ہیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۷/۴۴۴). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

و قیعتنا فیك بغیر علم"۔ [1]

پانچواں اعتراض وجواب:

ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ ولید بن مسلم رحمہ اللہ [2] کہتے ہیں: "قال لي مالك بن أنس: أیذکر أبو حنیفة ببلدکم؟ قلت: نعم، قال: ما ینبغي لبلدکم أن تسکن"۔ [3]

اس کے جواب میں شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ "المیزان الکبری" میں لکھتے ہیں کہ حافظ مزنیؒ نے فرمایا ہے کہ اس روایت کے راوی ولید بن مسلم ضعیف ہیں اور اگر بالفرض امام مالکؒ کا یہ قول ثابت بھی ہو، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جس شہر میں امام ابوحنیفہؒ جیسا عالم موجود ہو، تو وہاں کسی اور عالم کی ضرورت نہیں۔ [4]

چھٹا اعتراض وجواب:

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی روایات "صحاح ستہ" میں موجود نہیں، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ائمۂ ستہ کے نزدیک وہ قابل استدلال نہ تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ انتہائی سطحی اور عامیانہ اعتراض ہے، ان حضرات کا کسی جلیل القدر امام سے

---

(۱) المیزان الکبری للشعراني، فصل في بیان ضعف قول إلخ ۱/۲۲۵، ونصه: «وکان أبو مطیع یقول: کنت یوما عند الإمام أبي حنیفة في جامع الکوفة، فدخل علیه سفیان الثوري، ومقاتل بن حیان، وحماد بن سلمة وجعفر الصادق وغیرهم من الفقهاء فکلموا الإمام أبا حنیفة ... أنت سید العلماء فاعف عنا في ما مضی منا من وقیعتنا فیك بغیر علم». (ج)

(۲) آپ کا پورا نام أبو العباس ولید بن مسلم الأموي ہے، (۱۱۹-۱۹۵ھ=۷۳۷-۸۱۰م) امام، حافظ، ثقہ راوی اور دمشق کے کبار علماء میں سے ہیں، آپ نے امام اوزاعی، ابن جریج اور ابن عجلان رحمہم اللہ سے روایات لی ہیں، آپ سے احادیث لینے والوں میں امام احمد بن حنبل، دُحیم اور ابن خیثمہ رحمہم اللہ شامل ہیں، آپ نے ستر (۷۰) کتابیں لکھیں۔ (طبقات علماء الحدیث لأبي عبد اللہ الدمشقي ۱/۳۳۵). (ج)

(۳) تاریخ مدینة السلام للخطیب البغدادي، حرف النون، ذکر من اسمه النعمان، ذکر ما قاله العلماء في ذم رأیه والتحذیر عنه إلخ ۱۵/۵۵۱. (ج)

(۴) المیزان الکبری للشعراني، فصول في بعض الأجوبة عن الإمام أبي حنیفة رضي اللہ عنه، الفصل الأول: في شهادة الأئمة له بغزارة العلم وبیان إلخ، ص: ۱/۷۷، ونصه: «وأما ما قاله الولید بن مسلم من قوله: قال لي مالك بن أنس رحمه اللہ تعالی... فقال الحافظ المزني رحمة اللہ تعالی: إن الولید هذا ضعیف انتهی». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

روایات کو اپنی کتاب میں نہ درج کرنا، اس کی تضعیف کو مستلزم نہیں ہے، کھلی ہوئی بات ہے کہ امام بخاریؒ نے امام شافعیؒ کی بھی کوئی روایت نہیں لی ہے، بلکہ امام احمد بن حنبلؒ جو امام بخاریؒ کے استاذ ہیں، ان کی بھی پوری "صحيح بخاري" میں صرف دو روایتیں ہیں ایک تعلیقاً منقول ہے اور دوسری امام بخاریؒ نے کسی واسطہ سے روایت کی ہے، اسی طرح امام مسلمؒ نے اپنی "صحيح" میں امام بخاریؒ سے کوئی روایت نقل نہیں کی، حالانکہ وہ ان کے استاذ ہیں۔

نیز امام احمدؒ نے اپنی "مسند" میں امام مالکؒ کی صرف تین روایات ذکر کی ہیں، حالانکہ امام مالکؒ کی سند "أصح الأسانيد" شمار کی جاتی ہے، کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ امام شافعی، امام مالک، امام احمد، تینوں ضعیف ہیں۔

اس معاملہ میں حقیقت وہ ہے، جو علامہ زاہد الکوثریؒ نے "شروط الأئمة الخمسة للحازمي" کے حاشیہ پر لکھی ہے کہ درحقیقت ائمۂ حدیث کے پیش نظر یہ بات تھی کہ وہ ان احادیث کو زیادہ سے زیادہ محفوظ کر جائیں، جن کے ضائع ہونے کا خطرہ تھا، بخلاف امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ جیسے حضرات کہ ان کے تلامذہ اور مقلدین کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ان کی روایات کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ تھا، اس لیے انہوں نے اس کی حفاظت کی زیادہ ضرورت محسوس نہ کی۔ (۱)

ساتواں اعتراض و جواب:

امام ابو حنیفہؒ پر سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ وہ قیاس کو نصوص پر مقدم کرتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات واقعہ کے بالکل خلاف ہے، اس کے برعکس امام صاحبؒ تو بعض اوقات متکلم فیہ حدیث کی وجہ سے بھی قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں، جیسا کہ "نقض الوضوء بالقهقهة" کے مسئلہ میں انہوں نے قیاس کو ترک کر دیا، حالانکہ اس باب میں احادیث متکلم فیہ ہیں اور دوسرے ائمہ نے ان کو چھوڑ کر

---

(۱) تعليق شروط الأئمة الخمسة للكوثري طبع في ضمن ثلاث رسائل للشيخ عبد الفتاح أبي غدة، السر في عدم تخريج الشيخين أحاديث أبي حنيفة، ص: ۱۲۱، ونصه: «والظاهر من دينهم وأمانتهم أن ذلك من جهة أنهم كانوا يرون أن أحاديث هؤلاء في مأمن من الضياع؛ لكثرة أصحابهم القائمين برواياتها شرقاً وغرباً ... ومن ظن أن ذلك لتحاميهم عن أحاديثهم، أو لبعض ما في كتب الجرح من الكلام في هؤلاء الأئمة، كقول الثوري في أبي حنيفة... فقد حملهم شططاً». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

قیاس پر عمل کیا ہے۔[۱]

اس مسئلہ میں شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ نے جو خود شافعی المسلک ہیں اپنی کتاب "المیزان الکبری" میں ایک مستقل فصل قائم کی ہے: "فصل في بيان ضعف قول من نسب الإمام أباحنيفة إلى أنه يقدم القياس على حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم"۔

اس فصل میں وہ تحریر فرماتے ہیں:

"اعلم أن هذا الكلام صدر من متعصب على الإمام متهوّر في دينه غير متورّع في مقاله غافلًا عن قوله تعالى: "إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا"، وعن قوله تعالى: "مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ"، وعن قوله ﷺ لمعاذ: "وهل يكب الناس في النار على وجوههم إلا حصائد ألسنتهم"، وقد روى الإمام أبو جعفر الشيزاماري[۲] (نسبة إلى قرية من قرى بلخ) بالسند المتصل إلى الإمام أبي حنيفة رضي الله عنه، كذب والله وافترى علينا من يقول عنا أنّنا نقدم القياس على النص وهل يحتاج بعد النص إلى قياس؟ وكان رضي الله عنه يقول: نحن لانقيس إلا عند الضرورة الشديدة وذلك إنّنا ننظر أوّلًا في دليل تلك المسئلة من الكتاب، والسنة، وأقضية الصحابة، فإن لم نجد دليلًا قسنا حينئذ، وفي رواية أخرى كان يقول: ماجاء

---

(۱) نخب الأفكار للعيني، كتاب الطهارة، باب: أكل ما غيرت النار إلخ ۲/۲۳، ونصه: «أن حديث القهقهة أخرجه الدارقطني: عن أبي العالية الرياحي: أن أعمى تردّى في بئر، والنبي عليه السلام يصلي بأصحابه، فضحك بعض من كان يصلي مع النبي عليه السلام فأمر النبي عليه السلام، من كان ضحك منهم أن يعيد الوضوء والصلاة جميعًا، فإن قيل: هذا الحديث مرسل أرسله أبو العالية الرياحي، وقد قيل: إنه كان لا يبالي من أين كان يأخذ الحديث... فهذه مسألة تفرد بها أصحابنا اتباعا لهذا الحديث، وتركوا القياس من أجله، وهذه شهادة ظاهرة لهم أنهم يقدمون الحديث على القياس، وهم أتبع للحديث من سائر الناس». (ج)

(۲) ملاحظہ: الشيزاماري: یہ نسبت اگرچہ "الميزان الكبرى للشعراني" (ص: ۴۴، ۴۶، ۴۹) اور "أبو حنيفة وأصحابه المحدثون للشيخ ظفر أحمد العثماني رحمه الله" (ص: ۱۲، ۵۹) میں اسی طرح ذکر کی گئی ہے۔ لیکن حاشیہ "ابن عابدين" (۱/۲۱۸) اور "عقود الجواهر المنيفة للزبيدي" (۱/۵۵) میں "الشيراماذي" جبکہ "النافع الكبير لعبد الحي اللكنوي" (ص: ۱۶) میں "الشنراساري" آیا ہے۔ (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

عن رسول الله صلی الله علیه وسلم، فعلی الرأس والعین بأبي هو وأمي، ولیس لنا مخالفته وما جاءنا عن أصحابه تخیّرنا، وما جاءنا عن غیرهم، فهم رجال ونحن رجال".(۱)

اس کے علاوہ شیخ شعرانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"اعلم یا أخي، أني لم أجب عن الإمام في هذه الوصول بالصّدر، وإحسان الظنّ فقط کما یفعل بعضهم، وإنّما أجبت عنه بعدالتتبع والفحص في کتب الأدلة ومذهبه أول المذاهب تدوینًا، وآخرها انقراضًا کما قال بعض أهل الکشف".(۲)

آٹھواں اعتراض وجواب:

امام ابوحنیفہؒ پر یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ ان کے اکثر مستدلات علم حدیث کی رُو سے ضعیف ہوتے ہیں۔

اس کا تفصیلی جواب تو ہر ہر مسئلہ کے تحت انشاء اللہ آئے گا ہی، اس کے علاوہ ان کا مجموعی جواب شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ نے دیا ہے، وہ لکھتے ہیں: "میں نے امام ابوحنیفہؒ کے ادلّہ پر خوب غور کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ امام صاحبؒ کے دلائل یا تو قرآن کریم سے ماخوذ ہیں یا احادیث صحیحہ سے یا احادیث حسنہ سے یا ایسی ضعیف احادیث سے جو تعدّدِ طُرُق کی وجہ سے حسن کے درجہ میں آ گئی ہیں، اس سے نیچے کوئی دلیل نہیں" انتهى کلامه۔(۳)

اس کے علاوہ احادیث کی تصحیح وتضعیف کے جو اصول پہلے بیان کیے گئے، اگر ان کو ذہن میں رکھا جائے، تو اس اعتراض کا اور احناف پر کیے جانے والے دوسرے اعتراضات کا جواب بآسانی معلوم ہوسکتا ہے۔

---

(۱) المیزان الکبری للشعراني، فصل في بیان ضعف قول من نسب الإمام إلخ ۱/۲۲۴.(ج)

(۲) المصدر السابق، فصول في بعض الأجوبة عن الإمام أبي حنیفة رحمه الله، الفصل الأول إلخ ۱/۲۲۰.(ج)

(۳) المصدر السابق، ۱/۲۳۱، ونصه: «اعلم یا أخي، أني طالعت... فرأیت أدلته رضي الله عنه وأدلة أصحابه ما بین صحیح، أو حسن، أو ضعیف کثرت طرقه حتی لحق بالحسن أو الصحیح في صحة الاحتجاج به».(ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

امام صاحب کے حالات وغیرہ سے متعلق چند مشہور کتب:

امام اعظمؒ کے بارے میں اتنی باتیں ایک منصف کے لیے کافی ہوسکتی ہیں، مزید تفصیلات کے لیے مندرجہ ذیل کتابیں مفید ہوں گی:

(١)"إنجاء الوطن عن الازدراء بإمام الزمن" لمولانا الشيخ ظفر أحمد عثماني نور الله مرقده.

(٢)"الرفع والتكميل في الجرح والتعديل"للإمام عبدالحي اللكنوي[1] مع تعليقه للشيخ عبد الفتّاح أبي غدّة الحلبي حفظه الله.

(٣)"مقدمة التعليق الممجد على الموطأ للإمام محمد" للشيخ اللكنوي رحمه الله تعالى.

(٤)"الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء" للحافظ ابن عبد البر الأندلسي رحمه الله تعالى.

(٥)"تبييض الصحيفة بمناقب الإمام أبي حنيفة رحمه الله" لجلال الدين السيوطي رحمه الله تعالى.

والله سبحانه وتعالى أعلم بالصّواب وإليه المرجع والمآب.

---

(١) آپ کا پورا نام محمد عبد الحي بن محمد عبد الحليم اللكنوي ہے،(۱۲۶۴-۱۳۰۴ھ=۱۸۴۷-۱۸۸۶م) محدث اور فقیہ تھے، آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں "الفوائد البهية"، "الآثار المرفوعة" اور "الرفع والتكميل" وغیرہ مشہور ہیں۔ (نزهة الخواطر لعبد الحي الحسني ۱۲۶۸/۸).(ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

تقلید کی شرعی حیثیت:

تقلید کی ضرورت وافادیت:

ہر مسلمان پر اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرض ہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت بھی اس لیے کی جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی تشریح فرمائی، ورنہ مُطاع بالذات سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے کوئی نہیں، لیکن ظاہر ہے کہ ایک عام آدمی کے لیے نہ تو یہ ممکن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے براہِ راست ہم کلام ہوکر اس کی مرضی معلوم کر سکے اور نہ یہ ممکن ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست رجوع کر کے اللہ تعالیٰ کے احکام کا علم حاصل کر سکے، لہٰذا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا راستہ اب اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام یعنی قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وافعال یعنی سنت کی طرف رجوع کیا جائے۔

اب قرآن وسنت کے بعض احکام تو ایسے ہیں، جو قطعی الثبوت بھی ہیں اور قطعی الدلالۃ بھی اور ان میں نہ کوئی ابہام واجمال ہے اور نہ کوئی تعارضِ ادلہ، مثلاً: زنا کی حرمت، صلواتِ خمسہ کی فرضیت، صوم، زکوٰۃ اور حج کی فرضیت، محرمات سے نکاح کا عدمِ جواز وغیرہ، اس قسم کے احکام کو ہر شخص قرآن وسنت سے سمجھ سکتا ہے، لہٰذا یہ مسائل نہ تو اجتہاد کا محل ہیں اور نہ تقلید کا۔

البتہ قرآن وسنت کے احکام کی دوسری قسم وہ ہے، جس میں کوئی ابہام یا اجمال یا تعارض ادلہ پایا جاتا ہے، مثلاً: قرآن کریم کا ارشاد ہے: "وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ"[۱] اس میں "قروء" لغوی اعتبار سے مشترک ہے، جس کے معنی حیض کے بھی آتے ہیں اور طہر کے بھی، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے کون سے معنی پر عمل کیا جائے، اسی طرح حدیث میں ارشاد ہے: "من لم یذر المخابرة،

---

(۱) البقرة-۲/۲۲۸.(ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

فليؤذن بحرب من الله ورسوله"،(۱) اس میں "مخابرة" یعنی مزارعت کی ممانعت کی گئی ہے، اب مزارعت کی کئی صورتیں ہوتی ہیں اور حدیث میں اس کا بیان نہیں ہے کہ کون سی صورت جائز ہے اور کون سی ناجائز ہے؟ یا مثلاً: ایک طرف حدیث میں ارشاد ہے: "لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب"(۲) جس کا ظاہری تقاضا یہ ہے کہ قرأتِ فاتحہ امام، مقتدی اور منفرد سب پر فرض ہے، لیکن دوسری حدیث میں ارشاد ہے: "من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة"،(۳) اس کا تقاضا یہ ہے کہ مقتدی پر کسی قسم کی قرأت واجب نہ ہو، اس ظاہری تعارض کو رفع کرنے کے لیے ایک صورت تو یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ پہلی حدیث اصل ہے اور دوسری حدیث میں قرأت سے مراد قرأت فاتحہ نہیں بلکہ قرأت سورت ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ دوسری حدیث اصل ہے اور پہلی حدیث میں خطاب صرف امام اور منفرد کو ہے، مقتدی کو نہیں، ان دونوں صورتوں میں سے کون سی صورت اختیار کی جائے؟ اس قسم کے مسائل قرآن وسنت کی تشریح میں بکثرت پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

ایسے مواقع پر عقلاً دو ہی صورتیں ممکن ہیں: ایک صورت یہ ہے کہ ان جیسے معاملات میں ہم خود اپنی عقل اور اپنے علم پر اعتماد کر کے کسی ایک جانب کو متعین کریں اور اس پر عمل کریں اور دوسری صورت یہ ہے کہ ہم اپنی عقل اور علم پر اعتماد کرنے کے بجائے یہ دیکھیں کہ ہمارے جلیل القدر اسلاف نے ان معاملات میں کیا طرزِ عمل اختیار کیا؟ اور اسلاف میں سے جس عالم مجتہد کے علم پر ہمیں زیادہ اعتماد ہو، ان کے قول پر عمل کریں، یہ دوسرا طریقہ کار اصطلاحاً "تقلید" کہلاتا ہے۔

اگر انصاف کے ساتھ غور کیا جائے تو اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ ان دونوں طریقوں میں سے پہلا طریقہ زیادہ خطرناک ہے اور اس میں گمراہی کے زیادہ امکانات ہیں، اس لیے کہ اس حقیقت سے کوئی بدترین جاہل

---

(۱) أخرجه أبو داود -واللفظ له- عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه، كتاب البيوع، باب المخابرة، رقم الحديث: ۳۴۰۶، وأخرجه الطحاوي في شرح معاني الآثار عن جابر رضي الله عنه، كتاب المزارعة والمساقاة، رقم: ۵۹۲۷.(ر)

(۲) أخرجه البخاري عن عبادة بن الصامت رضي الله عنه، كتاب الصلاة، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات إلخ، رقم: ۷۵۶.(ر)

(۳) أخرجه الطحاوي في شرح معاني الآثار عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه، كتاب الصلاة، باب القراءة خلف الإمام، رقم: ۱۲۹۴.(ر)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ہی انکار کرسکتا ہے کہ ہمارے علم وتقویٰ کو اسلاف کے علم اور تقویٰ سے کوئی نسبت نہیں، ائمہ مجتہدین اوّل تو ہمارے مقابلہ میں عہدِ رسالت سے کہیں زیادہ قریب تھے، اس لیے ان کے لیے نزولِ قرآن کے ماحول اور قرآن وسنت کے ارشادات کے پورے پسِ منظر سے واقف ہونا ہمارے مقابلہ میں کہیں زیادہ آسان تھا دوسرے ان حضرات کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو قوتِ حافظہ اور جو علم وفضل عطا فرمایا تھا، ہمارے علم اور حافظہ کو اس سے کوئی نسبت نہیں، جس کا امتحان ہر وقت کیا جاسکتا ہے، تیسرے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اور اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کے حقائق ومعارف اس شخص پر نہیں کھولتا جو اس کی نافرمانیوں پر کمر بستہ ہو، لہٰذا قرآن وسنت کی صحیح مراد سمجھنے کے لیے علم کے ساتھ ساتھ تقویٰ کی شدید ضرورت ہے، اس لحاظ سے بھی جب ہم اپنے حالات کا موازنہ ائمۂ مجتہدین سے کرتے ہیں، تو بلاشبہ خاک اور عالم پاک کی نسبت نظر آتی ہے، اس لیے ہر انصاف پسند آدمی مذکورہ دوراستوں میں سے لازمًا اسی راستہ کو محتاط قرار دے گا کہ اپنی عقل وعلم پر اعتماد کے بجائے ائمۂ مجتہدین میں سے کسی کی عقل وعلم پر اعتماد کرکے اس کے مطابق عمل کیا جائے اور اسی کو اصطلاح میں تقلید کہتے ہیں۔

تقلید کی تعریف:

تقلید کی تعریف اصولیین نے اس طرح کی ہے: ”العمل بقول إمام مجتهدٍ من غير مطالبة دليل“[1] اس تعریف کے پیش نظر بعض لوگوں نے یہ کہنا شروع کردیا کہ بلا دلیل کسی کی بات مان لینا اور اس کے قول کو حجت سمجھنا تو شرک ہے، لیکن تقلید کی جو حقیقت اوپر بیان کی گئی ہے، اس کی رو سے یہ اعتراض خود بخود ختم ہوجاتا ہے؛ کیونکہ مجتہد کا قول اس کو مُطاع یا شارع سمجھ کر اختیار نہیں کیا جارہا، بلکہ شارح سمجھ کر اس کی تشریح پر اعتماد کیا جارہا ہے، اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ قرآن وسنت کے جو احکام قطعی الثبوت والدلالۃ ہیں، ان میں ہم کسی امام مجتہد کی طرف رجوع نہیں کرتے، بلکہ مجتہد کی طرف رجوع صرف ان معاملات میں کیا جاتا ہے، جہاں اجمال، ابہام یا تعارض کی بناء پر قرآن وسنت کی تشریح میں کوئی دشواری

---

(۱) التقرير والتحبير لابن أمير الحاج، المقالة الثالثة، مسألة التقليد ۳/۳۴۰، ونصه: «التقليد العمل بقول من ليس قوله إحدى الحجج الأربع الشرعية بلا حجة منها»، وكذا في الاقتصاد لحكيم الأمة أشرف علي التهانوي، ص:۵.(ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

پیش آجاتی ہے[1] اور تقلید کی تعریف میں "من غیر مطالبة دلیل" کے الفاظ سے یہ مغالطہ نہ ہو کہ مجتہد کی بالذات اطاعت کی جارہی ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مجتہد کی طرف رجوع کیا ہی اس لیے جاتا ہے کہ ہمیں اس پر اعتماد ہوتا ہے کہ ان کے پاس اپنے قول کی کوئی مضبوط قرآنی یا حدیثی دلیل موجود ہے، البتہ ہم ان سے اس دلیل کے بیان کا مطالبہ اس لیے نہیں کرتے کہ دلائل میں محاکمہ کرنے کے لیے جو قوتِ اجتہادیہ درکار ہے، وہ ہم میں موجود نہیں۔ اس لیے ہم مجتہد کے قول کو اختیار کرنے کے لیے اس کی دلیل اچھی طرح سمجھ لینے کو شرط قرار نہیں دیتے۔[2]

چنانچہ بہت سے معاملات میں مجتہد کی دلیل ہماری سمجھ میں آجاتی ہے اور بہت سے معاملات میں نہیں آتی، یہیں سے غیر مقلدین کا یہ اعتراض بھی دور ہوجاتا ہے کہ جب تقلید بے دلیل عمل کا نام ہے، تو پھر مقلدین اپنی تصنیفات اور اپنی تقریروں میں دلائل سے بحث کیوں کرتے ہیں؟ اور جواب کا حاصل یہ ہوا کہ مجتہد کے دلائل کا علم تقلید کے منافی نہیں، البتہ مطالبۂ دلیل پر امام کی پیروی کو موقوف رکھنا تقلید کے منافی ہے، لہٰذا دلائل کا علم حاصل کرنے میں جتنی بھی کوشش کی جائے، اس سے تقلید کی مخالفت لازم نہیں آتی۔

تقلید کی قسمیں:

پھر تقلید کی دو قسمیں ہیں:

---

(۱) الفقيه والمتفقه للخطيب البغدادي، باب الكلام في التقليد وما يسوغ منه إلخ ۲/ ۱۳۱، ونصه: «وأما الأحكام الشرعية، فضربان أحدهما: يعلم ضرورة من دين الرسول ﷺ كالصلوات الخمس، والزكوات، وصوم شهر رمضان، والحج، وتحريم الزنا، وشرب الخمر، وما أشبه ذلك، فهذا لا يجوز التقليد فيه؛ لأن الناس كلهم يشتركون في إدراكه والعلم به، فلا معنى للتقليد فيه، وضرب آخر: لا يعلم إلا بالنظر والاستدلال: كفروع العبادات، والمعاملات، والفروج، والمناكحات، وغير ذلك من الأحكام، فهذا يسوغ فيه التقليد». (ج)

(۲) التقرير والتحبير لابن أمير الحاج، المقالة الثالثة. مسألة التقليد العمل بقول إلخ ۳/ ۳۴۱، ونصه: «وقد يعبر عنه كما في جمع الجوامع بأخذ القول بغير معرفة دليله، وعليه مشى القفال وغيره، فخرج أخذه مع معرفة دليله؛ فإنه ليس بتقليد، وإن وافق قول مجتهد به؛ فإنه في الحقيقة أخذ من الدليل لا من المجتهد بل قد قيل: إن أخذه مع معرفة دليله نتيجة الاجتهاد؛ لأن معرفة الدليل إنما يكون للمجتهد لتوقفها على معرفة سلامته من المعارض بناء على وجوب البحث عنه، وهي متوقفة على استقراء الأدلة كلها، ولا يقدر على ذلك إلا المجتهد» (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ایک صورت تو یہ ہے کہ تقلید کے لیے کسی امام و مجتہد کو معین نہ کیا جائے بلکہ کسی مسئلہ میں ایک امام کے قول کی تقلید کر لی جائے اور دوسرے مسئلہ میں کسی دوسرے امام کے قول کی، اس کو تقلیدِ مطلق یا تقلید غیر شخصی کہتے ہیں۔ (۱)

دوسری صورت یہ ہے کہ تقلید کے لیے کسی ایک امام کو متعین کر لیا جائے اور ہر مسئلہ میں اسی کی طرف رجوع کیا جائے، اس کو تقلید شخصی کہا جاتا ہے۔ (۲)

ان دونوں قسموں کی حقیقت اس سے زائد کچھ نہیں کہ جو شخص براہ راست قرآن وسنت سے استنباط احکام کی صلاحیت نہیں رکھتا، وہ کسی ایسے کے قول پر اعتماد کرتا ہے، جو علم وتقویٰ کے اعتبار سے اس کی نظر میں معتمد علیہ ہو اور یہ وہ چیز ہے جس کا جواز بلکہ وجود قرآن وسنت سے ثابت ہے۔

قرآن کریم اور تقلید:

تقلیدِ ائمہ کی اصولی ہدایات خود قرآن کریم میں موجود ہے:

(۱) سورۂ نساء میں ارشاد ہے: ''يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ''، (۳) اس آیت میں ''أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ'' کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، ''أُولِي الْأَمْرِ'' کی تفسیر بعض حضرات نے یہ کی ہے کہ اس سے امراء اور حکام مراد ہیں، لیکن مفسرین کی ایک بڑی جماعت یہ کہتی ہے کہ اس سے مراد علمائے مجتہدین ہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت حسن بصری، حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت عطاء بن السائب (۴) اور حضرت ابوالعالیہ (۵)

---

(۱) فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون. (ج)

(۲) الإنصاف للشاه ولي الله الدهلوي، باب حكاية حال الناس إلخ، ص: ۷۰، ونصه: «وبعد المئتين ظهر فيهم التمذهب للمجتهدين بأعيانهم، وقل من كان لا يعتمد على مذهب مجتهد بعينه». (ج)

(۳) النساء - ۵۹/۴. (ج)

(۴) آپ کا پورا نام أبو زيد عطاء ابن السائب ہے، (۰۰۰-۱۳۶ھ = ۰۰۰-۷۵۳م) امام، حافظ اور محدث ہیں، آپ نے مجاہد، سعید بن جبیر اور ابن ابی لیلیٰ رحمہم اللہ وغیرہ سے روایات لی ہیں، آپ سے احادیث نقل کرنے والوں میں سفیان ثوری، شعبہ، شریک، ابن جریج اور ابوعوانہ رحمہم اللہ شامل ہیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۲۶۳/۶). (ج)

(۵) آپ کا پورا نام رفیع بن مهران ہے، (۰۰۰-۹۳ھ = ۰۰۰-۷۱۱م) امام، حافظ حدیث اور مفسر تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا مگر ملاقات کا شرف حاصل نہ ہوا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ کے عہد میں اسلام قبول کیا، سیدنا عمر، سیدنا علی رضی اللہ عنہما سمیت کبار صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایات لی ہیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۲۰۷/۴). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

وغیرہ سے یہی تفسیر منقول ہے، کما فی تفسیر ابن جریر اور امام رازی نے تفسیر کبیر میں اسی کو راجح قرار دیا ہے۔[1]

اس تفسیر کے مطابق یہ آیت تقلید کی واضح دلیل ہے؛ کیونکہ اس میں اللہ اور رسول کے ساتھ علمائے مجتہدین کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا ہے، تو گویا آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا طریقہ یہ ہے کہ علماء کی اطاعت کی جائے۔

"أولي الأمرِ" کی تفسیر پر اعتراض وجواب:

اس پر بعض غیر مقلدین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسی آیت کے آگے ارشاد ہے: "فإن تنازعتم في شيء فردوه إلى الله والرسول" جس کا تقاضا یہ ہے، کہ جہاں علماء میں اختلاف ہو وہاں کسی ایک کی تقلید کرنے کے بجائے اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹانا چاہیے، یعنی یہ دیکھنا چاہیے کہ کون سا قول قرآن وسنت کے زیادہ مطابق ہے اور یہ دیکھنا تقلید کے منافی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ "فإن تنازعتم" میں خطاب مجتہدین کو ہے عوام کو نہیں، یعنی یہ مجتہدین کا کام ہے کہ وہ اختلافی مسائل میں یہ دیکھیں کہ کون سا حکم "أوفق بالکتاب و السنة" ہے،[2] چنانچہ مشہور اہل حدیث عالم نواب صدیق حسن خان صاحبؒ اپنی تفسیر "فتح البیان" میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: 'والظاهر أنه خطاب مستقل مستأنف موجّه للمجتهدين"[3] اور جب یہ خطاب مجتہدین کو ہوا

---

(۱) جامع البيان في تأويل القرآن (تفسير الطبري) ۸/۴۹۶-۵۰۰، ونصه: «واختلف أهل التأويل في أولي الأمر الذين أمر الله عبادَه بطاعتهم في هذه الآية فقال بعضهم: هم الأمراء... وقال آخرون: هم أهل العلم والفقه، ذكر من قال ذلك... عن جابر بن عبد الله قال: هم أهل العلم والفقه... عن ابن عباس قوله: أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم، يعني: أهل الفقه والدين... عن الحسن في قوله: وأولي الأمر منكم، قال: هم العلماء... عن عطاء: وأولي الأمر منكم، قال: الفقهاء والعلماء... عن عطاء بن السائب في قوله: أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم، قال: أولي العلم والفقه... عن أبي العالية في قوله: وأولي الأمر منكم، قال: هم أهل العلم»، وفي مفاتيح الغيب المعروف بالتفسير الكبير (تفسير الرازي) ۱۰/۱۱۴، ونصه: «أن أعمال الأمراء والسلاطين موقوفة على فتاوى العلماء، والعلماء في الحقيقة أمراء الأمراء، فكان حمل لفظ أولي الأمر عليهم أولى». (ج)

(۲) نفس المصدر. (ج)

(۳) فتح البيان للشيخ نواب صديق حسن خان، سورة النساء-۳/۱۵۸. (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

تو اس کا تقلید سے کوئی تعارض نہ رہا۔

(۲) سورۂ نساء ہی میں ارشاد ہے: "وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ"،(۱) اس آیت کا پسِ منظر یہ ہے کہ زمانہ جنگ میں بعض منافقین طرح طرح کی افواہیں پھیلا دیتے تھے اور بعض سادہ لوح مسلمان ان افواہوں پر اعتماد کر کے انہیں آگے نقل کر دیتے تھے، اس طرح غلط افواہیں شہر میں پھیلتیں اور ان سے بدنظمی اور بدمزگی پیدا ہوتی، قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا کہ مسلمانوں کو یہ چاہیے کہ جب بھی کوئی افواہ سنے، تو اس کی اشاعت سے پہلے فقہائے صحابہ کی طرف رجوع کر کے ان کو بتائیں، تاکہ وہ معاملہ کی تہہ تک پہنچ کر مناسب کارروائی کر سکیں۔(۲)

یہ آیت اگرچہ ایک خاص واقعہ سے متعلق ہے لیکن اصولِ تفسیر کا مسلّمہ قاعدہ ہے کہ: "العبرة بعموم اللفظ لا لخصوص السبب"(۳) لہٰذا اس آیت میں تقلید کا اصولی جواز موجود ہے، چنانچہ امام رازیؒ نے "تفسیر کبیر" میں اور امام ابوبکر جصّاصؒ نے "أحکام القرآن" میں اس آیت سے تقلید کی مشروعیت پر استدلال کیا ہے،(۴) بعض غیر مقلدین اس کو دور دراز کا استدلال قرار دیتے ہیں، لیکن خود نواب صدیق حسن

---

(۱) النساء-۴/۸۳.(ج)

(۲) تأویلات أهل السنة (تفسير الماتريدي) سورة النساء-۳/۲۷۵، ونصه: «وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ...ثم اختلف في من نزلت: قال الحسن: نزلت في المؤمنين وذلك أنهم إذا سمعوا خبرا من أخبار السرايا، والعساكر مما يسرون، ويفرحون أفشوه في الناس؛ فرحًا منهم، وإذا سمعوا ما يحزنهم، ويهمهم أظهروه في الناس؛ حزنا وغما، ثم استثنى إلا قليلا منهم لا يذيعون، ولا يفشون بالخبر، فلو سكتوا وردوا الخبر إلى رسول الله ﷺ حتى يخبر النبي ما كان من الأمر، أو ردوه إلى أولي الأمر حتى يكونوا هم الذين يخبرون به كان أولى».(ج)

(۳) البرهان في علوم القرآن للزركشي، فصل: خصوص السبب وعموم الصيغة ۱/۳۲، ونصه: «وقد يكون السبب خاصا والصيغة عامة لينبه على أن العبرة بعموم اللفظ».(ج)

(۴) مفاتيح الغيب المعروف بالتفسير الكبير للإمام الرازي، سورة النساء-۱۰/۱۵۴، ونصه: «الآية دالة على أمور: أحدها: أن في أحكام الحوادث ما لا يعرف بالنص بل بالاستنباط، وثانيها: أن الاستنباط حجة، وثالثها: أن العامي يجب عليه تقليد العلماء في أحكام الحوادث»، وفي أحكام القرآن للجصاص، سورة النساء-۳/۱۸۳ ونصه: «فقد حوت هذه الآية معاني، منها: أن في أحكام الحوادث ما ليس بمنصوص عليه بل مدلول عليه، ومنها: أن على العلماء استنباطه، والتوصل إلى معرفته برده إلى نظائره من المنصوص، ومنها: أن العامي عليه تقليد العلماء في أحكام الحوادث».(ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

خانؒ نے تفسیر "فتح البیان" میں اس آیت سے حجیتِ قیاس پر استدلال کیا ہے،[1] اگر اس سے قیاس کی حجیت پر استدلال دور دراز کا نہیں تو تقلید پر بھی استدلال کرنا دور دراز کا نہیں۔

(۳) "فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ"[2] اس آیت میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ تمام لوگوں کو ایک ہی کام میں مشغول نہ ہو جانا چاہیے، بلکہ کچھ لوگ جہاد کریں اور کچھ علم حاصل کریں، پھر علم حاصل کرنے والے لوگ پہلی قسم کے لوگوں کو دین کے مسائل بتائیں اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں پہلی قسم کے لوگوں پر واجب ہوگا کہ وہ ان لوگوں کی بات مانیں اور یہی تقلید ہے۔[3]

(۴) "فَسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ"،[4] اس آیت میں یہ اصولی ہدایت کی گئی ہے کہ ناواقف آدمی کو واقف کار کی طرف رجوع کرنا چاہیے، یہاں بھی اگرچہ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے، لیکن "العبرة بعموم اللفظ" کے مطابق اس سے یہ قاعدہ نکلتا ہے کہ غیر عالم کو عالم کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اسی کا نام "تقلید" ہے۔

تقلید اور حدیث:

(۱) "جامع الترمذي"، "سنن ابن ماجه" اور "مسند أحمد" وغیرہ میں مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "إني لا أدري ما بقائي فيكم، فاقتدوا باللذين من بعدي وأشار إلى أبي بكر وعمر رضي الله عنهما"،[5] اس میں اقتداء کا حکم دیا گیا ہے اور لفظ اقتداء انتظامی امور میں کسی کی اطاعت کے

---

(۱) فتح البيان للشيخ نواب صديق حسن خان ۳/ ۱۲۰، ونصه: «وقوله (فإن تنازعتم في شيء فردّوه إلى الله والرسول) يدل على أن القياس حجة». (ج)

(۲) التوبة-۹/ ۱۲۲. (ج)

(۳) شرح تنقيح الفصول للقرافي، ص: ۴۳۱، ونصه: «وأما التقليد في الفروع فحجة الجمهور قوله تعالى: "فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم إذا رجعوا إليهم لعلهم يحذرون"، فأمرهم بالحذر عند إنذار علمائهم، ولولا وجوب التقليد لما وجب ذلك». (ج)

(۴) النحل-۱۶/ ۴۳. (ج)

(۵) أخرجه الترمذي -واللفظ له-، أبواب المناقب، رقم: ۳۶۶۳، عن حذيفة رضي الله عنه، وفي سنن ابن ماجه، أبواب السنة، باب في فضائل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، فضائل أبي بكر الصديق، رقم: ۹۷، وفي مسند أحمد، حذيفة بن اليمان، رقم: ۲۳۲۷۶. (ر)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

لیے نہیں بلکہ دینی امور میں اطاعت کا حکم ہے۔

(۲) "صحیح البخاري" میں "کتاب الصلاة، باب الرجل یأتم بالإمام ویأتم الناس بالمأموم" کے تحت مروی ہے کہ بعض صحابہؓ جماعت میں دیر سے آنے لگے تھے، تو آپ ﷺ نے ان کو جلدی آنے اور اگلی صفوں میں نماز پڑھنے کی تاکید کی اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا: "ائتموا بي ولیأتم بکم من بعدکم"، (۱) اس کا ایک مطلب تو یہ ہے ہی کہ اگلی صفوں کے لوگ آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر آپ ﷺ کی اقتداء کریں، لیکن اس کا ایک دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ صحابہ کرامؓ آنحضرت ﷺ کی نماز کو اچھی طرح دیکھ لیں؛ کیونکہ آنے والی نسلیں صحابہ کی تقلید اور ان کا اتباع کریں گی، چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے "فتح الباري" میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے: "وقیل معناه تعلموا مني أحکام الشریعة، ولیتعلم منکم التابعون بعدکم، وکذلك أتباعهم إلی انقراض الدنیا". (۲)

(۳) "مشکاة المصابیح، کتاب العلم" کی فصل ثانی کے تحت امام بیہقیؒ کی "المدخل" کے حوالے سے حضرت ابراہیم بن عبدالرحمن العذری سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: "یرث هذا العلم من کل خلف عدوله، ینفون عنه تحریف الغالین، وانتحال المبطلین، وتأویل الجاهلین"، (۳) اس حدیث میں جاہلوں کی تاویلات کی مذمت کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان تاویلات کی تردید علماء کا فریضہ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ قرآن وسنت کے علوم میں مجتہدانہ بصیرت نہیں رکھتے انہیں اپنے فہم پر اعتماد کر کے قرآن وسنت میں تاویلات نہیں کرنی چاہئیں، بلکہ علماء کی طرف رجوع کر کے ان سے دین کے مسائل معلوم کرنے چاہئیں اور اسی کا نام تقلید ہے، پھر یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ قرآن وسنت میں تاویلات وہی شخص کر سکتا ہے، جسے قرآن وسنت کی کچھ شُدبُد ہو، لیکن حدیث میں ایسے شخص کو بھی

---

(۱) صحیح البخاري، کتاب الصلاة، کتاب الجماعة والإمامة، باب الرجل یأتم بالإمام ویأتم الناس بالمأموم، قبیل الرقم: ۷۱۳. (ج)

(۲) فتح الباري لابن حجر العسقلاني، کتاب الصلاة، کتاب الجماعة والإمامة، باب الرجل یأتم بالإمام إلخ، قبیل الرقم: ۷۱۳. (ج)

(۳) مشکاة المصابیح للخطیب التبریزي، کتاب العلم، الفصل الثاني، رقم: ۲۴۸. وفي المدخل إلی علم السنن للبیهقي، باب تبیین حال من وجد منه ما یوجب رد خبره، رقم: ۷۳۱. (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

جاہل قرار دیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ قرآن وسنت سے استنباطِ احکام کے لیے تھوڑی بہت معلومات کافی نہیں ہیں۔

عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقلیدِ مطلق:

یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں جہاں اجتہاد کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں، وہاں تقلید کی بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں، یعنی جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم براہ راست قرآن وسنت سے استنباط احکام نہ کر سکتے تھے، وہ فقہائے صحابہ کی طرف رجوع کر کے ان سے مسائل معلوم کیا کرتے تھے اور فقہائے صحابہ ان سوالات کا جواب دونوں طرح دیا کرتے تھے، کبھی دلیل بیان کر کے اور کبھی بغیر دلیل بیان کیے، البتہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں تقلید شخصی کو ضروری نہیں سمجھا جاتا تھا، بلکہ تقلیدِ مطلق اور تقلیدِ شخصی دونوں کا رواج تھا، تقلید مطلق کی مثالیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں بے شمار ہیں؛ کیونکہ ہر فقیہ صحابی اپنے اپنے حلقۂ اثر میں فتویٰ دیتا تھا اور دوسرے حضرات اس کی تقلید کرتے تھے، چنانچہ علامہ ابن القیمؒ اپنی کتاب "إعلام الموقعین" میں لکھتے ہیں کہ: "والذين حفظت عنهم الفتوى من أصحاب رسول الله ﷺ مائة ونيف وثلاثون نفسا، ما بين رجل وامرأة"۔(۱)

ان حضرات کے تمام فتاوی تقلید مطلق کی مثال ہیں، بلکہ متعدد روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے صرف قول کی نہیں بلکہ عمل کی بھی تقلید کی جاتی تھی، مثلاً: "موطأ إمام مالك" میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو حالت احرام میں رنگین کپڑے پہنے ہوئے دیکھا، تو ان پر اعتراض کیا، انہوں نے جواب دیا کہ اس رنگ میں خوشبو نہیں ہے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: "إنكم أيها الرهط، أئمة يقتدي بكم الناس، فلو أن رجلا جاهلا رأى هذا الثوب، لقال: إن طلحة بن عبيد الله قد كان يلبس الثياب المصبغة في الإحرام، فلا تلبسوا، أيها الرهط، شيئا من هذه الثياب المصبغة۔(۲)

---

(۱) إعلام الموقعين لابن القيم، فصل أول من وقع عن الله ۱/ ۱۰. (ج)

(۲) أخرجه الإمام مالك في الموطأ، كتاب الحج، لبس الثياب المصبغة في الإحرام، رقم: ۱۱۶۴. (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقلیدِ شخصی:

اسی طرح عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقلید شخصی کی بھی متعدد مثالیں ملتی ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱) "صحیح البخاري" میں "کتاب الحج، باب إذا حاضتِ المرأة بعد ما أفاضت" کے تحت حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "أن أهل المدينة سألوا ابن عباس رضي الله عنهما عن امرأة طافت، ثم حاضت قال لهم: تنفر قالوا: لا نأخذ بقولك وندع قول زيد"۔[۱]

اور یہی روایت "معجم إسماعيلي" میں عبدالوہاب الثقفی کے طریق سے منقول ہے، اس میں اہل مدینہ کے یہ الفاظ مروی ہیں کہ: "لا نبالي أفتيتنا أو لم تفتنا، زيد بن ثابت يقول: لا تنفر"[۲] اور "مسند أبي داود الطيالسي" میں ان کے یہ الفاظ مروی ہیں کہ: "لن نتابعك يا ابن عباس، وأنت تخالف زيدا"۔[۳]

اس سے وضاحت کے ساتھ معلوم ہوا کہ یہ حضرات زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تقلید شخصی کیا کرتے تھے، اسی بناء پر انہوں نے اس معاملہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جیسے صحابی کا فتوی قبول نہیں کیا اور ان کے قول کو رد کرنے کی وجہ بجز اس کے بیان نہیں فرمائی کہ ان کا یہ قول زید رضی اللہ عنہ کے فتوے کے خلاف تھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی ان پر یہ اعتراض نہیں کیا کہ تم تقلید شخصی کر کے گناہ یا شرک کے مرتکب ہو رہے ہو، بلکہ انہیں یہ ہدایت فرمائی کہ وہ حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا سے مسئلہ کی تحقیق کر کے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف دوبارہ رجوع کریں، چنانچہ ایسا کیا گیا[۴] اور حضرت

---

(۱) أخرجه البخاري، كتاب الحج، باب إذا حاضت المرأة بعد ما أفاضت، رقم: ۱۷۵۸. (ج)

(۲) فتح الباري لابن حجر العسقلاني، كتاب الحج، باب إذا حاضت المرأة إلخ، تحت الرقم: ۱۷۵۷، ونصه: «وقد رواه الإسماعيلي من طريق عبد الوهاب الثقفي عن أيوب بلفظ أن ناسا من أهل المدينة قوله، قال لهم: تنفر زاد الثقفي فقالوا: لا نبالي أفتيتنا أو لم تفتنا، زيد بن ثابت يقول: لا تنفر». (ر)

(۳) مسند أبي داود الطيالسي، ما روت أم سليم، رقم: ۱۷۵٦. (ر)

(۴) صحيح البخاري، كتاب الحج، باب إذا حاضت المرأة بعد ما أفاضت، رقم: ۱۷۵۸، ونصه: «عن عكرمة أن أهل المدينة سألوا ابن عباس رضي الله عنهما عن امرأة طافت ثم حاضت، قال لهم: تنفر، قالوا: لا نأخذ بقولك وندع قول زيد قال: إذا قدمتم المدينة فسلوا، فقدموا المدينة، فسألوا، فكان في من سألوا أم سليم». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

زید رضی اللہ عنہ نے حدیث کی تحقیق فرما کر اپنے سابقہ فتوی سے رجوع فرمالیا، جیسا کہ "مسلم "(۱) وغیرہ کی روایات میں مصرح ہے۔

بہر حال اس واقعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ اہل مدینہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی تقلید شخصی کرتے تھے۔

(۲) "صحیح البخاري" میں حضرت ہذیل بن شرحبیل سے مروی ہے کہ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے کچھ لوگوں نے ایک مسئلہ پوچھا، انہوں نے جواب تو دے دیا مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی پوچھ لو، چنانچہ وہ لوگ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی رائے بھی ذکر کردی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو فتوی دیا، وہ حضرت ابوموسیٰ کے فتوی کے خلاف تھا، لوگوں نے حضرت ابوموسیٰ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتوے کا ذکر کیا، تو انہوں نے فرمایا: "لا تسألوني ما دام هذا الحبر فيكم". (۲)

اور "مسند أحمد" کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: "لا تسألوني عن شيء ما دام هذا الحبر بين أظهركم"(۳) یہاں حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ مشورہ دیا کہ ہر مسئلہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے پوچھا کرو اور اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔

---

(۱) صحيح مسلم، كتاب الحج، باب وجوب طواف الوداع وسقوطه عن الحائض، رقم: ۱۳۲۸، ونصه: «عن طاوس قال: كنت مع ابن عباس إذ قال زيد بن ثابت: «تفتي أن تصدر الحائض قبل أن يكون آخر عهدها بالبيت فقال له ابن عباس: إما لا، فسل فلانة الأنصارية، هل أمرها بذلك رسول الله ﷺ؟ قال: فرجع زيد بن ثابت إلى ابن عباس يضحك وهو يقول: ما أراك إلا قد صدقت». (ر،ز)

(۲) جزء من حديث أخرجه البخاري، كتاب الفرائض، باب ميراث ابنة ابن مع ابنة، رقم: ۶۳۵۵، ونصه: «حدثنا أبو قيس سمعت هزيل بن شرحبيل قال: سئل أبو موسى عن ابنة، وابنة ابن، وأخت فقال: للابنة النصف، وللأخت النصف، وأت ابن مسعود فسيتابعني، فسئل ابن مسعود، وأخبر بقول أبي موسى فقال: لقد ضللت إذا وما أنا من المهتدين، أقضي فيها بما قضى النبي صلى الله عليه وسلم للابنة النصف، ولابنة الابن السدس تكملة الثلثين، وما بقي فللأخت، فأتينا أبا موسى، فأخبرناه بقول ابن مسعود فقال: لا تسألوني ما دام هذا الحبر فيكم». (ج)

(۳) مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند المكثرين من الصحابة، مسند عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه، رقم: ۴۴۲۰. (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

(۳) "أبو داود" اور "ترمذي"[1] وغیرہ میں مشہور واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا اور ان کو مأخذِ شریعت کی ہدایت فرمائی، اس واقعہ میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اہل یمن کے لیے محض گورنر بن کر نہیں گئے تھے، بلکہ قاضی اور مفتی بن کر بھی گئے تھے، لہٰذا اہل یمن کے لیے صرف ان کی تقلید کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا، چنانچہ اہل یمن انہی کی تقلید شخصی کیا کرتے تھے۔

اس پر بعض غیر مقلدین کہتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ قاضی تھے، مفتی نہیں تھے، لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے۔

"صحيح البخاري" میں حضرت اسود بن یزید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ: "أتانا معاذ بن جبل باليمن معلما، وأميرا، فسألناه عن رجل توفي، وترك ابنته وأخته، فأعطى الابنة النصف والأخت النصف"[2] اس سے صاف واضح ہے کہ وہ بحیثیت مفتی کے فتوی دیتے تھے اور زیر بحث مسئلہ میں انہوں نے اپنے فتوی کی کوئی دلیل بھی بیان نہیں فرمائی اور اہل یمن نے اس کو محض تقلیداً قبول کیا۔

غرض عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقلیدِ مطلق اور تقلیدِ شخصی دونوں کی نظائر بکثرت موجود ہیں اور واقعہ یہی ہے کہ اصل کے اعتبار سے دونوں جائز ہیں اور قرونِ اُولیٰ میں دونوں طریقوں پر بلانکیر عمل ہوتا رہا ہے، لیکن بعد کے علماء نے ایک عظیم انتظامی مصلحت سے تقلیدِ مطلق کے بجائے تقلیدِ شخصی کا التزام کیا۔[3]

اس مصلحت کو سمجھنے کے لیے پہلے تو یہ ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ اتباعِ ہویٰ قرآن کریم کی بے شمار تصریحات کے مطابق انتہائی سنگین بیماری ہے، پھر اتباعِ ہویٰ ایک تو یہ ہے کہ انسان حرام کو حرام سمجھتے ہوئے

---

(۱) سنن أبي داود، كتاب الأقضية، باب اجتهاد الرأي في القضاء، رقم: ۳۵۹۴، ونصه: «عن أناس من أهل حمص من أصحاب معاذ بن جبل، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما أراد أن يبعث معاذا إلى اليمن قال: «كيف تقضي إذا عرض لك قضاء؟ إلخ»، وفي سنن الترمذي، أبواب الأحكام، باب ما جاء في القاضي كيف يقضي، رقم: ۱۳۲۷، ونصه: «عن رجال من أصحاب معاذ أن رسول الله صلي الله عليه وسلم بعث معاذا إلى اليمن، فقال: كيف تقضي؟ إلخ». (ج)

(۲) صحيح البخاري، كتاب الفرائض، باب ميراث البنات، رقم: ۶۳۵۳. (ج)

(۳) الإنصاف للشاه ولي الله الدهلوي، باب حكاية حال الناس إلخ، ص: ۷۰، ونصه: «وبعد المئتين ظهر فيهم التمذهب للمجتهدين بأعيانهم وقل من كان لا يعتمد على مذهب مجتهد بعينه». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

اس کا ارتکاب کرے اور اس سے بھی بدتر صورت یہ ہے کہ انسان اتباع ہوئی کے تحت حرام کی حرمت ہی سے انکار کر دے، یہ شکل اس لیے بہت بری ہے کہ اس میں انسان کو اپنے فعل پر ندامت بھی نہیں ہوتی، فقہائے کرام نے یہ محسوس کیا کہ قرونِ اُولیٰ میں دیانت عام تھی، اس لیے تقلیدِ مطلق میں اتباع ہوئی کا کوئی خطرہ نہیں تھا، لیکن بعد میں دیانت کا وہ معیار باقی نہیں رہا، لہٰذا اگر تقلیدِ مطلق کا دروازہ بالکل کھلا رکھا گیا، تو لوگ اپنے نفس کی خواہشات کے مطابق جس امام کے قول میں آسانی دیکھیں گے، اسے اختیار کر لیں گے اور یہ وہ سنگین گمراہی ہے، جس کے خلافِ اسلام ہونے میں کسی کو شبہ نہیں ہوسکتا، خود علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاوی میں اس طرزِ عمل کو انتہائی مذموم قرار دیا ہے کہ نفسانی خواہشات کی پیروی میں کبھی کسی امام کا قول اختیار کر لیا جائے اور کبھی کسی امام کا۔(۱)

حقیقت یہ ہے کہ اگر اس بات کی کھلی آزادی دے دی جائے کہ جس مجتہد کا چاہو قول اختیار کر لو تو دین ایک کھلونا بن کر رہ جائے؛ کیونکہ اکثر مجتہدین کے یہاں کچھ نہ کچھ منفرد اقوال ایسے ملتے ہیں، جو خواہشاتِ نفس کے مطابق ہوتے ہیں، مثلاً: امام شافعیؒ کے نزدیک شطرنج کھیلنا جائز ہے،(۲) حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کی طرف موسیقی کا جواز منسوب ہے،(۳) حضرت قاسم بن محمدؒ کی طرف منسوب ہے کہ وہ بے سایہ تصویروں کو جائز کہتے تھے،(۴) مالکیہ میں سے امام سحنونؒ کی طرف اپنی زوجہ کے ساتھ وطی فی الدبر کا جواز منسوب

---

(۱) مجموع الفتاوی لابن تيمية، أصول الفقه ۲۲۲/۲۰، ونصه: «وبعد المئتين ظهر فيهم التمذهب للمجتهدين بأعيانهم، وقل من كان لا يعتمد على مذهب مجتهد بعينه». (ج)

(۲) الحاوي الكبير للماوردي، كتاب الأقضية ۱۷/ ۱۷۷، ۱۷۸، ونصه: «فأما اللعب الشطرنج... والثالث: وهو مذهب الشافعي رضي الله عنه أنها ليست محرمة كما قال مالك رضي الله عنه ولا بمغلظة الكراهة كما قال أبو حنيفة، ثم قال: وإن كرهنا ذلك، وأراد به كراهة تنزيه». (ج)

(۳) الاستيعاب في معرفة الأصحاب لابن عبد البر، حرف العين، باب عبد الله ۸۸۱/۳، ونصه: «كان عبد الله بن جعفر كريما، جوادا ظريفا... وكان لا يرى بسماع الغناء بأسا». (ج)

(۴) فتح الباري لابن حجر العسقلاني، كتاب اللباس، باب ما وطىء من التصاوير، تحت الرقم: ۵۹۵۴، ونصه: «قال النووي: وذهب بعض السلف إلى أن الممنوع ما كان له ظل، وأما ما لا ظل له فلا بأس باتخاذه مطلقا وهو مذهب باطل، فإن الستر الذي أنكره النبي صلى الله عليه وسلم كانت الصورة فيه بلا ظل بغير شك ومع ذلك فأمر بنزعه، قلت: المذهب المذكور نقله ابن أبي شيبة عن القاسم بن محمد بسند صحيح ولفظه عن ابن عون قال: دخلت على القاسم وهو بأعلى مكة في بيته، فرأيت في بيته حجلة فيها تصاوير القندس والعنقاء». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ہے،(۱) امام اعمشؒ سے منقول ہے کہ ان کے نزدیک روزہ کی ابتداء طلوع شمس سے ہوتی ہے،(۲) ابن حزم ظاہریؒ کا مسلک یہ ہے کہ جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہو، تو اسے اس حال میں دیکھنا بھی جائز ہے کہ اس کا پیٹ اور پیٹھ ننگی ہو،(۳) نیز انہی کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی عورت کو کسی مرد سے پردہ کرنا مشکل ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ اس بالغ مرد کو اپنی شدی سے دودھ پلا دے، اس طرح حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی اور پردہ اٹھ جائے گا(۴) اور حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر عید کا دن جمعہ کے روز آجائے، تو اس دن ظہر اور جمعہ دونوں ساقط ہو جاتے ہیں۔(۵)

غرض اس طرح اگر کوئی شخص ایسے اقوال کو تلاش کر کے ان پر عمل شروع کر دے، تو ایک ایسا دین تیار ہو جائے گا کہ جس کا بانی سوائے شیطان اور نفس کے کوئی نہیں، اسی لیے بعض اسلاف کا قول ہے کہ: "من أخذ بنوادر العلماء خرج من الإسلام"(۶) اور حافظ ابن حجرؒ نے "تلخیص الحبیر" میں حضرت معمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ: "لو أن رجلا أخذ بقول أهل المدينة في استماع الغناء، وإتيان النساء في أدبارهن،

---

(۱) التوضيح في شرح مختصر ابن الحاجب لخليل بن إسحاق المالكي، كتاب النكاح، باب الإيلاء ۴/۵۰۲، ونصه: «لو جامع في الدبر انحل الإيلاء... ولعل سحنونا إنما طرح هذه المسألة؛ لأنها توهم إباحة الوطء في الدبر وهو محرم». (ج)

(۲) المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم لأبي العباس القرطبي، كتاب الصوم، باب في قوله تعالى: حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ إلخ ۳/۱۵۲، ونصه: «وروي عن عثمان، وحذيفة، وابن عباس، وطلق بن علي، وعطاء بن أبي رباح، والأعمش، وغيرهم أن الإمساك يجب لتبين الفجر في الطرق وعلى رؤوس الجبال». (ج)

(۳) المحلى بالآثار لابن حزم، كتاب النكاح ۹/۱۶۱، ونصه: «ومن أراد أن يتزوج امرأة حرة أو أمة، فله أن ينظر منها متغفلا لها وغير متغفل إلى ما بطن منها وظهر». (ج)

(۴) المصدر السابق ۹/۱۳۱، ونصه: «وكل ما حرم من الأنساب، والحرم التي ذكرنا فإنه يحرم بالرضاع، كالمرأة التي ترضع الرجل فهي أمه، وأمها جدته». (ج)

(۵) مصنف عبد الرزاق، كتاب صلاة العيدين، باب اجتماع العيدين، رقم: ۵۷۲۵، ونصه: «عن ابن جريج قال: قال عطاء: إن اجتمع يوم الجمعة ويوم الفطر في يوم واحد فليجمعهما، فليصل ركعتين قط حيث يصلي صلاة الفطر ثم هي هي حتى العصر ثم أخبرني عند ذلك قال: " اجتمع يوم فطر ويوم جمعة في يوم واحد في زمان ابن الزبير، فقال ابن الزبير: عيدان اجتمعا في يوم واحد، فجمعهما جميعا بجعلهما واحدا، وصلى يوم الجمعة ركعتين بكرة صلاة الفطر، ثم لم يزد عليها حتى صلى العصر». (ج)

(۶) السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الشهادات، باب: ما تجوز به شهادة أهل الأهواء، رقم: ۲۰۹۱۸، ونصه: «محمد بن شعيب بن شابور يقول: سمعت الأوزاعي يقول: من أخذ بنوادر العلماء خرج من الإسلام». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

وبقول أهل مكة في المتعة والصرف، وبقول أهل الكوفة في المسكر كان شر عباد الله"۔ (۱)

خلاصہ یہ ہے کہ تقلیدِ مطلق کی کھلی اجازت دینے میں اس قسم کے اتباعِ ہویٰ کا شدید خطرہ پیدا ہو گیا تھا، اس لیے علماء نے چوتھی صدی ہجری میں تقلیدِ شخصی کو واجب قرار دے دیا، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ علماء کے اس فیصلہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "وكان هذا هو الواجب في ذلك الزمان"۔ (۲)

تقلیدِ شخصی کے وجوب پر اعتراض اور اس کا جواب:

اس پر اشکال ہوتا ہے کہ جو چیز عہدِ صحابہ میں واجب نہ تھی، وہ بعد میں کیسے واجب ہو گئی؟

اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے "الإنصاف في بيان أسباب الاختلاف" میں لکھا ہے کہ واجب کی دو قسمیں ہیں: ایک واجب لعینہٖ دوسرے واجب لغیرہٖ، واجب لعینہٖ تو وہی چیزیں ہیں، جن کو عہدِ رسالت ﷺ میں واجب کر دیا گیا اور اس کے بعد ان میں اضافہ نہیں ہوسکتا، لیکن واجب لغیرہٖ میں اضافہ ہوسکتا ہے اور وہ اس طرح کہ مقصود تو ایک واجب کی ادائیگی ہوتی ہے لیکن اگر اس واجب کی ادائیگی کا کسی زمانہ میں صرف ایک طریقہ رہ جائے، تو وہ طریقہ بھی واجب ہو جاتا ہے، مثلاً عہدِ رسالت ﷺ میں احادیث کی حفاظت واجب تھی، لیکن کتابت واجب نہ تھی؛ کیونکہ حفاظتِ حدیث کا فریضہ محض حافظہ سے بھی ادا ہو جاتا، لیکن بعد میں جب حافظوں پر اعتماد نہ رہا، تو حفاظتِ حدیث کا کوئی طریقہ بجز کتابت کے نہیں تھا، اس لیے کتابت واجب ہو گئی۔ (۳)

اسی طرح عہدِ صحابہ وتابعینؒ میں غیر مجتہد کے لیے مطلق تقلید واجب تھی، لیکن جب تقلیدِ مطلق کا راستہ پر

---

(۱) التلخيص الحبير لابن حجر العسقلاني، كتاب النهي عن الخطبة على الخطبة، باب مثبتات الخيار، الفصل الخامس ۳۹۸/۳. (ج)

(۲) الإنصاف للشاه ولي الله الدهلوي، باب حكاية حال الناس قبل المائة الرابعة إلخ، ص: ۷۰، ونصه: «وبعد المئتين ظهر فيهم التمذهب للمجتهدين بأعيانهم. وقل من كان لا يعتمد على مذهب مجتهد بعينه وكان هذا هو الواجب في ذلك الزمان». (ج)

(۳) المصدر السابق، ص: ۷۷، ونصه: «فان قلت: كيف يكون شيء واحد غير واجب في زمان واجبا في زمان آخر مع أن الشرع واحد... قلت: الواجب الأصل هو أن يكون في الأمة من يعرف الأحكام الفرعية من أدلتها التفصيلية، أجمع على ذلك أهل الحق، ومقدمة الواجب واجبة، فإذا كان للواجب طرق متعددة إلخ». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

خطر ہو گیا، تو اب صرف تقلید شخصی ہی کو واجب قرار دے دیا گیا، یہی وہ بات ہے جس کی طرف حضرت شیخ الحدیثؒ نے ان الفاظ میں اشارہ فرمایا کہ تقلیدِ شخصی کا وجوب کوئی شرعی حکم نہیں، بلکہ ایک انتظامی فتویٰ ہے۔

اس کی ایک واضح نظیر یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پہلے قرآن کریم کو کسی بھی رسم الخط میں لکھنا جائز تھا، لیکن حضرت عثمانؓ نے ایک شدید فتنہ کے سد باب کے لیے پوری امت کو ایک رسم الخط پر جمع کر دیا اور دوسرے رسم الخط پر لکھنا ناجائز قرار دے دیا، جس پر امت کا اجماع منعقد ہو گیا،[1] اس کے بارے میں کوئی اعتراض نہیں کرسکتا کہ ایک غیر واجب کو واجب کیسے قرار دیا گیا، بالکل یہی معاملہ تقلید شخصی کا بھی ہے کہ ایک عظیم فتنہ کے سد باب کے لیے اس کو واجب قرار دیا گیا ہے۔

---

(۱)مناهل العرفان للزرقاني، المبحث العاشر، رسم المصحف ۱/ ۳۷۷، ونصه: بقي الرسم العثماني محترما متبعا في كتابة المصاحف لا يمس استقلاله ولا يباح حماه... وإجماع الصحابة ... ثم إجماع الأمة عليه بعد ذلك في عهد التابعين والائمة المجتهدين». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

تقلید کے مختلف درجات:

یہاں تک تو مطلقاً تقلید کا اثبات تھا، البتہ مقلد کی علمی صلاحیت کے لحاظ سے تقلید کے مختلف درجات ہوتے ہیں، ان درجات کو نہ سمجھنے کی بناء پر بعض اوقات افراط وتفریط ہوجاتی ہے اور غیر مقلدین کے بیشتر اعتراضات اسی فرقِ مراتب کو نہ پہچاننے کا نتیجہ ہیں، چنانچہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ تقلید کے چار درجات ہیں، جن کے احکام جدا جدا ہیں:

۱) عوام کی تقلید:

سب سے پہلا درجہ عوام کی تقلید کا ہے، عوام سے ہماری مراد تین قسم کے لوگ ہیں: ایک تو وہ لوگ جو عربی و اسلامی علوم سے بالکل واقف نہیں، خواہ کسی دوسرے فن میں وہ کتنے ہی ماہر ہوں، دوسرے وہ لوگ جو عربی زبان سے اچھی طرح واقف ہیں، لیکن اسلامی علوم کو انہوں نے باقاعدہ نہیں پڑھا، تیسرے وہ لوگ جو رسمی طور پر فارغ التحصیل ہیں، لیکن اسلامی علوم میں بصیرت اور تبحر اور مہارت ان کو حاصل نہیں: ان تینوں کا حکم یہ ہے کہ ان پر ہر حال میں تقلید ہی واجب ہے اور اپنے امام یا مفتی کے قول سے خروج جائز نہیں، خواہ اس کا کوئی قول ان کو بظاہر حدیث کے خلاف ہی معلوم ہوتا ہو، بظاہر یہ بات عجیب سی معلوم ہوتی ہے کہ انسان کے سامنے ایک حدیث ہو اور وہ اس کو چھوڑ کر اپنے امام یا مفتی کے قول پر عمل کرے، لیکن جن عوام کی ہم بات کر رہے ہیں ان کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں، اس لیے کہ یہ لوگ قرآن وحدیث کے دلائل پر غور اور محاکمہ کے اہل نہیں، بسا اوقات قرآن وحدیث کے متبادر معنی کچھ ہوتے ہیں، لیکن دوسرے دلائل کی روشنی میں ان کا محمل کچھ اور ہوتا ہے، ایسی صورت میں اس قسم کے عوام کو اگر اس بات کی اجازت دے دی جائے کہ وہ کسی حدیث کو اپنے امام کے قول کے خلاف پائیں، تو قولِ امام کو ترک کردیں، تو اس کا نتیجہ بسا اوقات شدید گمراہی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

چنانچہ بے شمار لوگ اسی طریقہ سے گمراہ ہوئے، مثلاً: بعض لوگوں نے آیت قرآن: ''وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ''(۱) سے استدلال کرکے نماز میں استقبال قبلہ کی فرضیت ہی سے انکار کردیا، مثلاً: حدیث میں ''لا وضوء إلا من صوت أو ريح''(۲) ایک عام آدمی اس کے متبادر معنی پر عمل کرکے ائمہ کے قول کو چھوڑے گا تو باجماع گمراہ ہوگا، چنانچہ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں احتجام کرلے اور ''أفطر الحاجم والمحجوم''(۳) کی حدیث دیکھ کر روزہ توڑ دے تو اس پر کفارہ واجب ہے اور اگر کوئی مفتی اسے غلط مسئلہ بتادے کہ حجامت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس کی بناء پر وہ کھاپی لے تو اس پر کفارہ واجب نہیں اور اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں: ''لأن على العامي الاقتداء بالفقهاء لعدم الاهتداء في حقه إلى معرفة الأحاديث''۔(۴)

(۲) متبحّر عالم کی تقلید:

دوسرا درجہ متبحّر عالم کی تقلید کا ہے، متبحّر عالم سے ہماری مراد وہ شخص ہے جو درجۂ اجتہاد کو نہ پہنچا ہو، لیکن قرآن وسنت کے علوم میں اسے مہارت اور کافی بصیرت حاصل ہوگئی ہو اور کم از کم اپنے مذہب کے مسائل میں اس کو استحضار اور ملکہ پیدا ہوگیا ہو، ایسے شخص کی تقلید عوام کی تقلید سے مختلف ہوتی ہے، یعنی ایسا شخص مندرجہ ذیل امور میں ممتاز ہوتا ہے:

(۱) اپنے امام کے مذہب میں اگر ایک سے زائد اقوال ہوں، تو ان میں ترجیح یا تطبیق دینے کا اہل ہوتا ہے۔

(۲) جن مسائل میں امام سے کوئی صراحت منقول نہیں، ان میں امام کے اصول کے مطابق احکام مستنبط کرتا ہے۔

(۳) ابتلاء عام اور ضرورتِ شدیدہ کے مواقع پر بعض اوقات کسی دوسرے مجتہد کے قول پر فتویٰ دے دیتا ہے، جس کی شرائط اصولِ فتاویٰ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

---

(۱) البقرة-۲/۱۱۵.(ج)

(۲) أخرجه الترمذي، أبواب الطهارة، باب ما جاء في الوضوء من الريح، رقم: ۷۴.(ج)

(۳) المصدر السابق، أبواب الصوم، باب كراهية الحجامة للصائم، رقم. ۷۷۴.(ر)

(۴) الهداية للمرغيناني، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة ۱/۱۲۷.(ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

(۴) ایسے شخص کو اگر امام کا کوئی قول کسی صحیح اور صریح حدیث کے خلاف معلوم ہو اور اس کے معارض کوئی دوسری حدیث بھی نہ ہو اور امام کے قول پر اس کا شرحِ صدر نہ ہو سکے، تو ایسی صورت میں وہ امام کے قول کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کر لیتا ہے، مثلاً: مزارعت کے مسئلہ میں مشائخِ حنفیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو چھوڑ دیا ہے،(۱) اسی طرح اشربۂ اربعہ کے علاوہ دوسری شرابوں میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقدارِ مسکر سے کم پینا تقوّی کے لیے جائز ہے، لیکن مشائخِ حنفیہ نے صریح احادیث کی بناء پر ان کے قول کو ترک کر دیا ہے۔(۲)

(۳) مجتہد فی المذہب کی تقلید:

تقلید کا تیسرا درجہ مجتہد فی المذہب کی تقلید ہے، مجتہد فی المذہب اس شخص کو کہتے ہیں جو اجتہادِ مطلق کے منصب پر فائز نہ ہو، یعنی اصولِ استدلال خود وضع نہ کر سکتا ہو، لیکن اصولِ استدلال کی روشنی میں استنباطِ احکام پر قادر ہو، ایسا شخص اصول میں مقلد ہوتا ہے اور فروع میں مجتہد، جیسے: امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفرؒ اور شافعیہ میں امام ابوثور،(۳) مزنی رحمہما اللہ اور مالکیہ میں سحنون بن القاسمؒ اور حنابلہ میں خرقی(۴) اور ابو بکر

---

(۱) المصدر السابق، كتاب المزارعة ۴/۳۳۷، ونصه: «قال أبو حنيفة رحمه الله: المزارعة بالثلث والربع باطلة.... فقالا: هي جائزة... إلا أن الفتوى على قولهما لحاجة الناس إليها، ولظهور تعامل الأمة بها». (ج)

(۲) تكملة فتح الملهم لشيخ الإسلام مفتي محمد تقي العثماني، كتاب الأشربة، باب تحريم الخمر ۳/۵۰۶، ونصه: «ولذلك أفتى كثير من الحنفية بقول الجمهور في حق الحرمة، وبقول أبي حنيفة رحمه الله في جواز بيع غير الخمر وعدم وجوب الحد منه إلا إذا أسكر»، وفي الموسوعة الفقهية الكويتية، الأشربة، أنواع الأشربة المسكرة وحقيقة كل نوع، النوع الاول: الأشربة المتخذة من العنب ۵/۱۴، ونصه: «وأما نبيذ العنب والتمر فيحرم عند أبي حنيفة وأبي يوسف القدر المسكر منها خلافا لمحمد، وأما نبيذ العسل والتين والبر والشعير ونحو ذلك فمباح عند أبي حنيفة وأبي يوسف، بشرط ألا يشرب للهو أو طرب، وخالفهما محمد، ورأيه هو المفتى به عند الحنفية». (ج)

(۳) آپ کا پورا نام أبو ثور إبراهيم بن خالد بن أبي اليمان الكلبي ہے، (۱۷۰-۲۴۰ھ=۷۸۶-۸۶۰م) اپنے زمانے کے فقہاء، ائمہ اور علماء میں شمار ہوتے تھے، آپ امام شافعی اور وکیع بن الجراح رحمہما اللہ کے شاگرد ہیں، آپ نے کئی کتابیں لکھیں، جن میں "كتاب ذكر فيه اختلاف مالك والشافعي" مشہور ہے۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۱۲/۷۲). (ج)

(۴) آپ کا پورا نام أبو القاسم عمر بن حسين بن عبد الله البغدادي ہے، (۰۰۰-۳۳۴ھ=۰۰۰-۹۴۵م) علامہ، فقیہ اور حنابلہ کے کبار علماء میں سے ہیں، آپ نے اپنے والد محترم سے کسبِ علم کیا، آپ کی تصنیفات میں فقۂ حنبلی کی مشہور کتاب "المختصر" شامل ہے۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۱۱/۵۴۲). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

الاثرم رحمہا اللہ وغیرہ۔

(۴) مجتہدِ مطلق کی تقلید:

تقلید کا سب سے آخری درجہ مجتہد مطلق کو بھی اختیار کرنا پڑتا ہے، وہ اگرچہ بذاتِ خود مجتہد ہوتا ہے لیکن بعض جگہ اس کو بھی تقلید کرنی پڑتی ہے، یعنی ان مقامات پر جہاں قرآن میں کوئی صراحت موجود نہ ہو، وہاں ائمۂ مجتہدین عموماً ایسا کرتے ہیں کہ اپنے قیاس اور اپنی رائے پر عمل کرنے کے بجائے اپنے اسلاف میں سے کسی کا قول اختیار کر لیتے ہیں، مثلاً: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ عموماً ابراہیم نخعیؒ کی پیروی کرتے ہیں، امام شافعیؒ اکثر ابن جریجؒ کے قول پر عمل کرتے ہیں، امام مالکؒ فقہائے مدینہ میں سے کسی کا اتباع کرتے ہیں۔[1]

(۱) تقلید کے مختلف درجات کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہوں: "عقد الجید في أحکام الاجتهاد والتقلید" و "حجة الله البالغة" للشاہ ولي الله الدهلوي". (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

تقلید پر کیے جانے والے اعتراضات وجوابات:

پہلا اعتراض وجواب:

بعض حضرات تقلید کو اس آیت پر چسپاں کرتے ہیں: "وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا"۔[1]

اس کا جواب بالکل ظاہر ہے، اول تو اس لیے کہ قرآن کریم نے اس آیت میں جس تقلید کی مذمت کی ہے، وہ ایمانیات میں تھی اور یہ پیچھے بتایا جاچکا ہے کہ ایمانیات اور قطعیات تقلید کا محل نہیں، دوسرے وہ "مَا أَنْزَلَ اللهُ" سے صراحۃً اعراض کرکے اپنے آباء کے عمل کو اس کے مقابلہ میں حجت کے طور پر پیش کرتے تھے اور مقلدین ائمہ "مَا أَنْزَلَ اللهُ" سے اعراض نہیں کرتے، بلکہ اس کی تشریح کے لیے مجتہد کے قول پر اعتماد کرتے ہیں اور مجتہد کے قول کو مستقل حجت نہیں سمجھتے۔

چنانچہ ابن امیر الحاج وغیرہ نے تقلید کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: "العمل بقول من ليس قوله إحدى الحجج بلا حجة"،[2] تیسرے قرآن کریم نے تقلیدِ آباء کے ممنوع ہونے کی علت بھی آگے بتادی ہے، یعنی "أَوَلَو كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ" اس سے معلوم ہوا کہ اصل علت ان کا غیر عاقل اور غیر مہتدی ہونا ہے اور ائمۂ اربعہ کے بارے میں خود غیر مقلد بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ عاقل اور مہتدی تھے۔

دوسرا اعتراض وجواب:

"جامع الترمذی" میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

---

(۱) البقرة- ۱۷۰/۲. (ج)

(۲) التقرير والتحبير لابن أمير الحاج، المقدمة، الأمر الثالث ۴۳/۱. (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

آیتِ قرآنی: "اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللهِ"(۱) کی تفسیر میں ارشاد فرمایا: "أما إنهم لم يكونوا يعبدونهم، ولكنهم كانوا إذا أحلوا لهم شيئا استحلوه، وإذا حرموا عليهم شيئا حرموه"۔(۲)

اس کا جواب بھی یہ ہے کہ اہلِ کتاب اپنے علماء کو محض شارح نہیں بلکہ شارع اور قانون ساز قرار دیتے تھے، چنانچہ آج بھی رومن کیتھولک عیسائیوں کی کتابوں میں یہ تصریحات موجود ہیں کہ پوپ کو قانون سازی اور شریعت سازی کا مکمل اختیار ہے، نیز یہ کہ وہ شریعت کے بارے میں جب کوئی قانون نافذ کرتا ہے تو معصوم عن الخطأ ہوتا ہے، اس کے برخلاف ائمۂ مجتہدین کو نہ کوئی شخص معصوم قرار دیتا ہے اور نہ ان کو شارع قرار دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ متبحر علماء بعض اوقات ان کے قول کو ترک بھی کر دیتے ہیں، کما مرّ۔

تیسرا اعتراض وجواب:

بعض لوگ تقلید کے خلاف یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے: "وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ"،(۳) جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم بالکل آسان ہے، لہٰذا اس کے احکام سمجھنے کے لیے کسی مجتہد کی تقلید کی ضرورت نہیں۔

اس کا جواب بالکل واضح ہے اور وہ یہ کہ آیاتِ قرآنی دو قسم کی ہیں: ایک وہ جو احکام پر مشتمل ہیں اور دوسری وہ جن کا مقصد نصیحت اور عبرت ہے۔ دوسری قسم کی آیات بالکل آسان ہیں اور ہر شخص ان سے نصیحت حاصل کر سکتا ہے، لہٰذا مذکورہ آیت میں اسی دوسری قسم کا بیان ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ وہاں قرآن کریم نے خود "لِلذِّكْرِ" کی قید لگا رکھی ہے اور آگے بھی "فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ" فرمایا ہے "فهل من مستنبط" نہیں۔

مسئلہ تقلید سے متعلق مفید کتابیں:

یہاں اس قدر بحث کافی ہے، اس مسئلہ کی مزید تفصیل وتحقیق کے لیے مندرجہ ذیل کتب کی مراجعت مفید ہوگی:

---

(۱) التوبة-۹/۳۱.(ج)

(۲) أخرجه الترمذي، أبواب تفسير القرآن، باب ومن سورة التوبة، رقم: ۳۰۹۵.(ج)

(۳) القمر-۵۴/۱۷.(ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

(۱)"الاقتصاد في التقليد والاجتهاد"، مؤلفہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ۔(۱)

(۲)"خير التنقيد في سير التقليد"، مؤلفہ حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ۔

(۳)"إنهاء السكن" جلد دوم، مؤلفہ حضرت مولانا حبیب احمد صاحب کیرانویؒ۔

(۴)"سبیل الرشاد"، مؤلفہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحبؒ۔

(۵)"تقلیدِ شخصی"، مؤلفہ مولانا مفتی محمد شفیع(۲) صاحب نور اللہ مرقدہ۔

(۶) اور اس موضوع کے اہم مباحث کا خلاصہ نسبۃً زیادہ تفصیل وتحقیق کے ساتھ احقر نے بھی ایک کتاب کی شکل میں مرتب کردیا ہے جو "تقلید کی شرعی حیثیت" کے نام سے مکتبۂ دار العلوم کراچی سے طبع ہوچکی ہے۔ واللہ أعلم.

---

(۱) آپ کا پورا نام مولانا أشرف علي بن عبد الحق التهانوي ہے، (۱۲۸۰-۱۳۶۲ھ=۱۸۶۳-۱۹۴۳م) تھانہ بھون انڈیا میں پیدا ہوئے، حکیم الامت کے لقب سے مشہور ہوئے، آپ شیخ الہند مولانا محمود الحسن اور مولانا یعقوب رحمہا اللہ وغیرہ کے مایۂ ناز شاگردوں میں سے ہیں، آپ کی تصانیف میں "تفسیر بیان القرآن"، "بہشتی زیور" اور "نشر الطیب" وغیرہ شامل ہیں۔ (نزهة الخواطر لعبد الحي الحسني، الطبقة الرابعة عشرة في أعيان القرن الرابع عشر ۱۱۸۷/۸، ۱۱۸۸).(ج)

(۲) آپ کا پورا نام مفتي محمد شفيع عثماني بن مولانا محمد ياسين ہے، (۱۳۱۴-۱۳۹۶ھ=۱۸۹۶-۱۹۷۶م) مفسر، محدث اور فقیہ تھے، آپ کے شیوخ میں علامہ انور شاہ کشمیری، مفتی عزیز الرحمٰن اور علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہم اللہ شامل ہیں۔ آپ ۲۶ سال تک دار العلوم دیوبند میں مدرس رہے، تقسیم ہند کے بعد پاکستان ہجرت کرکے کراچی میں "دار العلوم کراچی" کے نام سے ادارہ قائم کیا، آپ کی کئی تصانیف ہیں، جن میں تفسیر "معارف القرآن" کو عالمگیر شہرت حاصل ہوئی۔ (معجم المؤلفين لعمر رضا كحالة ۲۴۹/۳).(ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

صحاح ستہ کے مناہج اور شروط:

یوں تو حدیث کی بے شمار کتب لکھی گئیں ہیں لیکن ان میں سے چھ کتابوں کو مأخذ کی حیثیت حاصل ہے، جنہیں "الأمهات الستة" یا "الأصول الستة" یا "صحاح ستہ" کہا جاتا ہے۔[1]

"صحاح ستہ" کے نام سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں ہر حدیث صحیح ہے اور بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے علاوہ کوئی حدیث صحیح نہیں، لیکن یہ دونوں باتیں غلط ہیں، واقعہ یہ ہے کہ نہ "صحاح ستہ" کی ہر حدیث صحیح ہے[2] اور نہ ان سے باہر کی ہر حدیث ضعیف ہے،[3] بلکہ "صحاح ستہ" کی اصطلاح کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ان چھ کتابوں کو پڑھ لے، اس کے سامنے اصولِ دین سے متعلق صحیح روایات کا ایک بڑا ذخیرہ آجاتا ہے، جو دین کے معاملات میں کافی ہے۔

شروع میں "صحاح خمسہ" کی اصطلاح مشہور ہوئی اور "ابن ماجه" کو "صحاح" میں شامل نہیں کیا گیا،[4] چنانچہ اسی بناء پر امام ابوبکر حازمی رحمہ اللہ نے "شروط الأئمة الخمسة" تالیف فرمائی[5] اور اسی

---

(۱) الحطة في ذكر الصحاح الستة للشيخ نواب صديق حسن خان، الباب الرابع في ذكر الأمهات الست إلخ، الفصل السابع في ذكر ابن ماجه إلخ، ص: ۲۲۰، ونصه: «قال الشيخ عبد الحق الدهلوي... الكتب الإسلامية التي يقال لها الأصول الستة والكتب الستة والصحاح الستة، قلت: والأمهات الست». (ج)

(۲) معرفة أنواع علوم الحديث لابن الصلاح، النوع الثاني، ص: ۴۰، ونصه: «وذكر الحافظ أبو الطاهر السلفي الكتب الخمسة، وقال: اتفق على صحتها علماء الشرق والغرب، وهذا تساهل؛ لأن فيها ما صرحوا بكونه ضعيفا أو منكرا أو نحو ذلك من أوصاف الضعيف». (ج)

(۳) الباعث الحثيث لابن كثير، النوع الأول، ص: ۸۳-۸۷ ونصه: «ثم إن البخاري ومسلما لم يلتزما بإخراج جميع ما يحكم بصحته من الأحاديث... وقد خرجت كتب كثيرة على الصحيحين يوجد فيها زيادات مفيدة، وأسانيد جيدة كصحيح أبي عوانة إلخ». (ج)

(۴) معرفة أنواع علوم الحديث لابن الصلاح، النوع الثاني، ص: ۳۷، ونصه: «كتب المسانيد غير ملتحقة بالكتب الخمسة التي هي: الصحيحان، وسنن أبي داود، وسنن النسائي، وجامع الترمذي». (ج)

(۵) شروط الأئمة الخمسة للحازمي، ص: ۱۱، ۱۲، ونصه: «أذكر لك شروط الأئمة الخمسة في كتبهم... أبي عبد الله محمد بن إسمعيل... وأبي الحسين مسلم بن الحجاج... وأبي داود... وأبي عيسى... وأبي عبد الرحمن أحمد بن شعيب». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

وجہ سے علامہ ابن اثیر جزریؒ نے "جامع الأصول" میں "ابن ماجه" کو شامل نہیں کیا، (۱) لیکن بعد میں اکثر حضرات نے "ابن ماجه" کو اس کی حسن ترتیب کی بناء پر "صحاح ستہ" میں شامل کیا۔ (۲)

بعض حضرات نے "ابن ماجه" کی بجائے "موطأ إمام مالك" کو اور بعض نے "سنن الدارمي" کو "صحاح ستہ" میں داخل کیا، لیکن بالآخر مقبولیت "ابن ماجه" ہی کو حاصل ہوئی، چنانچہ اب "صحاح ستہ" میں صرف اسی کو شامل سمجھا جاتا ہے۔ (۳)

مناہج صحاح ستہ:

امام بخاریؒ:

امام بخاریؒ کا مقصدِ تالیف یہ ہے کہ وہ صحیح احادیث سے فقہی احکام، عقائد، سِیَر اور تفسیر کا استنباط کریں، وہ کسی حدیث سے جو حکم مستنبط کرتے ہیں اس کو "ترجمۃ الباب" میں ذکر کر دیتے ہیں، بعض مرتبہ ان کا استنباط اتنا دقیق ہوتا ہے کہ حدیث اور "ترجمۃ الباب" میں مطابقت معلوم نہیں ہوتی اور اسی بناء پر وہ بکثرت ایسا کرتے ہیں کہ ایک طویل حدیث کے مختلف ٹکڑے کر کے مختلف تراجم کے تحت ذکر کرتے ہیں، نیز ان کے یہاں حدیث کے تمام طرق یکجا نہیں ہوتے، بلکہ مختلف ابواب میں منتشر ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ "بخاري" سے کسی حدیث کا تلاش کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ (۴)

---

(۱) كشف الظنون لحاجي خليفة، باب الكاف، الكتب الستة ۲/ ۱۴۷۳، ونصه: «جعل صاحب جامع الأصول الموطأ من الكتب الستة، دون سنن ابن ماجه». (ج)

(۲) المصدر السابق، ونصه: «الكتب الستة في الحديث... وأول من ضم ابن ماجه إليها ابن طاهر المقدسي فلم يقلد في ذلك فلما صح ضمه الشيخ عبد الغني إليها في كتابه "الكمال" وتابعه الناس، فاتفق الفقهاء، والمحدثون الأعلام على قبولها... وقال شمس الدين بن الجزري في سنن ابن ماجه: وهو سادس الكتب الستة عند أئمة الحديث». (ج)

(۳) توجيه النظر للجزائرى، المبحث، الفائدة الثانية ۱/ ۲۷۲، ونصه: «وقد أضاف بعضهم إلى الكتب الخمسة كتاب ابن ماجه فجعلها بذلك ست... قال بعضهم: ينبغي أن يجعل السادس كتاب الدارمي... وقد جعل بعض العلماء كرزين السرقسطي السادس الموطأ». (ج)

(۴) هدي الساري لابن حجر العسقلاني، الفصل الثاني في بيان موضوعه إلخ، ص: ۸، ونصه: «قال الشيخ محيي الدين نفع الله به: ليس مقصود البخاري الاقتصار على الأحاديث فقط بل مراده الاستنباط منها والاستدلال لأبواب أرادها». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

امام مسلمؒ:

اس کے برخلاف امام مسلمؒ کا مقصدِ تالیف یہ ہے کہ ایک موضوع کی حدیث کو اُس کے تمام طُرقِ صحیحہ کے ساتھ مرتب شکل میں جمع کر دیا جائے، چنانچہ ان کی کتاب میں ایک موضوع کی احادیث ایک ہی جگہ مل جاتی ہیں، استنباطِ احکام سے ان کی کوئی غرض متعلق نہیں، یہی وجہ ہے کہ اپنی کتاب کے تراجمِ ابواب بھی انہوں نے خود قائم نہیں کیے، بلکہ بعد کے لوگوں نے بڑھائے ہیں، حسنِ ترتیب کے لحاظ سے امام مسلمؒ کی کتاب بے نظیر ہے اور اس میں حدیث تلاش کرنا بہت آسان ہے۔

امام نسائیؒ:

امام نسائیؒ کا مقصدِ تالیف زیادہ تر عللِ اسانید بیان کرنا ہے، چنانچہ ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ عموماً ہر باب کے شروع میں وہ حدیث لاتے ہیں جس میں ان کے نزدیک کوئی علت ہوتی ہے، ان کی علتیں بیان کر کے بعد میں وہ حدیث لاتے ہیں جو ان کے نزدیک صحیح ہو، ساتھ ہی ان کی تھوڑی سی توجہ استنباطِ احکام کی طرف بھی رہتی ہے، چنانچہ ان کے تراجمِ ابواب اپنی دقتِ نظر کے اعتبار سے "بخاري" کے بعد دوسرے نمبر پر ہیں۔

امام ابوداوٗدؒ:

امام ابوداوٗد رحمہ اللہ کا مقصدِ تالیف ان احادیث کو جمع کرنا ہے جن سے کسی فقیہ نے کسی بھی فقہی مسئلہ پر استدلال کیا اور وہ ایسی احادیث کو ان کے تمام طُرق کے ساتھ یکجا ذکر کر دیتے ہیں، اس لحاظ سے ان کا طریقہ امام مسلمؒ کے مشابہ ہے، لیکن چونکہ وہ تمام فقہاء کے مستدلات ذکر کرتے ہیں، اس لیے وہ امام مسلمؒ کی طرح صحیح احادیث کی پابندی نہیں کر سکے، بلکہ ان کی کتاب میں حسن اور ضعیف احادیث بھی آ گئی ہیں، البتہ وہ ضعیف اور مضطرب احادیث پر کلام کرنے کے بھی عادی ہیں، بشرطیکہ ضعف زیادہ ہو، چنانچہ جس حدیث پر وہ سکوت کریں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حدیث ان کے نزدیک قابلِ استدلال ہے، البتہ بعض مرتبہ اگر ضعف ضعیف ہو، تو وہ اسے نظر انداز کر دیتے ہیں اور اس پر کلام نہیں کرتے اور امام ابوداوٗدؒ، امام نسائیؒ کے برعکس باب کا آغاز اس روایت سے کرتے ہیں، جو ان کے نزدیک "أصح ما في الباب" ہوتی ہے، پھر بعد میں وہ روایت ذکر کرتے ہیں، جو ان کے نزدیک مرجوح ہوتی ہے۔

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

امام ترمذیؒ:

امام ترمذیؒ نے نسائیؒ اور امام ابوداؤد کے طریقوں کو جمع کیا ہے، ان کا مقصدِ تالیف ہر فقیہ کے مستدل کو جداگانہ باب میں ذکر کرنا ہے، لیکن وہ ایک موضوع کی احادیث کا استیعاب نہیں کرتے، بلکہ ہر باب میں عموماً صرف ایک حدیث لاتے ہیں اور حدیث بھی حتی الامکان وہ منتخب کرتے ہیں جو دوسرے ائمہ نے تخریج نہیں کی اور اس موضوع کی باقی احادیث کی طرف "وفي الباب عن فلان و فلان" کہہ کر اشارہ کردیتے ہیں اور وہ امام نسائیؒ کی طرح اسناد کی علتوں پر بھی تنبیہ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ مذاہبِ فقہاء صراحت سے بیان کرتے ہیں، ترمذیؒ کی مزید خصوصیات کا بیان مستقلاً آئے گا۔(۱)

امام ابن ماجہؒ:

امام ابن ماجہؒ کا طریقہ امام ابوداؤدؒ کے مشابہ ہے، فرق یہ ہے کہ ان کے یہاں صحت یا حسن کا وہ اہتمام نہیں جو امام ابوداؤدؒ کے یہاں ہے۔

شروط صحاح ستہ:

یہ تو "صحاح ستہ" کی اغراضِ تالیف تھیں، اب دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ "صحاح ستہ" کی شروط کیا ہیں؟ یعنی ان حضرات نے کسی حدیث کو اپنی کتاب میں درج کرنے کے لیے کیا شرائط پیش نظر رکھی ہیں، یہ ایک بڑا مشکل سوال ہے؛ کیونکہ ان حضرات نے کہیں ان شرائط کو صراحت کے ساتھ بیان نہیں فرمایا، البتہ بعد کے علماء نے ان کی کتابوں کو چھاننے کے بعد ان کے طرزِ عمل سے ان شرائط کا استنباط کیا ہے اور اس مسئلہ پر بحث کی

---

(۱)تعليقات شروط الأئمة الخمسة للكوثري، ص: ۱۶۹، ونصه:«وأما فرق ما بين الخمسة من القصد فغرض البخاري تخريج الأحاديث الصحيحة المتصلة، واستنباط الفقه والسيرة والتفسير... فتقطعت عليه متون الأحاديث وطرقها في أبواب كتابه، وقصد مسلم تجريدَ الصحاح بدون تعرض للاستنباط، فجمع طرق كل حديث في موضع واحد... وهمة أبي داود جمع الأحاديث التي استدل بها فقهاء الأمصار، وبنوا عليها الأحكام، فصنف سننه وجمع فيها الصحيح والحسن واللين والصالح للعمل... وملمح الترمذي الجمع بين الطريقتين، فكأنه استحسن طريقة الشيخين حيث بيّنا وما أبهما، وطريقة أبي داود حيث جمع كل ماذهب إليه ذاهب إلخ». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ہے۔(۱)

اس موضوع پر دو رسائل معروف اور متداول ہیں، امام ابوبکر حازمیؒ کی "شروط الأئمة الخمسة" اور حافظ ابو الفضل مقدسیؒ کی "شروط الأئمة الستة"، علامہ زاہد الکوثریؒ نے یہ دونوں رسالے اپنی تعلیقات کے ساتھ شائع کر دیئے ہیں،(۲) ان رسائل میں اس موضوع پر مفصل بحث کی گئی ہے، جن کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے۔

امام بخاریؒ کے شرائط:

سب سے سخت شرائط امام بخاریؒ کی ہیں، ان کی بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ صرف وہ حدیث لاتے ہیں، جو صحیح کی شرائط پر پوری اترتی ہو اور وہ رُواۃ کے طبقاتِ خمسہ میں سے صرف پہلے طبقہ کی احادیث مستقلاً ذکر کرتے ہیں اور دوسرے طبقہ کی احادیث کبھی کبھی محض استشہاداً لے آتے ہیں۔(۳)

امام حاکم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ امام بخاریؒ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ حدیث غریب نہ ہو، یعنی ہر طبقہ میں اس کے راوی کم از کم دو رہیں، لیکن حافظ مقدسی اور امام حازمی دونوں نے اس خیال کی سختی سے تردید کی ہے،(۴) کیونکہ "صحيح البخاري" میں بہت سی احادیثِ غریبہ موجود ہیں، بلکہ بخاریؒ کی سب سے

---

(۱) شروط الأئمة الستة للمقدسي (في ضمن ثلاث رسائل)، شروط البخاري ومسلم، ص: ۸۵، ونصه: «اعلم أن البخاري ومسلما ومن ذكرنا بعدهم لم ينقل عن واحد منهم أنه قال: شرطت أن أخرج في كتابي ما يكون على الشرط الفلاني، وإنما يعرف ذلك من سبر كتبهم فيعلم بذلك شرط كل رجل منهم». (ج)

(۲) ان دونوں رسالوں پر علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ ہی کے مایہ ناز شاگرد شیخ عبد الفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ نے مزید حواشی وتعلیقات لگا کر ان رسالوں کو اور بھی نفع بخش بنا دیا ہے۔ (ج)

(۳) شروط الأئمة الخمسة للحازمي (في ضمن ثلاث رسائل)، ص: ۱۵۱، ونصه: «فمن كان في طبقة الأولى فهو الغاية في الصحة، وهو غاية مقصد البخاري». (ج)

(۴) شروط الأئمة الستة للمقدسي (في ضمن ثلاث رسائل)، نقد كلام الحاكم فيما قدره شرطا للبخاري إلخ، ص: ۹۶، ونصه: «قال السائل: فإن الحاكم أبا عبد الله النيسابوري الحافظ ذكر في كتاب "المدخل إلى معرفة كتاب الإكليل" شرطا على غير هذا النحو. قلت: نعم أخبرناه أبو بكر أحمد بن علي الأديب الشيرازي بنيسابور قال: قال أبو عبد الله محمد بن عبد الله الحافظ: القسم الأول من المتفق عليها اختيار البخاري ومسلم وهو الدرجة الأولى من الصحيح، ومثاله: الحديث الذي يرويه الصحابي المشهور عن رسول الله ﷺ له راويان ثقتان... (الجواب) أن البخاري ومسلما لم يشترطا هذا الشرط ولا نقل عن واحد منهما أنه قال ذلك، =

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

پہلی حدیث "إنما الأعمال بالنیات" بھی غریب ہے، کیونکہ حضرت عمرؓ سے لے کر یحیٰ بن سعید انصاری تک اس کے تمام رُواۃ متفرد ہیں، اسی طرح "بخاري" کی آخری حدیث "کلمتان حبیبتان إلی الرحمن إلخ" بھی غریب ہے۔(۱)

حافظ مقدسیؒ نے ایک شرط امام بخاریؒ کی یہ بیان کی ہے کہ وہ صرف ان راویوں کی روایات لاتے ہیں، جن کے ثقہ ہونے پر پوری امت کا اتفاق ہو۔(۲)

لیکن یہ بات بھی درست نہیں، چنانچہ امام حازمیؒ نے اس کی بھی تردید کی ہے،(۳) بلکہ واقعہ یہ ہے کہ "بخاري" میں اسی (۸۰) راوی ایسے ہیں، جن کے اوپر کسی نہ کسی نے کلام کیا ہے، خاص طور پر امام نسائیؒ نے، مثلاً اسماعیل بن ابی اویس پر امام نسائی نے(۴) اور خالد بن مخلد القطوانی پر امام ابوداود اور امام احمد بن حنبل نے کلام کیا ہے،(۵) ہاں یہ درست ہے کہ یہ جرح امام بخاریؒ کی نگاہ میں درست نہیں، یا درست تھی لیکن امام بخاریؒ

= والحاكم قدّر هذا التقدير وشرط لهما هذا الشرط على ما ظنّ»، وفي شروط الأئمة الخمسة للحازمي (في ضمن ثلاث رسائل)، ص: ۱۲۹، ونصه: «وأما قول الحاكم في القسم الأول: إن اختيار البخاري ومسلم إخراج الحديث عن عدلين عن عدلين إلى النبي ﷺ، فهذا غير صحيح طردا وعكسا». (ج)

(۱) تعليقات شروط الأئمة الستة للشيخ عبد الفتاح أبي غدة، ص: ۱۲۹، ونصه: «بل أول حديث في البخاري أعني حديث "إنما الأعمال بالنيات" وآخر حديث فيه أعني حديث "كلمتان خفيفتان"، فردان غريبان باعتبار المخرج كما نصّ على ذلك الحافظ البرهان البقاعي وغيره». (ج)

(۲) شروط الأئمة الستة للمقدسي (في ضمن ثلاث رسائل)، شروط البخاري ومسلم، ص: ۸۶، ونصه: «واعلم أن شرط البخاري ومسلم أن يخرجا الحديث المتفق على ثقة نقلته إلى الصحابي المشهور من غير اختلاف بين الثقات الأثبات، ويكون إسناده متصلاً غير مقطوع». (ج)

(۳) شروط الأئمة الخمسة للحازمي (في ضمن ثلاث رسائل)، بحث يتعلق بترك البخاري إخراج كثير من الصحيح واعتذاره عن ذلك، ص: ۱۵۵، ونصه: «وقد يخرج البخاري أحيانا عن أعيان الطبقة الثانية ومسلم عن أعيان الطبقة الثالثة، وأبو داود عن مشاهير الطبقة الرابعة إلخ». (ج)

(۴) الضعفاء والمتروكون للنسائي، باب الهمزة، باب إسماعيل، ص: ۱۷، ونصه: «إسماعيل بن أبي أويس ضعيف». (ج)

(۵) العلل ومعرفة الرجال لأحمد رواية ابنه عبد الله ۲/۱۷، ونصه: «سألت أبي عن خالد بن مخلد فقال: له أحاديث مناكير»، وفي أحوال الرجال للجوزجاني، ص: ۱۳۱، ونصه: «وخالد بن مخلد كان شتاما معلنا بسوء مذهبه»، وفي سؤالات أبي عبيد الآجري أبا داود السجستاني في الجرح والتعديل لأبي داود، ص: ۱۰۳، ونصه: «سئل أبو داود عن خالد بن مخلد القطواني؟ فقال: صدوق، ولكنه يتشيع». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

نے ان سے صرف وہ احادیث لیں، جن میں سببِ جرح نہیں پایا جاتا تھا، جس کی تفصیل حاکم کے تساہل کے اسباب میں "نصب الرایۃ" کے حوالہ سے گذر چکی ہے۔

امام مسلمؒ کے شرائط:

امام مسلمؒ اگرچہ صحیح کا التزام کرتے ہیں، یعنی کسی حدیث کو اپنی کتاب میں درج کرنے کے لیے اس کی صحت لازمی قرار دیتے ہیں، لیکن ان کی شرائط امام بخاریؒ کے مقابلہ میں نرم ہیں، جو تین وجوہ سے واضح ہوسکیں گی:

(۱) امام بخاریؒ رُواۃ کے طبقاتِ خمسہ میں سے صرف پہلے طبقہ یعنی قوی الضبط کثیر الملازمہ کو لے کر آتے ہیں اور کبھی تائیداً دوسرے طبقہ کو بھی، ان کے مقابلہ میں امام مسلمؒ پہلے دو طبقوں کو بلاتکلف لاتے ہیں اور تیسرے طبقہ کو بھی تائید کے لیے لے آتے ہیں، کذا حققه الحازمي في "شروط الأئمة الخمسة"۔(۱)

(۲) امام مسلمؒ کے نزدیک حدیثِ معنعن کی صحت کے لیے راوی اور مروی عنہ کا محض معاصر ہونا اور ممکن اللقاء ہونا کافی ہے، ثبوتِ لقاء وسماع ضروری نہیں، جب کہ امام بخاریؒ ثبوتِ لقاء وسماع ضروری قرار دیتے ہیں۔(۲)

(۳) امام مسلم رحمہ اللہ تنقیدِ رواۃ کے معاملہ میں امام بخاریؒ سے نرم ہیں، چنانچہ انہوں نے ایسے بہت سے متکلم فیہ راویوں کی روایات ذکر کی ہیں، جو امام بخاریؒ نے چھوڑ دیئے ہیں، مثلاً: حماد بن سلمہ، حسن بن صالح،(۳) العلاء بن عبدالرحمٰن اور ابوالزبیر وغیرہ، اس کی وجہ حافظ مقدسیؒ نے یہ بیان کی ہے کہ امام مسلمؒ نے ان

---

(۱) شروط الأئمة الخمسة للحازمي (في ضمن ثلاث رسائل)، ص: ۱۵۱-۱۵۵، ونصه: «والطبقة الثانية... وكانوا في الاتقان دون الطبقة الأولى وهم شرط مسلم ... وقد يخرج البخاري أحيانا عن أعيان الطبقة الثانية ومسلم عن أعيان الطبقة الثالثة». (ج)

(۲) الباعث الحثيث لابن كثير، النوع الأول، ص: ۸۲، ونصه: «البخاري أرجح؛ لأنه اشترط في إخراجه الحديث في كتابه هذا أن يكون الراوي قد عاصر شيخه، وثبت عنده سماعه منه ولم يشترط مسلم الثاني، بل اكتفى بمجرد المعاصرة»، وفي توضيح الأفكار للصنعاني، مسألة في ذكر أول من صنف في جمع الصحيح ۱/ ۴۴، ونصه: «ثم قد ظهر المراد بالمعاصرة أنها التي يمكن معها السماع، ولا يكفي مطلقها». (ج)

(۳) آپ کا پورا نام حسن بن صالح بن حي الهمداني ہے، (۱۰۰-۱۶۷ھ=۷۱۸-۷۸۳م) فقیہ، عابد اور ثقہ راوی ہے، آپ نے سماک بن حرب رحمہ اللہ سے روایات لی ہیں۔ (العبر في خبر من غبر للذهبي ۱/ ۲۴۹). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

راویوں کے بارے میں اچھی طرح تحقیق کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ ان پر جرح درست نہیں ہے،(۱) بہر حال "صحیح مسلم" میں متکلم فیہ راویوں کی تعداد "صحیح البخاري" کے مقابلہ میں دو چند یعنی ایک سو ساٹھ ہے۔(۲)

پھر اس میں بھی کلام ہوا ہے کہ "صحیحین" کی تمام احادیث فی الواقعہ درست ہیں یا نہیں؟ امام دارقطنیؒ نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے، جس میں "صحیحین" کی احادیث پر تعقب کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ "صحیحین" کی دوسودس احادیث صحیح نہیں ہیں، جن میں سے بتیس (۳۲) احادیث متفق علیہ ہیں، اٹھتر (۷۸) صرف "بخاري" کی اور سو "مسلم" کی ہیں۔(۳)

اسی طرح امام طحاویؒ نے بھی "صحیحین" کی بعض احادیث پر کلام کیا ہے، مثلاً: تورّک کے باب میں حضرت ابوحُمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث کو امام طحاویؒ نے ضعیف بتایا ہے،(۴) حالانکہ وہ "صحیح

---

(۱) شروط الأئمة الستة للمقدسي (في ضمن ثلاث رسائل)، شروط البخاري ومسلم، ص:۸٦، ونصه: «أن مسلما أخرج أحاديث أقوام ترك البخاري حديثهم لشبهة وقعت في نفسه، أخرج مسلم أحاديثهم بإزالة الشبهة». (ج)

(۲) فتح الباري لابن حجر العسقلاني، المقدمة، الفصل الثاني في بيان موضوعه ۱/۱۱، ونصه: «أن الذين انفرد البخاري بالإخراج لهم دون مسلم أربع مائة وبضع وثلاثون رجلا المتكلم فيه بالضعف منهم ثمانون رجلا، والذين انفرد مسلم بالإخراج لهم دون البخاري ست مائة وعشرون رجلا المتكلم فيه بالضعف منهم مائة وستون رجلا». (ج)

(۳) المصدر السابق، الفصل الثامن في سياق الأحاديث ۱/۳۴٦، ونصه: «فصل قد استدرك جماعة على البخاري ومسلم أحاديث أخلا فيها بشرطهما، ونزلت عن درجة ما التزماه، وقد ألف الدارقطني في ذلك، ولأبي مسعود الدمشقي أيضا... وعدة ما اجتمع لنا من ذلك مما في كتاب البخاري وإن شاركه مسلم في بعضه مائة وعشرة أحاديث، منها ما وافقه مسلم على تخريجه، وهو اثنان وثلاثون حديثا، ومنها ما انفرد بتخريجه وهو ثمانية وسبعون حديثا». (ج)

(۴) شرح معاني الآثار للطحاوي، كتاب الصلاة، باب صفة الجلوس في الصلاة إلخ، رقم: ۱۵۴۸، ونصه: «فهذا أصل حديث أبي حميد هذا ليس فيه ذكر القعود إلا على مثل ما في حديث وائل والذي رواه محمد بن عمرو، فغير معروف، ولا متصل عندنا عن أبي حميد؛ لأن في حديثه أنه حضر أبا حميد وأبا قتادة، ووفاة أبي قتادة قبل ذلك بدهر طويل؛ لأنه قتل مع علي رضي الله عنهما، وصلى عليه علي رضي الله عنه، فأين سن محمد بن عمرو بن عطاء من هذا»، وكذا في فيض الباري للكشميري، كتاب الصلاة، باب سنة الجلوس في التشهد، تحت الرقم: ۸۲۸. (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

البخاري" میں موجود ہے،[۱] نیز حافظ عبد القادر القرشیؒ نے اپنی کتاب طبقات میں اس کلیہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے کہ "صحیحین" کی ہر حدیث صحیح ہے۔[۲]

لیکن حافظ ابن حجرؒ نے "هدي الساري مقدمة فتح الباري" میں دار قطنیؒ کے ایک ایک اعتراض کا مفصل جواب دے کر ان تمام احادیث کو صحیح ثابت کیا ہے، جو "بخاري" میں آئی ہیں،[۳] دوسرے حضرات محدثین کا رجحان بھی اسی طرف ہے کہ "صحیحین" کی ہر حدیث صحیح ہے، البتہ اتنا ضرور ہے کہ امام دار قطنیؒ کے ان احادیث پر کلام کرنے کی وجہ سے یہ احادیث متکلم فیہ ہو گئیں۔

بقیہ صحاح کے شرائط:

"صحاح ستہ" کے باقی ائمہ کی شرائط وہی ہیں، جو رواۃ کے طبقاتِ خمسہ کے بیان میں گذریں، چنانچہ رجال کے بارے میں "نسائي" "أبو داود" سے، "أبو داود" "ترمذي" سے، "ترمذي" "ابن ماجه" سے زیادہ سخت ہیں۔

---

(۱) صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب سنة الجلوس في التشهد، رقم: ۸۲۸، ونصه: «فقال أبو حميد الساعدي: أنا كنت أحفظكم لصلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم... وإذا جلس في الركعة الآخرة قدم رجله اليسرى، ونصب الأخرى وقعد على مقعدته». (ج)

(۲) الجواهر المضية في طبقات الحنفية لعبد القادر القرشي، حرف اللام ۱/۴۲۸، ونصه: «وما يقوله الناس أن من روى له الشيخان فقد جاوز القنطرة هذا أيضا من التجوه ولا يقوى». (ج)

(۳) هدي الساري لابن حجر العسقلاني، الفصل الثامن، ص: ۳۴۶، ونصه: «الفصل الثامن في سياق الأحاديث التي انتقدها عليه حافظ عصره أبو الحسن الدارقطني وغيره من النقاد، وإيرادها حديثا حديثا على سياق الكتاب وسياق ما حضر من الجواب عن ذلك إلخ». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

امام ترمذیؒ:

امام ترمذیؒ کا پورا نام محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ ہے، کنیت ابو عیسیٰ اور وطن کی نسبت "بوغي" اور "ترمذي" ہے، علامہ بقاعیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کے آباء واجداد شہر "مرو" کے باشندے تھے، پھر خراسان کے شہر "ترمذ" میں منتقل ہو گئے، جو دریائے جیحون کے کنارے ایک مشہور شہر تھا، اس شہر سے بڑے بڑے علماء ومحدثین پیدا ہوئے، اس لیے اس کو "مدينة الرجال" کہا جاتا تھا۔ اس شہر کے چند فرسخ کے فاصلہ پر "بوغ" نامی قصبہ آباد تھا، امام ترمذیؒ اسی قصبہ میں پیدا ہوئے اسی لیے ان کو "بوغي" بھی کہتے ہیں اور "ترمذي" بھی، لیکن چونکہ بوغ، ترمذ کے مضافات میں واقع تھا، اس لیے "ترمذي" کی نسبت زیادہ مشہور ہوئی۔ (۱)

لفظ "ترمذ" کے ضبط میں مختلف اقوال:

(۱) ضمّ الأول والثالث يعني تُرْمُذْ (۲) فتح الأول وكسر الثالث تَرْمِذْ (۳) فتحهما يعني تَرْمَذْ (۴) كسرهما يعني تِرْمِذْ اور یہ آخری قول زیادہ معروف ومقبول ہے۔ (۲)

---

(۱) وفيات الأعيان لابن خلكان، حرف الميم، الترمذي، ۲۷۸/۴، ونصه: «أبو عيسى محمد بن عيسى بن سورة بن موسى الضحاك السلمي الضرير البوغي الترمذي الحافظ المشهور أحد الأئمة الذين يقتدى بهم في علم الحديث... توفي بقرية بوغ في سنة خمس وسبعين ومائتين... وبوغ: بضم الباء الموحدة وسكون الواو وبعدها غين معجمة، وهي قرية من قرى ترمذ على ستة فراسخ منها»، وفي سؤالات الترمذي للبخاري حول أحاديث في جامع الترمذي ليوسف بن محمد الدخيل، مقدمة ۱۵۲/۱، ونصه: «وإن إدراكاً لزمن الترمذي "القرن الثالث الهجري" نجده من أزهى عصور العلم وأبهجها... حتى إنه كان يطلق على بلدته تلك "مدينة الرجال" لما أنجبته من العلماء العظام في شتى العلوم والفنون». (ج)

(۲) اللباب في تهذيب الأنساب لابن الأثير الجزري، حرف التاء، باب التاء والراء ۲۱۳/۱، ونصه: =

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

تاریخ پیدائش و وفات:

امام ترمذیؒ کا سن پیدائش ۲۰۹ھ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ۲۰۰ھ ہے، لیکن پہلا قول زیادہ راجح ہے، آپ کی وفات مشہور قول کے مطابق ۲۷۹ھ میں ہوئی، (۱) حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک مصرعہ میں ان کی تاریخ ولادت ووفات جمع کی ہے:

؎ عطر مداه وعمره في عين (ع) (۲)

۲۷۹ ۷۰

اس میں "عطر" کے اعداد دوسوانا سی (۲۷۹) ہوتے ہیں، جو ان کی تاریخِ وفات ہے اور "ع" کا عدد ستر (۷۰) ہے، جو ان کی کل مدتِ عمر ہے۔

علمی اسفار و مشائخ:

امام ترمذی رحمہ اللہ نے پہلے اپنے وطن میں رہ کر علم حاصل کیا، اس کے بعد طلب علم کے لیے حجاز، کوفہ، بصرہ، خراسان اور بغداد وغیرہ کے سفر بھی کیے اور اپنے وقت کے بڑے بڑے شیوخِ حدیث سے علم حاصل کیا، جن میں امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد سجستانی، احمد بن منیع، (۳) محمد بن المثنی، محمد بن بشار، ہناد بن

= «الترمذي هذه النسبة إلى مدينة قديمة على طرف نهر بلخ الذي يقال له جيحون...والناس مختلفون في كيفية هذه النسبة بعضهم يقول: بفتح التاء ثالث الحروف وبعضهم يقول: بضمها وبعضهم يقول: بكسرها، والمتداول على لسان أهل تلك المدينة بفتح التاء وكسر الميم والذي كنا نعرفه فيه قديما كسر التاء والميم جميعا». (ج)

(۱) سير أعلام النبلاء للذهبي، الطبقة الخامسة عشرة، الترمذي ۱۳/ ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۷ ونصه: «الترمذي محمد بن عيسى بن سورة... ولد: في حدود سنة عشر ومائتين... قال غنجار، وغيره: مات أبو عيسى في ثالث عشر رجب سنة تسع وسبعين ومائتين بترمذ». (ج)

(۲) العرف الشذي للكشميري، مقدمة الشرح، قوله: الهروي الكروخي ۱/ ۳۱، ۳۲، ونصه: «وعمر المصنف رحمه الله سبعون سنة، وارتحل إلى دار البقاء سنة مائتين وتسعة وسبعين ۲۷۹ من الهجرة النبوية كما قيل: الترمذي محمد ذو زين... عطر مداه وعمره في عين». (ج)

(۳) آپ کا پورا نام أبو جعفر أحمد بن منيع بن عبد الرحمان ہے، (۱۶۰-۲۴۴ھ=۷۷۶-۸۵۸م) امام، حافظ اور ثقہ راوی ہیں، آپ نے عبد اللہ بن مبارک، سفیان بن عیینہ اور یزید بن ہارون رحمہم اللہ وغیرہ سے کسب علم کیا، آپ کے شاگردوں میں امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد رحمہم اللہ مشہور ہیں۔ (تاريخ مدينة السلام للخطيب البغدادي ۶/ ۳۷۷). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

السری،(۱) قتیبہ بن سعید،(۲) محمود بن غیلان،(۳) اسحاق بن موسیٰ الانصاری جیسے جلیل القدر محدثین شامل ہیں اوران کے علاوہ بھی سینکڑوں محدثین سے امام ترمذیؒ نے علم حاصل کیا۔(۴)

تمام اساتذہ امام ترمذیؒ کی بڑی قدر کیا کرتے تھے، امام بخاریؒ کو تو آپ سے بہت ہی تعلق تھا، بعض روایات میں ہے کہ ایک موقع پر امام بخاریؒ نے امام ترمذیؒ سے فرمایا: "ما انتفعتُ بك أكثر مما انتفعتَ بي "(۵) حضرت شاہ صاحبؒ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر شاگرد ذہین اور ذی استعداد ہو، تو استاذ اسے پڑھانے میں زیادہ محنت کرتا ہے، جس سے خود استاذ کو فوائد پہنچتے ہیں۔(۶)

اس کے علاوہ امام ترمذیؒ کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ وہ بعض احادیث میں اپنے استاذ امام بخاریؒ کے بھی استاذ ہیں، یعنی چند حدیثیں خود امام بخاریؒ نے ان سے سنی ہیں، چنانچہ امام ترمذیؒ نے اپنی "جامع" میں ایسی

---

(۱) آپ کا پورا نام هناد بن السري بن مصعب التميمي ہے، (۱۵۲-۲۴۳ھ = ۷۶۹-۸۵۷م) محدث، حافظ اور امام تھے، آپ نے شریک، عبد اللہ بن مبارک، اسماعیل بن عیاش، سفیان بن عیینہ رحمہم اللہ وغیرہ سے کسب علم کیا، آپ سے روایات لینے والوں میں امام بخاری، ابوزرعہ، ابوحاتم رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں، آپ نے "كتاب الزهد" سمیت کئی کتابیں لکھیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي ۱۱/۴۶۵). (ج)

(۲) آپ کا پورا نام قتيبة بن سعيد ہے، (۱۴۹-۲۴۰ھ = ۷۶۷-۸۵۵م) ابوالرجاء ثقفی کے نام سے مشہور ہیں، خراسان کے محدث ہیں اور امام مالک رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، ابن ماجہ کے سوا تمام اصحابِ صحاح نے ان سے روایتیں نقل کی ہیں، ثقہ ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔ (تذكرة الحفاظ للذهبي ۲/۲۶، وتاريخ مدينة السلام للخطيب البغدادي ۱۴/۴۸۱). (ج)

(۳) آپ کا پورا نام أبو أحمد محمود بن غيلان المروزي ہے، (۰۰۰-۲۳۹ھ = ۰۰۰-۸۵۳م) حافظ اور ثقہ راوی تھے، آپ نے سفیان بن عیینہ، نضر بن شمیل، ابوداؤد الطیالسی رحمہم اللہ وغیرہ سے اخذ کیا، آپ کے شاگردوں میں امام بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ مشہور ہیں۔ (تاريخ مدينة السلام للخطيب البغدادي ۱۵/۱۰۴). (ج)

(۴) سير أعلام النبلاء للذهبي، الطبقة الخامسة عشرة، الترمذي ۱۳ /۲۷۱، ونصه: «وارتحل، فسمع بخراسان والعراق والحرمين، ولم يرحل إلى مصر والشام، حدث عن قتيبة بن سعيد، وإسحاق بن راهويه، ومحمد بن عمرو السواق البلخي، ومحمود بن غيلان، وإسماعيل بن موسى الفزاري، وأحمد بن منيع، وأبي مصعب الزهري، وبشر بن معاذ العقدي، والحسن بن أحمد بن أبي شعيب... حتىٰ إنه أكثر عن البخاري». (ج)

(۵) تهذيب التهذيب لابن حجر العسقلاني، حرف الميم، محمد مع العين في الآباء ۹/۳۴۵. (ج)

(۶) العرف الشذي للكشميري ۱/۳۲، ونصه: «قال شيخه البخاري: استفدت منك ما لم تستفد مني، وأقول: لست احصل هذا القول؛ فإن الترمذي وإن كان من جبال الحديث ولكن البخاري كان شمس سماء هذا الفن، ولعله مراده أنه أخذ منه العلم مثل ما لم يأخذ غيره؛ فإن التلميذ كما يحتاج إلى الاستفادة من الشيخ، كذلك يكون الشيخ محتاجًا إلى إفادته، وإفشاءه علم الدين، ويحتاج إلى تلميذ ذكي، والله أعلم». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

دو حدیثوں کے بارے میں تصریح کی ہے کہ یہ امام بخاریؒ نے مجھ سے سنی تھیں:

ایک حدیث یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "لا يحل لأحد يجنب في هذا المسجد غيري وغيرك"، امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا: "وقد سمع مني محمد بن إسماعيل هذا الحديث واستغربه"، (۱) اسی طرح "كتاب التفسير" میں سورۂ حشر کی تفسیر کے تحت ایک حدیث آئی ہے، وہاں بھی امام ترمذیؒ نے اسی قسم کی تشریح فرمائی ہے۔ (۲)

قوتِ حافظہ:

امام ترمذی غیر معمولی حافظہ کے مالک تھے اور اس سلسلہ میں آپ کے کئی واقعات مشہور ہیں، چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ نے "بستان المحدثين" میں ان کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ان کو کسی شیخ سے احادیث کے دو صحیفے اجازۃً پہنچے تھے۔ ایک مرتبہ وہ سفر میں تھے کہ راستہ میں کسی منزل پر ان شیخ سے ملاقات ہوگئی، امام ترمذیؒ نے چاہا کہ جو صحیفے ان کے پاس اجازۃً پہنچے ہیں، ان کو قرأت شیخ سے حاصل کرلیں، چنانچہ شیخ سے ان اجزاء کی قرأت کی درخواست کی شیخ نے درخواست منظور فرمالی اور کہا: وہ اجزاء لے آؤ۔

امام ترمذیؒ نے اپنے محمل جاکر ان اجزاء کو اپنے سامان میں تلاش کیا تو وہ نہ مل سکے اور پتہ چلا کہ وہ اجزاء تو گھر پر رہ گئے ہیں اور ان کی جگہ سادے کاغذ رکھے ہوئے ہیں، بڑے پریشان ہوئے، پھر یہ ترکیب کی کہ وہی سادہ کاغذ لے کر شیخ کی خدمت میں پہنچ گئے، شیخ نے احادیث پڑھنی شروع کردیں اور امام ترمذیؒ سادہ کاغذ پر نظر جمائے یہ ظاہر کرتے رہے کہ لکھے ہوئے اجزاء کا شیخ کی قرأت سے موازنہ کررہے ہیں، اچانک شیخ کی نظر سادہ کاغذ پر پڑی، تو شیخ نے ناراض ہوکر فرمایا: "أما تستحي مني؟"۔

اس موقع پر امام ترمذیؒ نے پورا واقعہ سناتے ہوئے کہا کہ آپ نے جتنی احادیث سنائی ہیں وہ سب کی سب مجھے یاد ہوگئی ہیں، شیخ نے سنانے کا مطالبہ کیا تو امام ترمذیؒ نے من وعن تمام احادیث سنادیں، شیخ نے فرمایا: "لعلك استظهرتها من قبل" امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ آپ مجھے ان کے علاوہ احادیث سنائیں،

---

(۱) سنن الترمذی، أبواب المناقب، مناقب علي، رقم: ۳۷۲۷.(ر)

(۲) المصدر السابق، أبواب تفسير القران، باب ومن سورة الحشر، رقم: ۳۳۰۳، عن ابن عباس «حدثنا بذلك عبد الله بن عبد الرحمن، عن هارون بن معاوية، عن حفص بن غياث، عن حبيب بن أبي عمرة، عن سعيد بن جبير، عن النبي ﷺ مرسلا: سمع مني محمد بن إسماعيل هذا الحديث».(ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

چنانچہ شیخ نے مزید چالیس احادیث سنائیں اور امام ترمذیؒ نے فوراً وہ من وعن دہرادیں، شیخ یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور فرمایا: "ما رأیت مثلك"۔(۱)

امام ترمذی کا ایک اور واقعہ مشہور ہے جو اب تک کسی کتاب میں نظر سے نہیں گذرا، لیکن اپنے متعدد مشائخ سے سنا ہے اور وہ یہ کہ امام ترمذیؒ نابینا ہونے کے بعد ایک مرتبہ اونٹ پر سوار ہو کر حج کو تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں ایک مقام پر انہوں نے چلتے چلتے اپنا سر جھکالیا اور دیگر رفقاء کو بھی ایسا کرنے کی ہدایت دی، رفقاء نے حیران ہو کر اس کی وجہ پوچھی، تو امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ کیا یہاں کوئی درخت نہیں ہے؟

ساتھیوں نے انکار کیا، تو امام ترمذیؒ نے گھبرا کر قافلہ روکنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اس کی تحقیق کرو، مجھے یاد ہے کہ عرصہ دراز پہلے جب میں یہاں سے گزرا تھا تو اس جگہ ایک درخت تھا، جس کی شاخیں بہت جھکی ہوئی تھیں اور جو مسافروں کے لیے بڑی پریشانی کا باعث تھا اور سر جھکائے بغیر اس کے نیچے سے گذرنا ممکن نہ تھا شاید اب وہ درخت کسی نے کاٹ دیا ہے، اگر واقعہ ایسا نہیں ہے اور یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ یہاں درخت نہیں تھا، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میرا حافظہ کمزور ہوچکا ہے، لہٰذا روایتِ حدیث کو ترک کردوں گا۔

لوگوں نے اُتر کر آس پاس کے لوگوں سے تحقیق کی، تو لوگوں نے بتایا کہ واقعۃً یہاں ایک درخت تھا، چونکہ وہ مسافروں کی پریشانی کا باعث تھا، اس لیے اب اسے کٹوادیا گیا ہے۔

حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ امام ترمذیؒ "أکمه" یعنی مادرزاد نابینا تھے،(۲) لیکن اکثر حضرات نے فرمایا کہ یہ قول درست نہیں، بلکہ وہ شروع میں نابینا نہ تھے،(۳) جیسا کہ ان کے بعض واقعات سے معلوم ہوتا ہے،

---

(۱) تاریخ الإسلام للذهبي، حرف المیم، محمد بن عیسی بن سورة ٦/ ٦١٧، ونصه: «سمعت أبا عیسی یقول: كنت في طريق مكة، وكنت قد كتبت جزأين من أحاديث شيخ، فمر بنا، فذهبت إليه وأنا أظن أن الجزأين معي، ومعي في محملي جزءان حسبتهما الجزأين فلما أذن لي أخذت الجزأين، فإذا هما بياض فتحيرت، فجعل الشيخ يقرأ علي من حفظه:..فقال: ما رأيت مثلك». بستان المحدثین از حضرت شاہ عبد العزیز، جامع ترمذی کی بعض خصوصیات، ص: ۱۹۲، ۱۹۳۔ (ج)

(۲) الكوكب الدري للكنكوهي، مقدمة المؤلف ١/ ٢٤، ونصه: «قوله: الترمذي، وكان رضي الله تعالى عنه أكمه». (ج)

(۳) البداية والنهاية لابن كثير، سنة تسع وسبعين ومائتين، الترمذي ١١/ ٦٧، ونصه: «قلت: والذي يظهر من حال الترمذي أنه إنما طرأ عليه العمى بعد أن رحل وسمع وكتب وذاكر وناظر وصنف». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ہاں آخری عمر میں خشیتِ الٰہی کے غلبہ کی وجہ سے بہت روتے تھے، جس کی وجہ سے بینائی جاتی رہی۔ (۱)

امام ترمذیؒ کی کنیت "أبو عيسى" ہے اور وہ اسی کنیت سے "جامع الترمذي" میں اپنے اقوال ذکر کرتے ہیں، لیکن اس میں کلام ہوا ہے کہ یہ کنیت رکھنا کہاں تک جائز ہے، "مصنف ابن أبي شيبة" میں ایک روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "أبو عيسى" کنیت رکھنے سے منع فرمایا، جس کی وجہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بیان فرمائی کہ عیسیٰ کا کوئی باپ نہیں تھا اور اس کنیت سے فسادِ عقیدہ کا شبہ ہوتا ہے۔ (۲)

ابوعیسیٰ کنیت پر اشکال وجواب:

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امام ترمذیؒ نے یہ کنیت کیوں اختیار کی؟ اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں: بعض حضرات نے فرمایا کہ امام ترمذیؒ کو ممانعت والی حدیث پہنچی نہیں ہوگی، (۳) لیکن یہ بات بہت مستبعد ہے کہ امام ترمذیؒ جیسے حافظِ حدیث سے ایسی معروف حدیث پوشیدہ رہ گئی ہو، اس لیے بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ ممانعت خلافِ اولیٰ پر محمول ہے نہ کہ تحریم پر، لیکن اس پر بھی شبہ ہوتا ہے کہ اہل تقویٰ کے نزدیک ناجائز اور خلاف اولیٰ دونوں قسم کے افعال متروک ہونے میں برابر ہوتے ہیں اور امام ترمذیؒ ورع وتقویٰ کے جس مقام پر تھے، اس سے یہ بعید ہے کہ انہوں نے بلاوجہ اس خلافِ اولیٰ کا ارتکاب کیا ہو، بعض لوگوں نے یہ بھی جواب دیا ہے کہ نہی تنزیہی ہے، اس لیے امام ترمذیؒ نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا، لیکن یہ بات بھی امام ترمذیؒ کے ورع وتقویٰ سے بعید ہے۔ اس لیے سب سے بہتر جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ پر امام ابوداؤدؒ نے اپنی "سنن" میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے اور اس میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے کہ انہوں نے اپنی کنیت ابوعیسیٰ رکھی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر اعتراض کیا تو حضرت مغیرہ رضی اللہ

(۱) المقتنى في سرد الكنى للذهبي، مقدمة ۱ /۱۲، ونصه: «سمعت عمر بن علك يقول: مات محمد بن إسماعيل ولم يخلف بخراسان، مثل أبي عيسى الترمذي في العلم والزهد والورع، بكى حتى عمي». (ج)

(۲) مصنف ابن أبي شيبة، كتاب الأدب، ما يكره للرجل أن يكتني به، رقم: ۲۶۲۰۶، ونصه: «عن موسى بن علي، عن أبيه أن رجلا اكتنى بأبي عيسى، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن عيسى لا أب له». (ج)

(۳) بذل المجهود للشيخ خليل أحمد السهارنفوري، كتاب الأدب، باب فيمن يتكنى بأبي عيسى، تحت الرقم: ۴۹۶۳، ونصه: «ولعل تكني الترمذي الحافظ نفسه بأبي عيسى وقعت له قبل أن تبلغه الرواية». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

عنہ نے فرمایا کہ میری یہ کنیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود رکھی تھی۔ (۱)

اس حدیث کی بناء پر امام ترمذیؒ کا مسلک یہ ہوگا کہ یہ کنیت رکھنا ابتدائے اسلام میں فسادِ عقیدہ سے بچنے کے لیے ممنوع تھا، گویا کہ "مصنف ابن أبي شيبة" کی ممانعت والی حدیث اسلام کے ابتدائی دور پر محمول ہے، پھر اسلامی عقائد کے راسخ ہوجانے کے بعد یہ ممانعت بھی ختم ہوگئی، چنانچہ جواز کا حکم حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوا۔

امام ترمذیؒ کے بارے میں ان کے معاصرین اور بعد کے علماء نے زبردست توصیفی کلمات ارشاد فرمائے ہیں، جو صاحبِ "تحفة الأحوذي"(۲) نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں ذکر کیے ہیں۔

تصنیفات:

امام ترمذیؒ کی تین کتب آج تک ان کی یادگار چلی آرہی ہیں: ایک "جامع الترمذي" دوسری کتاب "الشمائل" تیسری کتاب "العلل"(۳) اس کے علاوہ ابن ندیم رحمہ اللہ نے "الفهرست" میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک کتاب "التاريخ" بھی لکھی تھی(۴) اور حافظ ابن حجرؒ نے "لسان الميزان" میں امام ترمذیؒ

---

(۱) سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في من يتكنى بأبي عيسى، رقم: ۴۹۶۳، ونصه: «حدثنا هارون بن زيد ... أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه، ضرب ابنا له تكنى أبا عيسى، وأن المغيرة بن شعبة تكنى بأبي عيسى، فقال له عمر: أما يكفيك أن تكنى بأبي عبد الله؟ فقال: «إن رسول الله صلى الله عليه وسلم، كناني»، فقال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قد غفر له ما تقدم من ذنبه وما تأخر، وإنا في جلجتنا، فلم يزل يكنى بأبي عبد الله حتى هلك» وفي العرف الشذي للكشميري، مقدمة الشرح ۱/ ۳۱، ونصه: «قوله: (قال أبو عيسى إلخ) قد ورد النهي عن التكني بهذه الكنية، ولعل المصنف رحمه الله حمله على خلاف الأولى، لكنه بعيد عن شأن المصنف، ولم يتعرض أحد إلى هذا، وعندي العذر من جانب المصنف أن مغيرة بن شعبة تكنى بأبي عيسى بإجازة النبي ﷺ». (ج)

(۲) اس کا پورا نام "تحفة الأحوذي شرح جامع الترمذي" ہے، یہ علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ کی تالیف ہے، یہ شرح دس جلدوں میں دارالکتب العلمیہ سے طبع ہوچکی ہے۔ (ج)

(۳) هدية العارفين لإسماعيل باشا، باب الميم ۲/ ۱۹، ونصه: «الترمذي محمد بن عيسى بن سورة ... من مصنفاته الجامع الصحيح في الحديث احد الكتب الستة ... شمائل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، كتاب التاريخ، كتاب العلل في الحديث». (ج)

(۴) الفهرست لابن نديم، المقالة السادسة، الفن السادس، ص: ۲۸۵، ونصه: «الترمذي: واسمه محمد بن عيسى بن سورة، وله من الكتب كتاب التاريخ، كتاب الصحيح، كتاب العلل». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

کے ترجمہ کے تحت ان کی ایک تفسیر کا بھی ذکر کیا ہے،(۱) لیکن ان کی یہ تفسیر اور تاریخ اب نایاب ہیں۔

"ترمذی" کے نام سے تین معروف شخصیات:

یہاں یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ "ترمذي" کے نام سے تین بزرگ معروف ہیں: ایک ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی "صاحب الجامع" جن کا تذکرہ اوپر کیا گیا، دوسرے ابوالحسن احمد بن الحسن الترمذی، یہ بھی جلیل القدر محدثین میں سے ہیں اور "بخاري" میں ان کی ایک روایت موجود ہے،(۲) تیسرے امام حکیم ترمذی جو صوفی اور مؤذن تھے اور جن کی کتاب "نوادر الأصول" کا تذکرہ پیچھے گزرا کہ وہ زیادہ تر احادیثِ ضعیفہ پر مشتمل ہے۔(۳) واللہ أعلم۔

جامع الترمذی کی خصوصیات

امام ترمذیؒ کی "جامع ترمذي" معروف اور غیر مختلف فیہ کتاب ہے، اسے پوری امت نے باتفاق "صحاح ستہ" میں شامل سمجھا ہے، حافظ شمس الدین ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ امام ترمذی نے "جامع الترمذي" تالیف کرنے کے بعد اسے خراسان، حجاز اور عراق کے علماء کے پاس پیش کیا، جب ان تمام علماء نے اسے پسند کیا اور اس کی تحسین کی تب اس کی عمومی اشاعت فرمائی اور خود امام ترمذیؒ کا قول ہے:

---

(۱) لسان الميزان لابن حجر العسقلاني، حرف الميم ۷/۳۷۱، ونصه: «محمد بن عيسى بن سورة بن موسى بن الضحاك الترمذي الحافظ أبو عيسى الضرير صاحب الجامع والتفسير أحد الأئمة الأعلام». (ج)

(۲) تذكرة الحفاظ للذهبي، الطبقة التاسعة، الترمذي ۲/۹۱، ونصه: «الترمذي الكبير هو الحافظ العلم أبو الحسن أحمد بن الحسن بن جنيدب الترمذي... وكان من أصحاب أحمد بن حنبل ورواية البخاري عنه عن أحمد بن حنبل في المغازي من صحيحه»، وفي صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب: كم غزا النبي صلى الله عليه وسلم، رقم: ۴۴۷۳، ونصه: «حدثني أحمد بن الحسن حدثنا أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال حدثنا معتمر بن سليمان عن كهمس عن ابن بريدة عن أبيه قال: غزا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ست عشرة غزوة». (ج)

(۳) لسان الميزان لابن حجر العسقلاني، حرف الميم، ۵/۳۰۸، ونصه: «محمد بن علي بن الحسن بن بشير الترمذي المؤذن المعروف بالحكيم...وله كتاب نوادر الأصول مشهور...ذكره أبو عبد الرحمن في طبقات الصوفية». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

"من كان عنده هذا الكتاب الجامع، فكأنّ عنده نبيًا يتكلم".(۱)

اس کتاب میں بعض ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو کسی اور کتاب کو حاصل نہیں۔

(۱) یہ کتاب بیک وقت جامع بھی ہے اور سنن بھی، اس لیے کہ اسے فقہی ترتیب پر مرتب کیا گیا ہے۔

(۲) اس کتاب میں "صحیح البخاري" کی نسبت احادیث کا تکرار بہت کم ہے۔

(۳) اس میں امام ترمذیؒ نے تمام فقہاء کے بنیادی مستدلات کو جمع کیا ہے اور ہر ایک کے لیے جدا باب قائم کیا ہے۔

(۴) ہر باب میں امام ترمذیؒ نے فقہاء کے مذاہب بالالتزام بیان کیے ہیں، جس کی وجہ سے یہ کتاب حدیث کے ساتھ فقہ کا بھی قابلِ قدر ذخیرہ بن گئی ہے۔

(۵) امام ترمذیؒ ہر حدیث کے بارے میں اس کا درجۂ استناد بھی بتاتے ہیں اور سند کی کمزوریوں کی تفصیل کے ساتھ نشاندہی کرتے ہیں۔

(۶) ہر باب میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ایک یا دو تین احادیث کا ذکر کرتے ہیں اور ان احادیث کا انتخاب کرتے ہیں۔ جو عموماً دوسرے ائمہ نے نہیں نکالیں، لیکن ساتھ ہی "وفي الباب عن فلان و فلان" کہہ کر ان احادیث کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں، جو اس باب میں آسکتی ہیں، چنانچہ بہت سے علماء نے صرف امام ترمذیؒ کی "وفي الباب" کی تخریج پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

(۷) اگر حدیث طویل ہو تو امام ترمذیؒ عموماً اس میں سے صرف وہ حصہ ذکر کرتے ہیں، جو باب سے متعلق ہو، اسی لیے ترمذیؒ کی احادیث مختصر اور چھوٹی ہیں اور انہیں یاد رکھنا آسان ہے۔

(۸) اگر کسی حدیث کی سند میں کوئی علت یا اضطراب ہو، تو امام ترمذیؒ اس کی مفصل تشریح فرماتے ہیں۔

(۹) امام ترمذیؒ کا معمول ہے کہ وہ مشتبہ راویوں کا تعارف بھی کراتے ہیں، بالخصوص جو راوی نام سے مشہور ہیں، ان کی کنیت اور جو کنیت سے مشہور ہیں، ان کا نام بیان فرماتے ہیں، تاکہ اشتباہ باقی نہ رہے اور بعض اوقات اس پر بھی بحث کرتے ہیں کہ راوی کا مروی عنہ سے سماع ثابت ہے یا نہیں۔

---

(۱) تاريخ الإسلام للذهبي، الطبقة الثامنة والعشرون، حرف الميم، ٦/ ٦١٧، ونصه: «محمد بن عيسى بن سورة... قال: صنفت هذا الكتاب، وعرضته على علماء الحجاز، والعراق، وخراسان، فرضوا به، ومن كان في بيته هذا الكتاب، فكأنما في بيته نبي يتكلم». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

(۱۰) "جامع الترمذي" کی ترتیب بہت آسان اور اس کے تراجم ابواب نہایت سہل ہیں اور اس سے حدیث کا تلاش کرنا بہت آسان ہے۔

(۱۱) اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی تمام احادیث کسی نہ کسی فقیہ کے ہاں معمول بہ ہیں، صرف دو حدیثوں کے بارے میں امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ وہ کسی کے نزدیک بھی معمول بہ نہیں، ایک بغیر عذر کے جمع بین الصلوتین (۱) کے سلسلہ میں اور دوسری شارب خمر (۲) کے قتل کے سلسلہ میں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ حنفیہ کے ہاں یہ دونوں حدیثیں بھی معمول بہ ہیں؛ کیونکہ احناف پہلی حدیث کو جمع صوری پر اور دوسری حدیث کو سیاست پر محمول کرتے ہیں۔

(۱۲) اگرچہ عام طور سے "جامع الترمذي" کو صحت کے اعتبار سے "النسائي" اور "أبو داود" کے بعد سمجھا جاتا ہے، لیکن حاجی خلیفہؒ نے "کشف الظنون" میں اس کو "صحاح سته" میں "صحیحین" کے بعد سب سے اعلیٰ مقام دیا ہے، (۳) نیز حافظ ابن حجرؒ نے "تقریب التهذیب" میں "صحاح ستہ" کے جو رموز مقرر کیے ہیں ان میں اسے "أبو داود" اور "النسائي" کے درمیان رکھا ہے، (۴) حافظ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ "جامع الترمذي" کو "صحیحین" کے بعد سب سے اعلیٰ مقام ملنا چاہیے تھا، لیکن اس کا رتبہ اس لیے گھٹ گیا کہ اس میں مصلوب اور کلبی جیسے راویوں کی روایات آگئیں، (۵) لیکن اگر امام ترمذیؒ کے طرزِ عمل کو دیکھا جائے تو صاحبِ "کشف الظنون" ہی کی رائے زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے، وجہ یہ ہے کہ "جامع الترمذي" میں ضعیف راویوں کی روایات بھی اگرچہ آئی ہیں، لیکن ایسے مقامات پر امام ترمذیؒ نے ان روایات کے ضعف پر تنبیہ

---

(۱) سنن الترمذي، باب ما جاء في الجمع بين الصلاتين، رقم: ۱۸۸ عن ابن عباس رضي الله عنهما. (ر)

(۲) المصدر السابق، أبواب الحدود، باب ما جاء من شرب الخمر فاجلدوه، ومن عاد في الرابعة فاقتلوه، رقم: ۱۴۴۴ عن معاوية رضي الله عنه. (ر)

(۳) كشف الظنون لحاجي خليفة، باب الجيم، الجامع الصحيح ۱/ ۵۵۹، ونصه: «الجامع الصحيح للإمام، الحافظ، أبي عيسى: محمد بن عيسى الترمذي... وهو ثالث الكتب الستة في الحديث». (ج)

(۴) تقريب التهذيب لابن حجر العسقلاني، فصل النساء عن النساء، ص: ۲۶، ونصه: «ولأبي داود (د)، وفي المراسيل له (مد)... وللترمذي (ت)... وللنسائي (س)». (ج)

(۵) تاريخ الإسلام للذهبي، الطبقة الخامسة عشرة، حرف الميم، ۳/ ۹۶۱، ونصه: «قلت: وبإخراج الترمذي لحديث المصلوب والكلبي وأمثالهما انحطت رتبة جامعة عن رتبة سنن أبي داود، والنسائي». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

بھی فرمادی ہے، اس لیے ترمذی میں آنے والی روایاتِ ضعیفہ بے خطر طریقہ پر آئی ہیں، اس لیے یہ ایک بے خطر کتاب ہے، چنانچہ امام ابوبکر حازمیؒ نے "شروط الأئمة الخمسة" میں لکھا ہے کہ امام ترمذیؒ کی شرط امام ابو داوٗدؒ کے مقابلہ میں أبلغ ہے؛ کیونکہ وہ حدیث کے ضعف پر تنبیہ کردیتے ہیں، "فیصیر الحدیث عنده من باب الشواهد و المتابعات" اور "أبو داود" وغیرہ میں اس درجہ کا التزام نہیں۔ (۱)

(۱۳) "صحاح ستہ" کی تدریس میں اس کتاب کو اس لحاظ سے سب سے زیادہ نمایاں مقام حاصل ہے کہ اکابر علماء خاص طور سے علماء دیوبند فقہ اور حدیث کے جملہ تفصیلی مباحث سب سے زیادہ اس کتاب میں بیان کرتے ہیں اور اس خصوصیت میں یہ کتاب "صحیح البخاري" کے ہمسر اور بعض شیوخِ حدیث کے طریقۂ تدریس میں اس سے بھی زیادہ اہمیت کی حامل رہی ہے، بلاشبہ ان خصوصیات میں مروجہ کتبِ حدیث میں کوئی کتاب "جامع الترمذي" کے برابر نہیں۔

امام ترمذیؒ کی تصحیح وتحسین محدثین کی نظر میں:

بعض حضرات نے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو تصحیح وتحسین کے معاملہ میں حاکم کی طرح متساہل قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس وجہ سے ان کی تصحیح اور تحسین کا کوئی اعتبار نہیں، (۲) اس کی وجہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان کی ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی بعض احادیث کو صحیح قرار دیا ہے جن کے راوی ضعیف ہیں اور بعض ایسی روایتوں کو حسن قرار دیا ہے، جن کے راوی مجہول ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسے مقامات بہت کم ہیں، احقر نے جستجو کی تو پوری "جامع" میں بمشکل دس یا بارہ مقامات ایسے ہیں جہاں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، جب کہ دوسرے حضرات کے نزدیک وہ ضعیف ہے، جہاں تک مجاہیل کی روایت کو حسن قرار دینے کا تعلق ہے، تو عین ممکن ہے کہ وہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مجہول نہ ہوں اور انہیں ان راویوں کے بارے میں تحقیق ہوگئی ہو۔

---

(۱) وقال العلامة الكوثري في تعليقه على شروط الحازمي: وقد اعترض على الترمذي بأنه في غالب الأبواب يبدأ بالأحاديث الغريبة الإسناد غالبا وليس ذلك بعيب فإنه رحمه الله يبين ما فيها من العلل، ولهذا تجد النسائي إذا استوعب طرق الحديث إلخ. (تعليق شروط الأئمة الخمسة للكوثري، ص: ۴۴). (ر)

(۲) ميزان الاعتدال للذهبي، حرف الكاف، كثير بن عبد الله ۳/ ۴۰۷، ونصه: «فلهذا لا يعتمد العلماء على تصحيح الترمذي». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

نیز امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت ہے کہ وہ ایسی حدیث کو جس میں کوئی راوی ضعیف ہو یا اس حدیث میں انقطاع پایا جا رہا ہو اسے تعدد طرق کی بناء پر حسن قرار دیتے ہیں اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ تعدد طرق کی بناء پر حدیثِ ضعیف حسن لغیرہٖ بن جاتی ہے، لہٰذا امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی تحسین کے قابلِ اعتراضات مقامات معدودے چند ہیں، ان کی بناء پر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو علی الاطلاق متساہل قرار دینا اور حاکم کی صف میں لاکھڑا کرنا انصاف سے بعید ہے، بالخصوص جب کہ ان مقامات پر بھی تاویل ممکن ہے اور جب کہ یہ بات طے ہو چکی ہے کہ تصحیح یا تضعیف ایک امر اجتہادی ہے، جس میں محدثین کی آراء مختلف ہو سکتی ہیں، ہاں یہ درست ہے کہ اگر کسی حدیث کی تصحیح کے بارے میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ متفرد ہوں اور دوسرے تمام ائمہ سے اس کی تضعیف منقول ہو، تو اس صورت میں جمہور کے قول کا اعتبار کرنا چاہیے۔

جامع ترمذی اور موضوع احادیث:

اس میں کلام ہوا ہے کہ "جامع الترمذي" میں کوئی حدیث موضوع بھی ہے یا نہیں؟ علامہ ابن الجوزیؒ نے "الموضوعات الکبری" میں ترمذی کی تیئیس (۲۳) احادیث کو موضوع بتلایا ہے،(۱) لیکن پیچھے معلوم ہو چکا ہے کہ ابن الجوزی رحمہ اللہ اس معاملہ میں ضرورت سے زیادہ متشدد ہیں اور انہوں نے "صحیح مسلم" اور "صحیح البخاري" بروایت حماد بن شاکر کی ایک ایک حدیث کو بھی موضوع کہہ دیا ہے۔(۲) لہٰذا تحقیقی بات یہ ہے کہ "جامع الترمذي" کی کوئی حدیث موضوع نہیں ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "القول الحسن في الذب عن السنن" میں ان تمام روایات کی تحقیق کی ہے جو "صحاح ستہ" میں موجود ہیں اور ابن الجوزی رحمہ اللہ نے انہیں موضوع قرار دیا ہے، اس کتاب میں انہوں نے "ترمذي" کی ان تیئیس (۲۳) احادیث پر بھی کلام کیا ہے اور ثابت کیا ہے

---

(۱) تدریب الراوي للسیوطي، کتاب الموضوعات لابن الجوزي وبعض المآخذ إلخ ۱/ ۳۳۱، ونصه: «ومنها ماهو في "جامع الترمذي"، وهو ثلاثة وعشرون حديثا». (ج)

(۲) المصدر السابق، ۱/ ۳۳۰، ۳۳۱، ونصه: «ومنها حديث في "صحيح مسلم"، وهو ما رواه من طريق أبي عامر العقدي، عن أفلح بن سعيد، عن عبد الله بن رافع، عن أبي هريرة ... ومنها ما هو في "صحيح البخاري" رواية حماد بن شاكر، وهو حديث ابن عمر: كيف يا ابن عمر إذا عمرت قوم يخبئون رزق سنتهم». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

کہ ان میں سے کسی کو بھی موضوع قرار دینا درست نہیں۔ (۱)

شروحِ جامع الترمذی:

"جامع الترمذي" کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی مقبولیت بخشی، چنانچہ اس کی متعدد تجریدات، مستخرجات اور حواشی لکھے گئے ہیں، جن میں سے چند کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

(۱) "عارضة الأحوذي بشرح جامع الترمذي":

یہ قاضی ابو بکر بن العربی کی تصنیف ہے، جو مالکیہ کے جلیل القدر فقہاء و محدثین میں سے ہیں اور جو "أحكام القرآن" اور "العواصم من القواصم" وغیرہ کے مصنف ہیں، (۲) یہ شرح متقدمین کے طریقہ پر مختصر ہے، لیکن بہت سے علمی فوائد پر مشتمل ہے، (۳) بعد کی شروح "ترمذي" کے لیے مأخذ کی حیثیت رکھتی ہے، حافظ ابن حجرؒ وغیرہ بھی اس کا بکثرت حوالہ دیتے ہیں۔

(۲) "شرح ابن سيّد النّاس":

علامہ ابن سید الناس ساتویں، آٹھویں صدی ہجری کے مصنّف ہیں، جن کی کتاب "عيون الأثر" سیرت طیبہ کے موضوع پر مأخذ کی حیثیت رکھتی ہے، (۴) ان کے بارے میں قاضی شوکانیؒ نے "البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع" میں اور حافظ ابن حجرؒ نے "الدرر الكامنة في أعيان المائة الثامنة" میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے "ترمذي" کی ایک مفصل شرح لکھنی شروع کی تھی، لیکن ابھی کچھ حصہ ہی لکھ پائے تھے کہ ان کی وفات ہوگئی، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہ اپنی شرح کو علومِ حدیث تک محدود رکھتے

---

(۱) المصدر السابق، النوع الأول الصحيح إلخ ۱/۱۲۲، ونصه: «ولهذا رددت على ابن الجوزي حيث أورد في الموضوعات... وقد بينت ذلك في مختصر الموضوعات ثم في كتابي القول الحسن في الذب عن السنن». (ج)

(۲) الأعلام للزركلي، أبوبكر ابن العربي ۶/ ۲۳۰، ونصه: «محمد بن عبد الله بن محمد بن محمد المعافري الإشبيلي المالكي، أبو بكر ابن العربي... من كتبه (العواصم من القواصم)... وأحكام القرآن». (ج)

(۳) كشف الظنون لحاجي خليفة، باب الجيم ۱/ ۵۵۹، ونصه: «شرح الحافظ أبي بكر: محمد بن عبد الله الإشبيلي المعروف بابن العربي المالكي المتوفي سنة: ۵۴۶، سماه: عارضة الأحوذي في شرح الترمذي». (ج)

(۴) المصدر السابق، باب العين ۲/ ۱۱۸۳، ونصه: «عيون الأثر في فنون المغازي والشمائل والسير، مجلدان للامام ابي الفتح محمد بن محمد المعروف بفتح الدين بن سيد الناس الأندلسي». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

تو یہ مکمل ہوجاتی، لیکن انہوں نے بہت سے علوم وفنون کو جمع کرنا شروع کیا، اس لیے عمر ساتھ نہ دے سکی،[۱] پھر بعد میں حافظ زین الدین عراقیؒ نے جو حافظ ابن حجرؒ کے استاذ ہیں، اس شرح کو مکمل کرنا شروع کیا، لیکن علامہ سیوطیؒ کے قول کے مطابق وہ بھی تکمیل نہ کرسکے،[۲] لہٰذا یہ مفصل شرح کبھی طبع اور شائع نہ ہوسکی، اس شرح کا نام بعضوں نے "المنقح الشذي" اور بعضوں نے "الفوح الشذي" اور بعضوں نے "النفح الشذي" ذکر کیا ہے۔

(۳) "شرح ابن الملقّن":

یہ علامہ سراج الدین ابن الملقن کی تصنیف ہے، جو علمائے شافعیہ میں سے ہیں اور آٹھویں صدی کے بزرگ ہیں، اس شرح کا تذکرہ بھی قاضی شوکانیؒ نے "البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع" میں کیا ہے،[۳] اس شرح کا اصل نام "شرح زوائد جامع الترمذي على الصحيحين وأبي داود" ہے۔[۴]

(۴) "شرح الحافظ ابن حجر":

حافظ ابن حجرؒ نے بھی "ترمذي" کی ایک شرح لکھی تھی، چنانچہ "فتح الباري" میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی معروف حدیث "فأتى سباطة قوم إلخ" کی شرح کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ میں نے "جامع

(۱) البدر الطالع للشوكاني، حرف الميم ۲/ ۲۵۰، ونصه: «وشرع بشرح الترمذي كتب منه مجلدا إلى أوائل الصلاة وقفت عليه... وهو متمتع في جميع ماتكلم عليه من فن الحديث وغيره»، وفي الدرر الكامنة لابن حجر العسقلاني، ذكر من اسمه محمد إلخ ۵/ ۴۷۷، ونصه: «وشرع لشرح الترمذي ولو اقتصر فيه على فن الحديث من الكلام على الأسانيد لكمل، لكنه قصد أن يتبع شيخه ابن دقيق العيد فوقف دون مايريد». (ج)

(۲) قوت المغتذي للسيوطي، المقدمة ۱/ ۲۲، ونصه: «وكتب عليه الحافظ فتح الدين بن سيد الناس قطعة، كمل عليها الحافظ زين الدين أبو الفضل العراقي قطعة أخرى ولم يتمه». (ج)

(۳) البدر الطالع للشوكاني، حرف العين المهملة، عمر بن علي إلخ ۱/ ۵۰۸، ونصه: «عمر بن علي بن أحمد بن محمد بن عبد الله السراج الأنصاري الأندلسي التكروري الأصل المصري الشافعي المعروف بابن الملقن، ولد في ربيع الأول سنة ثلاث وعشرين وسبع مائة بالقاهرة... وله مصنفات كثيرة... وشرح زوائد الترمذي على الثلاثة». (ج)

(۴) هدية العارفين لإسماعيل باشا، ابن الملقن إلخ ۱/ ۷۹۱، ونصه: «ابن الملقن... من التصانيف اخبار قضاة مصر... شرح زوائد جامع الترمذي على الصحيحين وأبي داود». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ترمذي" پر ایک شرح لکھی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ "نهي عن بول قائما" کے بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں،(۱) لیکن حافظ ابن حجرؒ کی یہ شرح نایاب ہے۔

(۵) "شرح البلقيني":

جس کا نام "العرف الشذي على جامع الترمذي" ہے، یہ علامہ عمر بن رسلان البلقینیؒ کی تصنیف ہے، جو مشہور فقہائے شافعیہ میں سے ہیں(۲) اور حافظ ابن حجرؒ کے استاذ ہیں۔(۳)

(٦) "شرح الحافظ ابن رجب البغدادي الحنبلي":

یہ مشہور حنبلی محدث اور فقیہ ہیں اور "ذیل طبقات الحنابلة" کے مصنف ہیں۔

(۷) "قوت المغتذي":

یہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی نہایت مختصر شرح ہے(۴) اور ہندوستان کے متعدد نسخ "ترمذي" کے حاشیہ پر چڑھی ہوئی ہے۔

(۸) "شرح العلامه محمد بن طاهر فتني الكجراتي":

انہوں نے "مجمع بحار الأنوار" میں حدیث: "اللّٰهم إني أعوذ بك من الخبث والخبائث" کی شرح کے تحت تذکرہ کیا ہے کہ میں نے "ترمذي" کا ایک حاشیہ لکھا ہے۔(۵)

---

(۱) فتح الباري لابن حجر العسقلاني، كتاب الوضوء، باب البول عند سباطة قوم ۱/ ۳۳۰، تحت الرقم: ۲۲٦، ونصه: «ولم يثبت عن النبي ﷺ في النهي عنه شيء كما بينته في أوائل شرح الترمذي». (ج)

(۲) كشف الظنون لحاجي خليفة، باب الجيم ۱/ ۵۵۹، ونصه: «ومنها شرح سراج الدين عمر بن رسلان البلقيني الشافعي المتوفى سنة: خمس وثمان مائة كتب منه قطعة ولم يكمله وسماه: العرف الشذي على جامع الترمذي». (ج)

(۳) الجواهر والدرر للسخاوي، الباب الثاني إلخ، دراسته الفقه ۱/ ۱۲۸، ونصه: «أحمد بن علي... وتفقه أيضًا بشيخ الإسلام ...و سراج الدين أبي حفص عمر بن رسلان البلقيني، لازمه مدة وحضر دروسه الفقهية». (ج)

(۴) كشف الظنون لحاجي خليفة، باب الجيم، الجامع الصحيح ۱/ ۵۵۹، ونصه: «وشرح جلال الدين السيوطي سماه: قوت المغتذي على جامع الترمذي». (ج)

(۵) مجمع بحار الأنوار للفتني، حرف الخاء المعجمة، خبث ۲/ ۴، ونصه: «أعوذ بك من الخبث والخبائث، الخبث بضم باء جمع خبيث...وفي تعليقي للترمذي». (ر،ز)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

(۹) "شرح السندي":

یہ علامہ ابوطیب سندھیؒ کی تصنیف ہے (۱) اور مصر سے شائع ہو چکی ہے۔

(۱۰) "شرح العلامة سراج الدين السرهندي":

ان کی شرح بھی مصر ہی سے شائع ہو چکی ہے۔(۲)

(۱۱) "تحفة الأحوذي":

یہ قاضی عبدالرحمن مبارک پوریؒ کی تصنیف ہے،(۳) جو اہل حدیث کے بلند پایہ عالم ہیں، انہوں نے ایک ضخیم جلد میں اس شرح کا مقدمہ بھی لکھا ہے، جو علمِ حدیث سے متعلق عمدہ مباحث پر مشتمل ہے، اس شرح میں انہوں نے حنفیہ کی خوب تردید کی ہے اور بسا اوقات حدودِ انصاف سے تجاوز کیا ہے، ان کا ماخذ زیادہ تر شوکانی کی "نیل الأوطار"(۴) ہے، اگر اس شرح میں سے حنفیہ کے خلاف تعصب کو نکال دیا جائے تو حلِّ کتاب کے نقطۂ نظر سے یہ بہت اچھی شرح ہے۔

(۱۲) "الكوكب الدّرّي على جامع الترمذي":

یہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی "تقرير ترمذي" ہے، جسے ان کے شاگرد رشید حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ نے ضبط کیا ہے اور ان کے صاحبزادے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے اس پر مفید حواشی لکھے ہیں، بلاشبہ حلِ ترمذی کے نقطۂ نظر سے یہ کتاب دریا بکوزہ کا

---

(۱) معجم المطبوعات العربية والمعربة ليوسف بن إليان سركيس، حرف السين ۱۰۵٦/۲، ونصه: «السندي أبو الطيب شرح على جامع الترمذي» (ج)

(۲) التعليقات المستطرفة لأبي يعلى المغربي، فصل في ذكر الكتب الستة الأمهات ۱۷/۳، ونصه: «ولجامع الترمذي عدة شروح، منها: شرح الشيخ سراج أحمد السرهندي». (ج)

(۳) المصدر السابق، ونصه: «شرح العلامة محمد عبد الرحمن المباركفوري الهندي سماه: "تحفة الأحوذي" وهو شرح نفيس انتصر فيه لمذهب أهل الحديث». (ج)

(۴) یہ علامہ محمد بن علی الشوکانی رحمہ اللہ کی کتاب ہے، یہ کتاب عصام الدین الصبابطی رحمہ اللہ کی تحقیق کے ساتھ نو (۹) جلدوں میں دار الحدیث مصر سے ۱۴۱۳ھ میں شائع ہو چکی ہے۔ (الدليل إلى متون العلمية لعبد العزيز بن إبراهيم، الفصل الرابع علم الحديث ۱/٦٤٢) (م)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

مصداق ہے، اس میں مختصر جامع اور تشفی بخش تشریحات بھی ہیں اور علم ومعرفت، تحقیق وتدقیق کے خزانے بھی، یہ "ترمذي" کی انتہائی بہترین اور مختصر شرح ہے، اس کا صحیح اندازہ جب ہوتا ہے جب انسان مطولات کے مطالعہ کے بعد اس کا مطالعہ کرے، خاص طور سے حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے حواشی نے اس کے منافع کو دوچند کردیا ہے۔ (۱)

(۱۳) "الوردُ الشّذي":

یہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب (۲) کی "تقریر ترمذي" ہے لیکن نہایت مختصر ہے۔ (۳)

(۱۴) "اللباب في شرح قول الترمذي وفي الباب":

یہ حافظ ابن حجرؒ کی تالیف ہے اور اس میں انہوں نے ان احادیث کی تخریج کی ہے، جن کی طرف امام ترمذیؒ "وفي الباب" کہہ کر اشارہ فرماتے ہیں۔ (۴)

(۱۵) "العرف الشذي تقرير جامع الترمذي":

یہ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کی "تقرير ترمذي" ہے، جسے مولانا چراغ محمد صاحبؒ نے

---

(۱) الكوكب الدري للكنكوهي، مقدمة التحقيق ۱/٦-۸، ونصه: «وهذا الكتاب القيم الذي بأيدينا مجموع إفادات وتحقيقات للإمام ... رشيد أحمد الكنكوهي... وقد قيد هذه الإفادات والتحقيقات تلميذه النجيب النابغ الوفي الشيخ محمد يحيى بن محمد إسماعيل الكاندهلوي... فجاء نجله العلامة الشيخ محمد زكريا الذي قدر الله له حفظ هذا التراث العلمي ونشره، والتوسيع فيه، وإكمال ما بدأبه والده العظيم، وأفاد به شيخه الجليل إلخ». (ج)

(۲) آپ کا پورا نام محمود حسن بن مولانا ذو الفقار علي ہے، (۱۲٦۷-۱۳۳۸ھ = ۱۸۵۱-۱۹۲۰م) آپ شیخ الہند کے لقب سے مشہور تھے، دار العلوم دیوبند کے پہلے طالب علم رہے، آپ نے بیسویں صدی کے اوائل میں ہندوستان کی تحریک آزادی میں نمایاں کردار ادا کیا، اس دوران قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں اور کئی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ (نزهة الخواطر لعبد الحي الحسني ۸/۱۳۷۷). (ج)

(۳) المصدر السابق، مقدمة التحقيق ۱/٦، ونصه: «وتعليقات للعلامة محمود حسن الديوبندي المعروف بشيخ الهند». (ج)

(۴) الجواهر والدرر للسخاوي، الباب الخامس، مصنفات ابن حجر ۲/٦٦٦، ونصه: «تخريج ما يقول فيه الترمذي. وفي الباب كتب من أوائله قدر ستة كراريس، لو كمل، لجاء في مجلد ضخم، سماه. اللباب في تخريج ما يقول فيه الترمذي. وفي الباب». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

درس میں ضبط کیا ہے،(۱) اگرچہ یہ خاصی جامع تقریر ہے، لیکن اس میں ضبط کی غلطیاں رہ گئی ہیں؛ کیونکہ حضرت شاہ صاحبؒ اس پر نظر نہ فرما سکے، اسی لیے اس میں حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم کا احاطہ نہیں ہوسکا۔

(۱۶) "معارف السنن":

یہ حضرت کشمیری رحمہ اللہ کے شاگردِ خاص حضرت مولانا محمد یوسف بنوری(۲) صاحبؒ کی تالیف ہے، اصل میں انہوں نے "العرف الشذي" کو درست کرنے اور اس کا تدارک کرنے کے لیے یہ کتاب لکھنی شروع کی تھی، لیکن رفتہ رفتہ اس نے ایک مستقل تصنیف اور شرح کی حیثیت اختیار کرلی، اس میں انہوں نے حضرت شاہ صاحبؒ کی تقریر کو بنیاد بنایا ہے، لیکن اس کے ساتھ اپنی تحقیق اور مطالعہ سے بے شمار مباحث کا اضافہ کیا ہے، اس کی عبارت انتہائی شگفتہ اور کلام بڑی حد تک منضبط ہے، جو دوسری شروحِ حدیث میں بہت کمیاب ہے، آج کل ترمذی کی جتنی شروح دستیاب ہیں، ان میں سب سے زیادہ مفصل اور جامع شرح ہے، لیکن یہ چھ جلدوں میں صرف "کتاب الحج" تک پہنچ سکی ہے۔(۳)

ان شروح کے علاوہ "ترمذي" پر تجریدیں اور مستخرجات بھی لکھی گئیں ہیں، جن کی تفصیل مولانا

---

(۱) الكوكب الدري للكنكوهي، مقدمة التحقيق ۱/۶، ونصه: «العرف الشذي على جامع الترمذي للعلامة محمد أنور شاه الكشميري، وجمعها تلميذه الفاضل الشيخ محمد جراغ البنجاني». (ج)

(۲) آپ کا پورا نام محمد یوسف بن محمد زکریا البنوري ہے، (۱۳۲۶-۱۳۹۷ھ = ۱۹۰۸-۱۹۷۷م) آپ کی پیدائش مردان میں رشکئی کے قریب معروف گاؤں محبت آباد میں ہوئی، لیکن فراغت کے بعد زندگی کا زیادہ تر حصہ کراچی میں گزرا اور کراچی میں جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے نام سے ایک بڑا ادارہ قائم کیا، جس سے ہزاروں لوگ فیض یاب ہو رہے ہیں، آپ محدث اور اکابر علماء میں سے ہیں، آپ کے اساتذہ میں علامہ شبیر احمد عثمانی اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمہما اللہ شامل ہیں، آپ کی تصنیفات میں "معارف السنن" اور "يتيمة البيان" مشہور ہیں۔ (تتمة الأعلام لمحمد خير بن رمضان ۲/۲۴۰). (ج)

(۳) تكملة معجم المؤلفين لمحمد خير بن رمضان، ص: ۵۶۸، ونصه: «محمد يوسف بن محمد زكريا البنوري ... صنف عدة كتب كلها بالعربية، بلغت تسعة عشر مؤلفاً كبيراً في شتى العلوم، منها: بغية الأريب في مسائل القبلة والمحاريب ... نفحة العنبر في حياة إمام العصر الشيخ محمد أنور... يتيمة البيان في شيء من علوم القرآن... معارف السنن شرح جامع الترمذي طبع مرتين، وهو في ستة أجزاء كبيرة، عوارف المنن مقدمة السنن. الأستاذ المودودي وشيء من حياته وأفكاره. فص الختام في مسألة الفاتحة خلف الإمام...وله عدة مقدمات على أهم الكتب». (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

مبارک پوری رحمہ اللہ نے "مقدمة تحفة الأحوذي" میں بیان کی ہے۔(۱) واللہ سبحانہ وتعالی أعلم بالصواب.

عہدِ حاضر میں اسنادِ حدیث:

جب سے "صحاحِ ستہ" اور احادیث کے دوسرے مجموعے مدوّن ہو کر دنیا میں پھیلے ہیں اور ان کے مصنفین کی طرف نسبت تواتر کی حد تک پہنچ گئی ہے، اس وقت سے روایتِ حدیث کا یہ طریقہ کہ حدیث بیان کرنے والا اپنے آپ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام واسطوں کو بیان کرے متروک ہو چکا ہے اور اب اس کی زیادہ ضرورت بھی نہیں رہی، صرف حدیث کی کتاب کا حوالہ دے دینا کافی ہو جاتا ہے؛ کیونکہ وہ کتابیں تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچی ہیں، لیکن سلسلۂ اسناد کو باقی رکھنے اور تبرک کی خاطر اکابر میں یہ معمول چلا آتا ہے کہ وہ ان کتبِ حدیث کی اسناد بھی محفوظ رکھتے ہیں، یہ طریقہ زیادہ قابلِ اعتماد بھی ہے اور باعثِ برکت بھی۔

چنانچہ ہر دور کے مشائخِ حدیث ان کتابوں کے مصنفین تک اپنے سلسلۂ سند کو محفوظ بھی رکھتے ہیں اور ساتھ ہی اس بات کی بھی کوشش کرتے ہیں کہ ان مصنفین تک واسطوں کی تعداد کم سے کم ہو، تاکہ اپنی سند زیادہ سے زیادہ عالی ہو سکے، پھر بڑے مشائخ کے یہاں یہ بھی معمول رہا ہے کہ وہ مصنفینِ کتبِ حدیث تک اپنی اسناد کے متعدد طرق کو ایک رسالہ کی صورت میں مرتب کر دیتے ہیں جسے اصطلاح میں "ثبت" کہا جاتا ہے، پھر اختصار کی خاطر شیخ تلمیذ کو صرف "ثبت" کی اجازت دے دے، تو تمام کتبِ حدیث کی اجازت اسے حاصل ہو جاتی ہے۔

---

(۱) مقدمة تحفة الأحوذي للمباركفوري، الفصل التاسع في بيان شرح جامع الترمذي إلخ ۳۸۵/۱، ۳۸۶، ونصه: «فوقفت على ثلاث مختصرات له ذكرها صاحب كشف الظنون حيث قال: له أي لجامع الترمذي مختصرات: منها مختصر الجامع لنجم الدين محمد بن عقيل البالسي الشافعي، المتوفى سنة تسع وعشرون وسبع مائة، ومختصر الجامع أيضا لنجم الدين سليمان بن عبد القوي الطوفي الحنبلي، المتوفى سنة عشرة وسبع مائة، ومائة حديث، منتقاة منه عوالي للحافظ صلاح الدين خليل بن كيكلدي العلائي، ووقفت على مستخرج على جامع الترمذي، قال السيوطي في التدريب: لا يختص المستخرج بالصحيحين، فقد استخرج محمد بن عبد الملك بن أيمن على سنن أبي داود، وأبو علي الطوسي على الترمذي». (ر)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

ہمارے زمانے میں "صحاح ستہ" کے مؤلفین تک ہماری سندوں کا مدار حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددیؒ[1] پر ہے اور انہوں نے مصنفینِ کتبِ حدیث تک اپنی اسانید کے تمام طرق ایک رسالہ میں جمع کردیئے ہیں، جو "اليانع الجني"[2] کے نام سے چھپا ہوا ہے۔ پھر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے ایک رسالہ میں تمام اکابر دیوبند کی اسانید حضرت شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ تک پہنچا کر جمع کردی ہیں، جس کا نام "الازدياد السني على اليانع الجني" ہے، جو مکتبہ دارالعلوم کراچی سے چھپ چکا ہے۔

میری اسانید:

احقر کو "جامع الترمذي" اور دوسری کتبِ حدیث کی اجازت کئی شیوخ سے حاصل ہے، ان طرق کا بالآخر مدار حضرت شاہ محمد اسحاقؒ ہیں، حضرت شاہ اسحاقؒ سے آگے سند خود کتاب میں موجود ہے، اس لیے صرف حضرت شاہ اسحاقؒ تک اپنی سند کے چند طریقے درج ذیل ہیں:

(۱) احقر کا سب سے عالی طریق یہ ہے:

"أجازني الشيخ محمد حسن محمد المشاط بالإجازة العامة عن السيد محمد بن جعفر القطّاني عن الأستاذ أبي العباس أحمد بن أحمد البُناني الفاسي، والشيخ أبي جيدة ابن الكبير بن المجذوب الفاسي الفهروي والشيخ حبيب الرحمن الكاظمي الهندي نزيل المدينة المنورة والشيخ عبدالحق بن الشاه محمد الهندي نزيل مكة والشيخ أبي الحسن علي بن ظاهرالوتري كلهم يروون عن الشيخ عبد الغني المجددي الدهلوي صاحب" "اليانع الجني"

سند سے ظاہر ہے کہ شیخ محمد حسن المشاط المالکی رحمہ اللہ، حضرت شاہ عبدالغنی کے صرف دو واسطوں سے شاگرد ہیں، احقر نے باقی کتبِ حدیث کی اجازت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ان سے حرمِ مکہ میں "سنن النسائي" کا کچھ حصہ درساً پڑھا، شیخ مشاط کی اسانید ان کے مطبوعہ "ثبت الإرشاد إلى معرفة الثبت" میں موجود ہیں۔

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

(۲) احقر نے "جامع الترمذي" درسًا حضرت مولانا سلیم اللہ صاحب رحمہ اللہ سے پڑھی اور انہوں نے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے اور انہوں نے حضرت شیخ الہندؒ سے اور ان کو عام کتب حدیث کی اجازت حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ سے براہ راست بھی حاصل ہے اور حضرت مولانا گنگوہیؒ اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے واسطہ سے بھی، نیز حضرت شیخ الہندؒ کو حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ، حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ اور حضرت مولانا قاری عبدالرحمنؒ سے بھی اجازت حاصل ہے، یہ تینوں حضرات شاہ محمد اسحاقؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(۳) میں نے "شمائل الترمذي" مکمل، "موطأ إمام مالك" کا کچھ حصہ قراءۃً اور باقی کتب حدیث اجازۃً اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے حاصل کیں اور انہوں نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے "جامع الترمذي" اور "شمائل الترمذي" کا درس لیا اور وہ حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد ہیں، نیز حضرت شاہ صاحب کو علامہ حسین الجسر الطرابلسی مصنفِ "حصون حميدية" سے بھی اجازت حاصل ہے اور امام ابوجعفر الطحاوی تک ان کی سند ان کے "ثبت" میں موجود ہے۔

(۴) احقر کو تمام کتب کی اجازتِ عامہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ سے براہ راست بھی حاصل ہے، جن کی اسانید ان کے "ثبت" میں موجود ہیں۔

(۵) احقر کو تمام کتبِ حدیث کی اجازتِ عامہ حلب کے علامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ حلبیؒ سے بھی حاصل ہے، وہ شام کے مشہور محدث شیخ الاسلام علامہ محمد زاہد الکوثریؒ کے شاگرد ہیں، علامہ کوثریؒ کی اسانید ان کے "ثبت" میں موجود ہیں۔

(۶) احقر کو تمام کتبِ حدیث کی اجازتِ عامہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ سے بھی حاصل ہے، جو مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ(۱) کے شاگرد ہیں۔

---

(۱) آپ کا پورا نام خلیل أحمد بن مجید علي بن أحمد علي السهارنفوري ہے، (۱۲۶۹-۱۳۴۶ھ=۱۸۵۲-۱۹۲۷م) آپ علمائے دیوبند کے اکابر میں سے ہیں، آپ یعقوب نانوتوی اور مولانا محمد مظہر نانوتوی رحمہما اللہ کے شاگرد ہیں اور مولانا زکریا، مولانا الیاس اور مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہم اللہ آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں، آپ کی تصنیفات میں "بذل المجهود" اور "المهند على المفند" مشہور ہیں۔ (تذکرۃ الخلیل لمحمد عاشق إلهي، ص: ۴۳). (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

حدیثِ مسلسل بالأوّلیّۃ:

متقدمین کے یہاں یہ معمول تھا اور بلادِ عربیہ میں اب تک ہے کہ اساتذۂ حدیث شاگرد کو حدیث کا درس شروع کراتے وقت سب سے پہلے ایک خاص حدیث پڑھاتے ہیں، جس کو "حدیث مسلسل بالأولیۃ" کہا جاتا ہے؛ کیونکہ ہم سے لے کر سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تک ہر شیخ نے یہ حدیث اپنے شاگرد کو سب سے پہلے پڑھائی، اگرچہ یہ حدیث متعدد کتبِ حدیث میں موجود ہے اور ان کتب کی اسناد کے ساتھ اس حدیث کی اسناد بھی وابستہ ہے، لیکن تبرکاً اس کو الگ سند متصل سے پڑھا جاتا ہے، یہ حدیث میں نے شیخ حسن المشاط مالکیؒ سے حرم مکہ مکرمہ میں اولیت کے التزام کے ساتھ حاصل کی، چنانچہ تبرکاً میں بھی اپنے درس کا آغاز اسی حدیث سے کیا کرتا ہوں۔

اس حدیث سے متعلق میری سند یہ ہے:

"أخبرني به الشيخ محمد حسن المشاط المالكي وهو أول، عن الشيخ محمد فالح وهو أول، أنبأنا شيخنا محمد علي وهو أول، أنبأنا أبو حفص العطار وهو أول، أنا أبو الحسن علي الونائي وهو أول، أنبأنا البرهان إبراهيم النمرسي وهو أول،عن الإمام عيد بن علي النمرسي وهو أول، عن عبد الله بن سالم البصري وهوأول، عن الشمس البابلي وهو أول، عن الشهاب أحمد وهو أول، أنا شيخ يوسف بن زكريا وهو أول، أنا البرهان إبراهيم بن علي القلقشندي وهو أول، أنا أبو العباس أحمد الواسطي وهو أول، أنا الحافظ أبو الفرج عبد الرحمن وهو أول، أنا أبوسعيد المؤذن وهو أول، أنا والدي أبو صالح المؤذن وهو أول، ثنا محمد بن زياد بن محمش الزيادي وهو أول، أنا أبو حامد أحمد البزاز وهو أول، أخبرنا عبدالرحمن بن بشر العبدي وهو أول، أنا سفيان بن عيينة وهو

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

أول، وإليه انتهى التسلسل[1] عن عمرو بن دينار عن أبي قابوس مولى عبد الله بن عمرو بن العاص، عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الراحمون يرحمهم الرحمن تبارك وتعالى، ارحموا من في الأرض يرحمكم من في السماء" [2]

اسی حدیثِ پاک پر ہم اس مقدمہ کو ختم کرتے ہیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

ضبطها ورتّبها أحقر تلامذة الشيخ-أدام الله إقباله-رشيد أشرف عفي عنه، ۷ من شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ بيوم الجمعة المبارك.

❁❁❁❁❁

(۱) الثبت الكبير للشيخ حسن المشاط المالكي، ص: ۱۳۴ (م)

(۲) سنن الترمذي، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في رحمة المسلمين، رقم: ۱۹۲۰ (ج)

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... https://t.me/pasbanehaq1

درسِ ترمذی کی چند خصوصیات

- اردو زبان میں جامع ترمذی کی مختلف شروحات لکھی گئی ہیں جن میں سے ہر ایک اس کے مؤلف کے مزاج اور ذوق کے لحاظ سے مختلف خصوصیات کا حامل ہے، تاہم حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے اپنے مخصوص لب ولہجہ میں جس طریقہ سے سنن ترمذی کی مختلف احادیث پر روشنی ڈالی ہے، اس میں وہ یکتا اور یگانۂ روزگار نظر آتے ہیں، ان خصوصیات میں سے چند درج ذیل ہیں:

- باوجودیہ کہ درسِ ترمذی حضرت کی تحریر کردہ با قاعدہ تصنیف یا تالیف نہیں بلکہ ان کی درسی تقاریر کا مجموعہ ہے، لیکن الفاظ ایسے جچے تلے، بامعنی اور برمحل کہ قاری یوں محسوس کرتا ہے جیسے ہر لفظ کو خوب سوچ سمجھ کر لکھا گیا ہو اور مناسب نہ ہونے کی صورت میں مٹا کر دوبارہ لکھا گیا ہو۔

- اندازِ بیان نہایت عام فہم، مختصر، جامع اور دل نشین ہے جو کہ دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے۔

- ان ابحاث پر زیادہ تر کلام کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن پر عام طور سے کلام نہیں کیا جاتا۔
- دورِ حاضر کے جدید مسائل کا جگہ جگہ احادیث سے استنباط کر کے فقہائے احناف کی آراء کی روشنی میں ان کا حکم بیان فرمایا گیا ہے۔

- کسی مخالف مسلک والے کا نام لیتے ہوئے یا کوئی اختلافی مسئلہ بیان کرتے ہوئے مدمقابل کے ادب واحترام کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے اور اپنا مدعا پیش کرنے میں اعتدال پسندی سے کام لیا گیا ہے۔

- اگر کسی مسئلہ میں احناف کا مستدل حضرت مدظلہم کے فقہی ذوق کے اعتبار سے کمزور تھا تو محتاط انداز میں اس کی بھی نشاندہی فرمائی گئی ہے۔

- کسی جدید مسئلہ میں ذاتی توجیہ کو حرفِ آخر نہیں سمجھا گیا بلکہ دیگر علمائے وقت کو بھی اس پر غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے۔

مکتبہ دار العلوم کراچی

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL https://t.me/pasbanehaq1